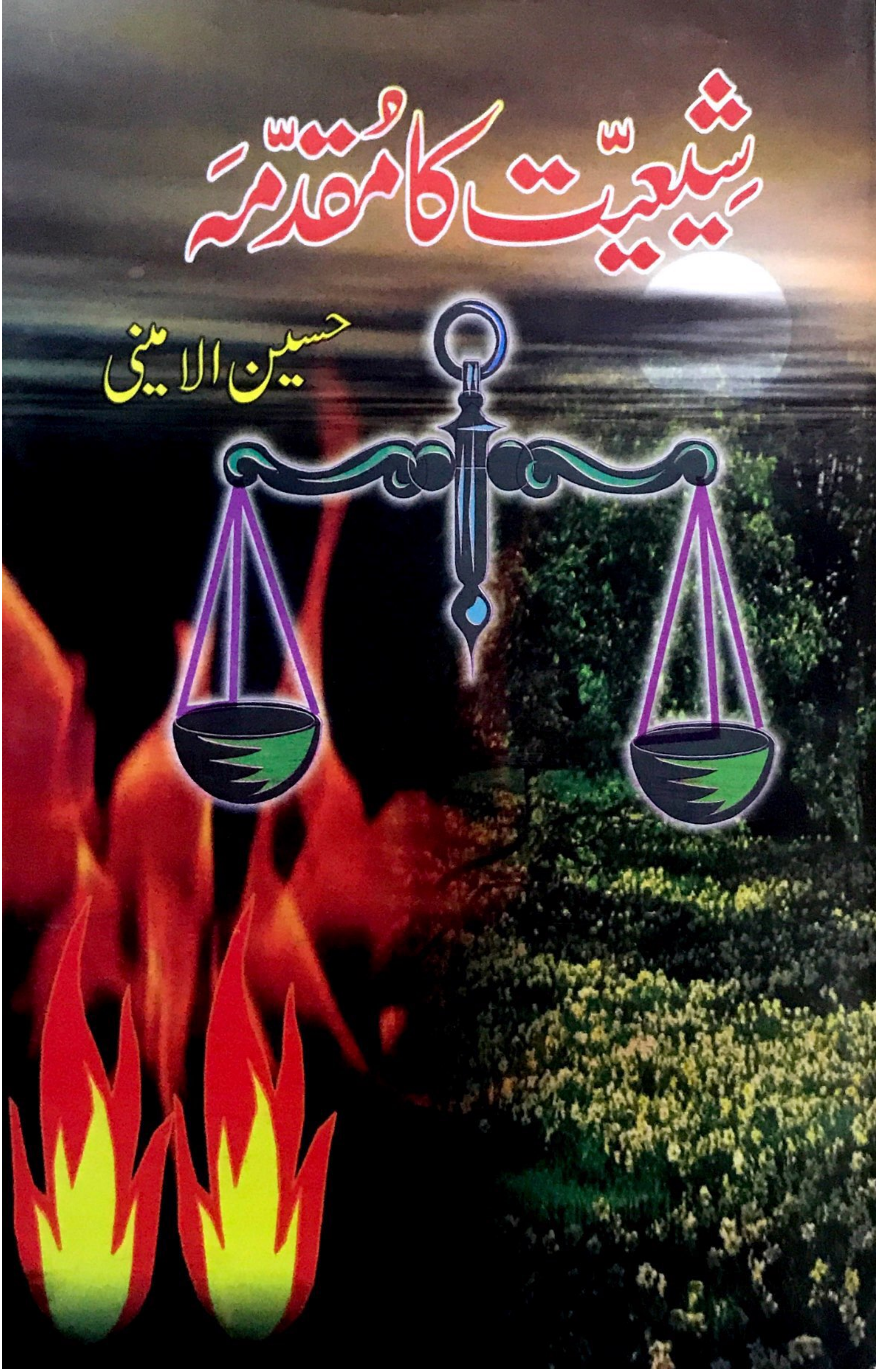
شیعیت کا مقدمہ
حسین الامینی

اول انعام یافتہ ۲۰۰۳ء

شیعیت کا مقدمہ

(مع اضافہ جات)

قرآن، حدیث، تاریخ کی روشنی میں

مذہب شیعہ

ایک تعارف، ایک مطالعہ

شیعہ کب بنے؟ سنی کب بنے؟ لفظ اہل سنت والجماعت کی ابتداء کس صدی میں ہوئی؟ امام بارہ کیوں ہیں؟ امامت کا مقام قرآن وسنت کی روشنی میں، آنحضرتؐ نے نماز کا کونسا طریقہ بتلایا ہے؟ کیا آپؐ رفع یدین کرتے تھے؟ نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ سجدہ گاہ رکھنا بھی آنحضرتؐ کی سنت ہے یا نہیں؟ جمع بین الصلوٰتین کے سلسلے میں احادیث کیا کہتی ہیں؟ نبی کریمؐ وضو کیسے کرتے تھے؟ روزہ کھولنے کا وقت قرآن وسنت کی روشنی میں کونسا ہے؟ شیعوں پر تحریف قرآن کا الزام کیوں لگایا گیا اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ نکاح متعہ کیا ہے؟ تقیہ کیا ہے؟ نماز جنازہ کا سنت طریقہ کونسا ہے؟

صحابہ کرامؓ کی عظمت وجلالت شیعوں کے نزدیک کس قدر ہے؟

ان تمام سوالوں کا جواب اس کتاب میں انتہائی شائستہ اور مدلل انداز میں دیا گیا ہے اور ہر فرقہ کے بزرگوں کا نام انتہائی احترام سے لیا گیا ہے اور پوری کوشش کی گئی ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

مؤلف: حسین الامینی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	شیعیت کا مقدمہ
مصنّف	حسین الامینی
کمپوزنگ	سیّد گرافکس لاہور
ناشر	کریم پبلی کیشنز لاہور
انیسواں ایڈیشن	جنوری 2019ء
پرنٹرز	کیو۔وائی پرنٹرز لاہور
قیمت	450/-

ڈیلرز

کراچی	اسلام آباد	لاہور
محفوظ بک ایجنسی	اسلامک بک سنٹر	افتخار بک ڈپو
حسن علی بک ڈپو	محمد علی بک ڈپو	مکتبہ الرضا
رحمت اللہ بک ایجنسی		ضامن بک ڈپو

سید جعفر علی اینڈ سنز بھکر، مکتبہ کاظمیہ ملتان، زیدی کتب خانہ خیر پور میرس، پاک کتب خانہ راولپنڈی، مکتبہ النجف کوٹلی امام حسینؑ ڈی آئی خان، جامعہ امام الصادق کوئٹہ، قمر بنی ہاشم لائبریری پشاور، جعفری کتب خانہ لاڑکانہ، حسینیہ بکسٹال جامع مسجد شیعہ بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

کتاب مکمل ہوگئی تو ذہن میں یہ خیال آیا کہ اس کا انتساب کس ہستی سے کیا جائے۔ فوراً نگاہ جس شخصیت پر رک گئی وہ میرے والد گرامی کی ذات تھی۔ آج میں جو کچھ ہوں انہی کی وجہ سے ہوں میں انہی سے اس حقیر سی کاوش کو منسوب کرتا ہوں۔

حسین الامینی

دیباچہ

کتاب ''شیعیت کا مقدمہ'' لکھتے وقت میری دلی خواہش اور دعا تھی کہ یہ کتاب مکتب اہلبیتؑ کے تعارف میں نہ صرف معاون ثابت ہو بلکہ جو غلط فہمیاں بنو امیہ اور بنو عباس کے دور سے مکتب تشیع کے خلاف پھیلائی گئی ہیں انہیں دور کرنے کا سبب بھی بنے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری یہ دعا قبول ہوئی اس کتاب کو ہر مکتبہ فکر کے پروفیسرز، ڈاکٹرز، انجینئرز وکلاء ودانشور طبقہ، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء کے علاوہ دینی مدارس کے طلباء نے بھی پڑھا۔ کتاب جہاں بھی گئی اس کا بہت اچھا استقبال ہوا پھر اس سے بھی بڑھ کر اس کتاب کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ کراچی کے ایک ادارہ ''آثار وافکار اکیڈمی'' کی طرف سے منعقد ہونے والے مقابلہ کتب میں اسے سال 2003ء کی بہترین کتاب قرار دیا گیا اور اس کتاب کو اول انعام ملا اور مصنف کو نقد انعام کے علاوہ نشان اعزاز بھی پیش کیا گیا جس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ پہلی مرتبہ جب یہ کتاب مکمل ہوئی اور کتاب چھپنے کی نوبت آئی تو تقریباً دو سال تک یہ مختلف اداروں میں گھومتی رہی بالآخر ہمارے ایک جاننے والے پرنٹر اور ناشر بن کر تشریف لائے ان سے اچھے کاغذ خوبصورت ٹائٹل اور مضبوط جلد بندی والی کتاب کا خرچہ دریافت کیا اور ان پر اعتماد کر کے بات طے کر لی لیکن جوں جوں وہ صاحب رقم وصول کرتے گئے ان سے رابطہ مشکل ہوتا گیا تقریباً دو سال کا عرصہ مزید لگ گیا اب میں تو یہی سمجھا کہ کتاب کا مسودہ بھی گیا اور رقم بھی۔ آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل سے وہ صاحب ملے اور طے شدہ معیار سے انتہائی کم معیار کی کتاب دوسو کی تعداد میں مجھے ملی اور باقی کتاب کا وعدہ ہوا پھر کئی ماہ بعد مزید چھ سو کتب دوسرے ایڈیشن سے مجھے ملیں۔ باقی دوصد کتب سے بھی مجھے ہاتھ دھونا پڑے

لیکن اس کے باوجود جس محبت اور خلوص سے میری کتاب کو پذیرائی ملی اس نے میری تمام پریشانی دور کر دی۔ اب اس کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں نماز، روزہ، نماز تراویح، نکاح متعہ وغیرہ کے ابواب میں کچھ مفید اضافے کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ پہلے ایڈیشن میں کتابت کی بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں جنہیں درست کر دیا گیا ہے اس کے باوجود اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو یا میرے قارئین کوئی اچھا مشورہ دینا چاہیں تو ضرور دیں۔

تیسرے ایڈیشن کی اشاعت کے لیے میں کریم پبلی کیشنز پر حاضر ہوا تو حاجی عزادار حسین نقوی نے چند اداروں کے نام بتائے۔ مگر میری قلبی چاہت پر انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور واقعاً میری توقع سے بہتر انداز میں کتاب ہذا شائع کر دی۔ تصحیح اغلاط کے لیے ہم مولانا محمد رضا عابدی، مولانا غلام حسین مظہری، حافظ محمد طفیل، جمشید الحسن رضوی، آغا سید محسن علی اور ملک فیض بخش کے شکر گزار ہیں۔

کتاب ہذا کے انگلش، ہندی اور سندھی تراجم مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ عربی اور فارسی تراجم بھی انشاء اللہ بہت جلد دستیاب ہوں گے۔

احقر
حسین الامینی

☆☆☆☆

تقریظ

از قلم مفکرِ اسلام جناب ڈاکٹر کلب صادق لکھنؤ (انڈیا)

محترم جناب حسین الامینی کی تالیف کردہ کتاب ''**شیعیت کا مقدمہ**'' شیعہ عقائد و نظریات (کو سمجھنے) کے لئے ایک دل موہ لینے والی چیز ہے۔ میں نے اس کے اُردو اور انگلش ترجمے کو پڑھا ہے پوری کتاب متعلقہ موضوعات کا احاطہ کرنے میں مربوطً فکر انگیز اور انتہائی قابل فہم ہے۔ یہ ایک مفید اور اہم کتاب ہے جو شیعہ اسلام اور جس طرح مسلم دنیا آج شیعیت کو (اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت) محسوس کرتی ہے دونوں کی سمجھ میں ایک عمیق تبدیلی لاتی ہے۔

مصنف شیعیت پر روایتی گفتگو کی حدود کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ شیعہ اور سُنی فرقوں کی ابتداء اور نشو ونما کے متعلق اہم سوالات کے جوابات دینے میں انتہائی مناسب اور منطقی نقطہ نظر کو اپناتا ہے۔ گفتگو کے دوران ان موضوعات پر بحث کرتے ہوئے جن سے کئی سُنی اسکالرز پوری طرح مطلع نہیں ہیں مصنف اپنی مہارت اور بصیرت کو استعمال کرتا ہے اور انتہائی منظم انداز میں ان سنگین الزامات اور تہمتوں کی بھی تردید کرتا ہے جو متعصب اور جانبدار اہل قلم نے شیعوں کے کچھ عقائد کے خلاف لگائے ہیں۔

دونوں باتوں یعنی سوالات کے جوابات دینے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مصنف نے معتبر دلائل اور ناقابل تردید ثبوت کا اضافہ بھی کر دیا ہے بالخصوص اہلِ علم و ادب کے حلقوں میں یہ چیز کتاب کو انتہائی مؤثق اور معتبر بناتی ہے۔ کتاب کا شائستہ اور دوستانہ لب ولہجہ بھی قابل تعریف ہے جسے مصنف نے پوری کتاب میں اختیار کیا ہے۔ شیعیت کے خلاف لگائے گئے فضول اور بے بنیاد الزامات کے جواب میں متعدد شیعہ اہل قلم نے بہت سی کتب لکھی ہیں لیکن بد قسمتی سے ان کی زیادہ تر تصانیف اشتعال انگیزی پر مبنی تھیں اور ان

کتب نے جلتی پر تیل ڈالنے کے سوا کوئی اور کردار ادا نہیں کیا۔

ہمارے دور میں اختلافات کو ہوا دینے کی بجائے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے پر زور دینا زیادہ اہم ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اہل سنت اور شیعہ کے درمیان اختلافات کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ مسلمانوں کا انتشار کی بجائے اتحاد زیادہ ضروری ہے۔ تاہم مسلمانوں کو وہ تمام راہیں اور ذرائع تلاش کرنے چاہئیں جو دونوں فرقوں کو قریب لائیں اور ان کے اختلاف اور جھگڑوں کا حل تلاش کریں۔ انہیں قرآنی تعلیمات کا پابند ہونا چاہیے جس نے مسلمانوں کے اتحاد پر بہت زیادہ زور دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

''اور تم سب کے سب (مل کر) خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو'' (سورہ آل عمران آیت ۱۰۳)

تاریخ اس حقیقت کا بار بار انکشاف کر چکی ہے کہ کسی بھی قوم کی اندرونی طاقت اس کے اتحاد میں ہوتی ہے۔ اپنے اختلافات حل کرنا اور ایک بلاک میں متحد ہونا تمام مسلمانوں کے مفاد میں ہے۔ اتحاد صرف ایک نعرے کا نام نہیں ہے یہ مقصد زندگی ہے چند اختلافات کے باوجود ہمیں مسلمانوں کے درمیان اتحاد کو بابرکت بنانے اور اسے فروغ دینے کے قابل ہونا چاہئے۔ اس کے حصول کے لئے اسلامی فرقوں کے درمیان مکالمے کا آغاز کرنا، چھوٹے موٹے اختلافات سے صرفِ نظر کرنا اور مشترکہ عقائد و اعمال پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب دونوں اطراف لفظوں کی جنگ کو جو دونوں بڑے فرقوں کے درمیان صدیوں سے جاری ہے بند کرنے کا فیصلہ کریں۔

اس کتاب کے مؤلف نے دورانِ گفتگو موضوعات کی فطری نزاکت اور ان موضوعات سے لوگوں کی جذباتی وابستگی اور ان مسائل کی جو اہمیت لوگوں کے دل و دماغ میں ہے اسے محسوس کرتے ہوئے کوئی ایسی چیز لکھنے اور حوالہ دینے میں بہت احتیاط کی ہے جو

دوسرے فرقے کے (مولویوں کے شیعوں سے) ڈرائے ہوئے قارئین کو بیزار کردے یہ بات دوسرے فرقے میں اچھا تاثر قائم کرنے کا باعث بنتی ہے۔

مؤلف اس بات کی وضاحت کرنے میں بھی کامیاب رہا ہے کہ ہمعصر لکھاریوں (جو شیعہ کے خلاف لکھتے ہیں) کی کتابوں میں اس طرح کی بیہودہ باتیں کیوں ملتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مکمل طور پر ابن خلدون اور احمد امین جیسے سُنی اسکالرز پر اعتماد کیا جنہوں نے یا تو جان بوجھ کر شیعہ کتب اور ان کے ماخذ کی طرف کوئی توجہ نہ دی یا وہ شیعہ کتب تک رسائی نہیں رکھتے تھے تاہم کتاب کے عام مضامین میں مولف نے کوئی نئی چیز شامل نہیں کی کیونکہ متعدد شیعہ اسکالرز جیسا کہ جناب عبدالحسین شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب ''المراجعات'' مسائل فقہ میں اور علامہ محمد رضا المظفر نے اپنی ''کتاب الشیعۃ الامامیہ'' میں اور ڈاکٹر تیجانی سماوی نے اپنی کتب میں ان کا احاطہ کیا ہے ''المراجعات'' میں مصنف نے تقریباً تمام بڑے متنازعہ موضوعات جو مصنف اور ایک سُنی سکالر (علامہ سلیم البشری سربراہ الازہر یونیورسٹی مصر) کے درمیان ایک مسلسل تحریری گفتگو تھی اسے ایک مکالمے کی شکل میں شامل کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ کتاب ''شیعیت کا مقدمہ'' شیعہ لائبریری کے لئے ایک قابل قدر اور عمدہ اشاعت ہے۔ بالآخر کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک مستند اور عمیق تحقیقی تالیف ہے جو مسلم ریڈرز کو شیعہ کے حقیقی عقائد کو سمجھنے میں مدد دے گی اور دوسرے اسلامی فرقوں سے تقاضاً کرے گی کہ وہ شیعہ بھائیوں کی طرف غلط عقائد کی نسبت دینے سے باز رہیں۔ آخر میں مؤلف کے لیے میری دُعا ہے کہ

''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''

نوٹ! جناب ڈاکٹر کلب صادق صاحب نے یہ تقریظ ''شیعیت کا مقدمہ'' کے انگلش ایڈیشن کے لیے لکھی تھی جسے ترجمہ کروا کر شامل اشاعت کر دیا گیا ہے تا کہ قارئین مستفید ہوسکیں۔

(حسین الامینی)

فہرست موضوعات

پیش لفظ: شیعیت کا مقدمہ لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟ 25
ابن خلدون کی ایک مضحکہ خیز غلطی ملاحظہ ہو 27
لفظ شیعہ کے بارے میں ایک ضروری وضاحت 36
شیعہ کس زبان کا لفظ ہے 36
لفظ شیعہ کے کیا معنی ہیں؟ 36
خلاصہ بحث 38
قرآن میں لفظ شیعہ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ 39
قرآن میں وہ مقام جہاں انبیاء اور ان کے پیروکاروں کیلئے لفظ شیعہ استعمال ہوا ہے؟ 39
حضرت علیؑ اور ان کے پیروکاروں کو شیعہ کیوں کہتے ہیں۔ 43
خود پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ اور ان کے پیروکاروں کو شیعہ کہا اور انہیں جنت کی بشارت دی 44
پیغمبر اکرمؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ ہی آخرت میں کامیاب ہوں گے؟ 46
شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی کا اقرار کہ جن شیعوں کے فضائل میں احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ہم ہیں۔ 51
علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ کامیاب ہونے والے شیعہ ہم ہیں۔ 51
علامہ وحید الزمان کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ کے شیعہ ہم ہیں۔ 52
نتیجہ بحث 52
شیعیت کا ابتداء 54
علامہ ابن خلدون ابتداء دولت شیعہ کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ 55
احمد امین مصری فجر الاسلام میں لفظ شیعہ کے زیر عنوان لکھتے ہیں 56
پروفیسر غلام رسول شیعیت کی ابتداء کے بارے میں لکھتے ہیں۔ 56
وفات پیغمبر اکرم کے بعد خلافت پر ایک نظر 57
وفات پیغمبر اکرم کے بعد قریش نے حضرت علیؑ کی بیعت کیوں نہ کی؟ 60
حضرت علیؑ نے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟ 61

مدینہ منورہ کی اس وقت کیا حالت تھی؟ اہلسنت مصنف مولانا شبلی نعمانی کی زبانی سنئے 62
مسئلہ خلافت اور حضرت علیؑ کا موقف 63
حضرت علیؑ نے کیا طرز عمل اختیار کیا؟ 64
جب سیرت شیخین پر چلنے کی شرط رکھ کر حضرت علیؑ کو خلافت پیش کی گئی تو آپ کا جواب 64
علامہ محمد رشید رضا مدیر المنار مصر لکھتے ہیں 65
مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں 65
مسلمانوں میں اختلاف کی ابتداء 66
قافلہ کی بصرہ کی جانب روانگی اور ملت اسلامیہ کے دو حصے ہونے کی ابتداء 69
ملت اسلامیہ کے تفرقہ سے بچنے کے دو اہم مواقع ضائع ہو گئے 69
جنگ سے بچنے کی حضرت علیؑ کی آخری کوشش 71
جنگ جمل کے ملت اسلامیہ پر اثرات امت مسلمہ دو گروہوں میں بٹ گئی 74
مسلمانوں میں پہلے پہل بننے والے فرقے اور ان کے نام کونسے تھے؟ 74
علامہ ابن تیمیہ مسلمانوں کی گروہ بندی اور ان کے ناموں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔ 75
مولانا معین الدین احمد ندوی امیر معاویہ کے حالات کے تحت اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں۔ 76
اہلسنت مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں 76
علامہ حافظ اسلم جیراجپوری اپنی ''تاریخ الامت'' میں لکھتے ہیں 76
اس وقت کسی فرقے نے اپنا نام ''اہل سنت والجماعت'' کیوں نہیں رکھا تھا 77
عہد بنوامیہ میں بننے والے بعض دیگر فرقے 78
معتزلہ فرقے کا عروج ان کے عقائد۔ حکمرانوں اور عوام الناس میں فرقے کی مقبولیت 80
معتزلہ فرقے کو کتنا عروج حاصل ہوا 80
شیخ ابوالحسن الاشعری کا معتزلی مذہب ترک کرنا 82
لفظ ''اہل سنت والجماعت'' کی ابتداء 82
نتیجہ بحث 84
دو تاریخی غلط فہمیوں کا ازالہ 85
عبداللہ ابن سبا کی فرضی شخصیت اور شیعوں کے خلاف بے بنیاد پراپیگنڈا 85

طہٰ حسین مصری کا سادہ لوح مسلمانوں کو پیغام	86
دوسرا الزام: کیا شیعیت ایران کی پیداوار ہے؟	87
مستشرقین کے بیانات	88
حضرت عمرؓ کی نظر میں اہل ایران کا مقام	89
اصول دین	93
توحید	93
توحید نہج البلاغہ کی روشنی میں	95
عدل	97
نبوت	99
امامت	100
قیامت	100
امامت	104
شیعہ بارہ آئمہ کا عقیدہ کیوں رکھتے ہیں؟	104
شیعوں کو اثناء عشری (یعنی بارہ ائمہ کے پیروکار) یا امامیہ کیوں کہتے ہیں؟	106
بارہ خلفاء کے تعین میں علمائے اہلسنت کی پریشانی	107
آئمہ اثناء عشر کا مختصر تعارف	112
حضرت علی علیہ السلام	113
دعوت فکر	115
امام حسن علیہ السلام	116
امام حسین علیہ السلام	116
امام زین العابدین علیہ السلام	116
امام محمد باقر علیہ السلام	119
امام جعفر صادق علیہ السلام	120
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	122
امام علی رضا علیہ السلام	124

امام محمد تقی علیہ السلام 126

امام علی نقی علیہ السلام 127

امام حسن عسکری علیہ السلام 129

امام مہدی علیہ السلام 130

شیعہ اپنے اماموں کو معصوم کیوں مانتے ہیں؟ 131

عصمت ائمہ کے مزید شواہد 132

اپنا خلیفہ بنانے میں سابقہ انبیاء کی سنت کیا تھی؟ 134

حضرت عمرؓ کی اپنے بعد خلافت کے بارے میں فکر مندی 138

حضرت عثمانؓ کا اپنے بعد خلفیہ کا بندوبست کرنا 139

امام کی ذمہ داری ابنِ خلدون کی نظر میں 139

دعوت فکر، کیا پیغمبر اکرمؐ اپنے بعد امت کو بغیر کسی راہبر کے چھوڑ گئے؟ 140

اس نظریے کا نتیجہ 141

تصویر کا دوسرا رخ، پیغمبر اکرمؐ کی خلافت و جانشینی کے بارے میں شیعہ نقطہ نظر 143
پیغمبر اسلامؐ نے اپنے خلیفہ اور وصی کا اعلان پہلی دعوت اسلام میں ہی کر دیا تھا۔

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ٦٧ نازل ہونے پر پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ کو جمع کر کے کون سا حکم سنایا؟ 147

اعلان غدیر کے بعد تکمیل دین والی آیت کا نزول 150

وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد حضرت علیؑ کی بیعت کیوں نہ کی گئی؟ 151

زمانہ رسالت میں آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ کا پیغمبر اکرمؐ سے قریش کے رویے کی شکایت کرنا 153

کیا سابقہ امتوں میں امام ہوتے تھے اور کیا لوگ انہیں امام بناتے تھے یا وہ خدا کے حکم سے امام بنتے تھے؟ 156

اہلسنت عالم شاہ اسماعیل شہید کا بیان کہ غیر انبیاء کا تقرر بھی خدا کی طرف سے ہوتا ہے 157

کیا سابقہ امتوں میں امامت کا کوئی معیار بھی ہوتا تھا؟ 159

کیا سابقہ امتوں میں بھی اماموں کے پاس حکومت بھی ہوتی تھی؟ 161

اللہ تعالیٰ کے نزدیک امامت کا مستحق کون ہے؟ خلاصہ بحث 162

ظالم امام نہیں بن سکتا، قرآن کا دوٹوک اعلان 163
امامت کا مقام اہلسنت کی نظر میں 166
احادیث میں امام کا مقام کتنا بلند ہوا ہے؟ 167
قرآن میں امام کی اطاعت کا کس طرح حکم دیا گیا ہے؟ 170
اولی الامر، کے تعین میں شیعہ سنی نقطہ نظر 171
کیا ایک وقت میں دو اولی الامر ہو سکتے ہیں؟ 172
کیا حاکم اولی الامر کا مصداق ہو سکتا ہے؟ 173
کیا اہلسنت نے کبھی کسی عالم دین کو اولی الامر تسلیم کیا ہے؟ 175
اہلسنت میں امامت کا ایک نیا نظریہ رائج ہو گیا 176
شیعوں کو باقی اسلامی فرقوں سے ممتاز کرنے والی چیز اولی الامر کا تعین ہے 179
ائمہ اہلِ بیتؑ کا اپنے بعد امت کی راہنمائی کا بندوبست کرنا 179
شیعہ فقہاء مجتہدین کی قدر و منزلت کی وجوہات 181
مسئلہ امامت کی بابت شیعوں پر چند بے بنیاد تہمتیں 183
جناب مولانا یوسف لدھیانوی نے یہ بے بنیاد عقائد کہاں سے نقل کیے ہیں؟ 184
ائمہ پر عقیدہ وحی کی تردید حضرت علیؑ کی زبانی 185
شریعت محمدیہؐ کے حلال وحرام کی بابت شیعہ مذہب کا اٹل قانون 186
قران وسنت اور ائمہ اہلبیتؑ کی سیرت کے چند نمونے 187
امام کا فریضہ دین الٰہی کی حفاظت ہے 189
جن مسائل کا جاننا لوگوں کے لیے ضروری ہے ان کا علم قرآن وسنت میں موجود ہے 189
ذرا ایک نظر انصاف ادھر بھی 190
دعوتِ فکر 190
اہلسنت اسکالر پروفیسر ابوزہرہ مصری کے اعتراضات 191
فروع دین 193
نماز 194
نماز کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں:- 195

روزہ 195
روزہ رکھنے کی فضلیت اور ترک کرنے کی مذمت 195
زکوٰۃ 196
حج 198
خمس 198
معاد 198
نماز:۔آغاز سے اختتام تک مسنون طریقہ 199
پیغمبر اکرمؐ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ 201
حضرت عمرؓ کا طریقہ نماز 202
دعوت فکر 203
پہلی صدی کی نامور علمی شخصیت امام حسن بصری کا طریقہ نماز 203
ام المومنین حضرت عائشہؓ کے گھر میں جماعت کروانے والےان کے غلام کا طریقہ نماز 204
امام ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵٦ھ کا بیان 205
ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والی حدیث کے متعلق سعودی عرب سے ایک اہلسنت عالم کی تحریر 206
علمائے اہلسنت کے عجیب وغریب بیانات 208
ائمہ اہلبیتؑ کا طریقہ نماز 209
علمائے اہلسنت کے تائیدی بیانات 210
علمائے اہلسنت محققین کے حقیقت افروز بیانات 211
مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں 212
طریقہ نماز میں تبدیلی کب کیوں اور کیسے ہوئی؟ 213
رکوع وسجود میں پیغمبر اکرمؐ کیا ذکر فرماتے تھے؟ 214
دونوں سجدوں کے درمیان دعا پڑھنا 216
رفع یدین 216
قنوت 218

تشہد اور نماز کا اختتام کیسے کرنا ہے؟ سنت پیغمبر اکرمؐ کی روشنی میں 220
جمع بین الصلوٰتین یعنی دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا 224
ایک دفعہ اذان دیکر دو نمازیں پڑھنا 227
سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا 228
خمرہ کیا؟ 229
مولانا وحید الزمان خان کا اعتراف 230
وضو میں پاؤں کا مسح کرنے یا دھونے کا اختلاف 233
وضو میں شیعہ سنی اختلاف کیا ہے؟ 234
شیعوں کا طریقہ وضو اور برادرانِ اہلسنت کی ایک غلطی فہم 235
برادرن اہلسنت کی جرابوں جوتوں اور موزوں پر مسح کرنے کی چند روایات پر ایک نظر 235
سنن ابن ماجہ کی ایک واضح حدیث 237
حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت 238
حضرت علیؑ کا طریقہ وضو 240
سید ابوالاعلیٰ مودودی وضو کی آیت کے بارے میں لکھتے ہیں 240
مولانا وحید الزمان کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں 241
ہماری گزارش 242
روزہ افطار کرنے کا وقت قرآن وسنت کی روشنی میں 242
قرآن کس وقت روزہ کھولنے کا حکم دیتا ہے؟ 243
وقت افطار احادیث کی روشنی میں 243
ایک اعتراض اور اس کا جواب 245
یہود کیسے روزہ کھولتے تھے؟ 246
حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا طرز عمل 247
افطاری میں بے صبری کرنے والوں کے لیے نامور اہلسنت مفسرین کا فکر انگیز پیغام 268
دعوت فکر 251
مسافر کے روزہ کے احکام قرآن وسنت کی روشنی میں 251

آنحضرتؐ کا سفر میں روزہ رکھنے کی ممانعت کرنا 252
سفر میں روزہ رکھنے والا ثواب سے محروم ہے۔ (حدیث نبویؐ) 253
سفر میں روزہ رکھنے والوں کے بارے میں آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ یہ نافرمان ہیں 254
آنحضرتؐ فرماتے ہیں: سفر میں روزہ کی رخصت خدا کی طرف سے ہدیہ ہے اسے قبول کرو 255
آنحضرتؐ کا ایک شخص کو روزہ کے احکام سمجھانا 256
نتیجہ بحث 257
نوافل رمضان یا نماز تراویح 259
لفظ تراویح کا مفہوم 260
نوافل رمضان کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی سنت و طریقہ کیا تھا؟ 261
پیغمبر اکرمؐ رات کے کس حصے میں مسجد میں تشریف لے جاتے تھے؟ 262
نماز تراویح جماعت سے کب شروع ہوئی؟ 262
نماز تراویح کی رکعتوں میں مختلف حکومت کی کمی بیشی کی روداد 264
نماز تراویح کی رکعتوں میں تبدیلی کی تفصیل ایک سعودی عالم کی زبانی 265
نوافل رمضان یا نماز تراویح عہد صحابہؓ میں 267
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی نماز تراویح کی بابت رائے 267
حضرت ابن عمرؓ سے تراویح با جماعت پڑھنے کی بابت سوال اور آپ کا جواب 267
حضرت ابی بن کعب کا نماز تراویح کی بابت طرز عمل 268
بعض بزرگ علمائے اہلسنت کا بیان اور شیعہ موقف کی تائید 269
تراویح کے مروجہ طریقے پر بعض اہل سنت علماء کا تبصرہ 270
نماز جنازہ کی تکبیریں 274
نصرۃ الباری شرح بخاری کی عبارت ملاحظہ ہو 277
قرآن ملت اسلامیہ کی مشترکہ میراث 282
شیعوں پر تحریف قرآن کا افسوسناک الزام 182
شیعہ مساجد اور گھروں میں کس قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے؟ 282
تحریف قرآن کی نفی شیعہ علماء کے کلام کی روشنی میں 282

مرحوم آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی لکھتے ہیں	283
علامہ علی نقی اپنے مقدمہ تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں	283
آقائے علی میلانی اپنی کتاب ،شیعہ اور تحریف قرآن، میں رقمطراز ہیں	284
مشہور مفسر سید ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں	284
ڈاکٹر محمود رامیار ،تاریخ القرآن، میں لکھتے ہیں	284
بعض انصاف پسند علماء اہلسنت کا اعتراف حقیقت	285
مصری محقق علامہ شیخ محمد غزالی شافعی کا بیان	285
علامہ رحمت اللہ عثمانی ہندی لکھتے ہیں	286
شیخ محمد المدنی پرنسپل شعبہ کلیۃ الشریعہ الازہر یونیورسٹی لکھتے ہیں	287
شیخ التفسیر علامہ شمس الحق افغانی کا موقف	287
ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی پاکستان کا موقف ملاحظہ ہو	288
علامہ نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں	288
علامہ حافظ اسلم جیراجپوری کا بیان	289
کیا کتب اہل سنت میں تحریف کی روایات موجود نہیں ہیں؟ (تصویر کا دوسرا رخ)	290
چند علمائے اہلسنت کی تحریروں پر ایک نظر	291
علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر اتقان اور روایات تحریف	293
ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا اعتراف حقیقت	294
علامہ تمنا عمادی کی جمع القرآن اور روایات تحریف	294
مولانا عمر احمد عثمانی اور روایات تحریف	295
مولانا عمر احمد عثمانی کے مضمون کا مآخذ کون سا ہے؟	295
مولانا عمر احمد عثمانی کا افسوس ناک انکشاف	296
ایک شیعہ عالم دین کی دردمندانہ اپیل	296
نکاح متعہ	296
نکاح متعہ قرآن وحدیث کی روشنی میں	301
نکاح متعہ کیا ہے؟	301

کیا پیغمبر نے نکاح متعہ کرنے کی اجازت دی ہے؟ 302
نکاح متعہ کے بارے میں چند مزید واضح احادیث 304
شیعہ علامہ آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطاء لکھتے ہیں 306
علمائے اہلسنت کے معذرت خواہانہ بیانات 306
علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں 306
حاشیہ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی پر لکھا ہے 307
سید ابوالاعلیٰ مودودی کا کمزور عذر اور اس کا جواب 308
ایک اعتراض اور اس کا جواب 311
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور نکاح متعہ 311
حضرت ان زبیرؓ اور ابن عباسؓ کا مکالمہ 312
نکاح متعہ کے بار بار حلال اور حرام ہونے کی سرگزشت علماء اہلسنت کی زبانی 313
نکاح متعہ کے جائز و حلال ہونے کا اعلان بار بار کیوں ہوا؟ 314
کیا نکاح متعہ بار بار حرام بھی ہوا ہے؟ 315
نکاح متعہ بعد از زمانہ پیغمبرؐ 316
نکاح کے بارے میں اہلسنت کے تائیدی بیانات 319
نکاح متعہ کے بارے میں اہلسنت کے بارے میں اہلسنت شبیر احمد عثمانی کا دبے لفظوں میں اعتراف حقیقت 319
علماء اہلسنت کا متفقہ فیصلہ کہ نکاح متعہ کرنے والے پر حد جاری نہیں ہوتی 320
نکاح متعہ شیعہ کتب کی روشنی میں 321
نکاح متعہ میں افراط کی ممانعت 321
بازاری عورتوں سے نکاح متعہ کی سخت ممانعت 323
دائمی نکاح 325
دائمی متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد اس شخص کی وارث ہوتی ہے 326
بالغہ رشیدہ باکرہ لڑکی اور نکاح متعہ؟ 327
نکاح متعہ کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط فہمی اور اس کا ازالہ 328

محترم علمائے اہلسنت ایک نظر انصاف ادھر بھی 328
بدنام محلوں میں بیٹھنے والی عورتوں کی حوصلہ افزائی کا شرمناک الزام 330
محترم قارئین کو دعوت فکر 332

حج تمتع

حج تمتع یا متعۃ الحج قرآن وسنت کی روشنی میں 334
متعۃ الحج یا حج تمتع کیا ہے؟ قرآن اس بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟ 334
زمانہ رسالت میں حج تمتع والی آیت پر کس طرح عمل ہوتا تھا؟ 335
متعۃ الحج کی اہم بات جو اس پر پابندی کا باعث بنی 337
حضرت علیؑ کا طرز عمل 337
متعۃ الحج پر پابندی اور اہلسنت سکالر مولانا وحید الزمان کا اظہار تعجب 338
عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شامی کا متعۃ الحج کے بارے میں سوال اور ان کا دلچسپ جواب 339

تقیہ

تقیہ 342
تقیہ کا مطلب 342
تقیہ قرآن کی روشنی میں 343
تقیہ کے بارے میں دوسری آیت 344
تقیہ اور تعریض 345
تقیہ صرف کفار کے مقابلے میں ہی جائز ہے؟ 346
شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کا تقیہ 346
مولانا سید نذیر حسینؒ کا تقیہ 347
شاہ عبدالحق محدث دھلوی اور تقیہ 347
شیعوں کو تقیہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ 348
شیعوں سے حکومت کا ناروا سلوک 349
کیا تقیہ ہر حالت میں کرنا ضروری ہے؟ 351
تقیہ صرف ضرورت کے وقت جائز ہے 352

طلاق

طلاق قرآن وسنت کی روشنی میں 355
پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں طلاق دینے کا کیا طریقہ تھا؟ 356
زمانہ رسالت میں ایک شخص کا ایک بارگی تین طلاق دینا اور رسول خداؐ کی شدید ناراضگی 357
طلاق دینے کے طریقہ میں تبدیلی اور بعض علمائے اہلسنت کا اقرار حقیقت 358
مولانا وحید الزمان حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کے بارے میں لکھتے ہیں 358
علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں 359
اہل سنت محقق مولانا محمد حنیف ندوی کا عجیب غریب بیان 360

خمس

خمس کا مطلب ومفہوم کیا ہے؟ 363
خمس کیوں ادا کیا جاتا ہے؟ 364
صدقہ آل رسولؐ پر کیوں حرام ہے؟ 364
آنحضرت بنو ہاشم کو زکوٰۃ سے دور رکھنے میں کتنی احتیاط فرماتے تھے، ملاحظہ فرمائیں 365
پیغمبر اکرمؐ بنو ہاشم کو خمس دیتے تھے 366
وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد خمس کی تقسیم کیسے ہوتی تھی؟ 367
حضرت عبداللہ ابن عباس خمس کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں 368
اہلسنت محقق مولانا شبلی نعمانی کا بیان ملاحظہ ہو 369
آل رسولؐ کے بارے میں ایک متفقہ بات 370
غریب ونادار اور بے کس سید بیوہ سیدزادیاں اور ان کے یتیموں کا کیا بنے گا؟ 370
مسئلہ خمس کے بارے میں ایک اعتراض اور اس کا جواب 371
حاصل کلام 373
شیعوں کا اعزاز 373
شیعیت کے استحکام میں خمس کا کردار 373
شیعوں پر صحابہ دشمنی کا الزام اور اس کی حقیقت 375
اس الزام کی تردید خود علماء اہلسنت کی زبانی 376

دعوت فکر 377
برادران اہلسنت سے ایک سوال؟ 377
کیا شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وفات پیغمبرؐ کے بعد سوائے تین چار کے تمام صحابہ کرامؓ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے؟ 378
مسئلہ ارتداد اور اہلسنت کی دل ہلا دینے والی روایات 379
حضرت عمرؓ کا اپنے دور خلافت میں منکرین زکوٰۃ کے معاملہ پر نظر ثانی کرنا 382
روضہ کافی والی روایت پر بحث 383
یہ روایت تاریخی مسلمات کے بھی خلاف ہے 383
شیعوں کا برادرانِ اہلسنت سے شکوہ 384
مسئلہ صحابیت پر برادران اہلسنت کی شیعوں کے بارے میں غلط فہمی کی ایک بڑی وجہ 385
کیا صرف چند صحابہؓ کی تعریف کر لینے کا نام ہی صحابہؓ دوستی ہے؟ 385
صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات شیعہ کتب کی روشنی میں 386
چند غریب انصار کا شوق جہاد 386
ایک نابینا صحابیؓ کا شوق جہاد 387
شیعہ مفسر علامہ طبری بنو عذرہ کا ایمان افروز واقعہ لکھتے ہیں 388
علامہ باقر مجلسی کی زبانی صحابہ کرامؓ کی عبادت ریاضت اور خدا خوفی کا تذکرہ 388
ایک معذور صحابیؓ حضرت عمرؓ بن جموح کی شجاعت اور شہادت کا انوکھا واقعہ 389
حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ کی دردناک شہادت اور اپنی قوم کو وصیت علامہ باقر مجلسی کی زبانی 391
حضرت ابو عقیل کا خلوص بھرا واقعہ 392
حضرت سعد بن معاذؓ کا جان نثارانہ پیغام 393
ام عمارہؓ انصاریہ کی جان نثاری 393
علامہ باقر مجلسی کی زبانی ایک صحابیہ کا جوش ایمانی 394
دعوت فکر 394
حضرت ابو دجانہؓ کی شجاعت اور شہادت 395
حضرت زیادؓ بن سکن کی پُر افتخار شہادت 395

حضرت حنظلہؓ تاریخ اسلام کا انوکھا شہید جسے ملائکہ نے غسل دیا	395
جنگ احد کی تفصیل قرآن کی روشنی میں	396
شیعوں کے بارے میں ایک غلطی فہمی کا ازالہ	397
مولانا شبیر احمد عثمانی کا بیان	399
سید ابوالاعلیٰ مودودی کا بیان	400
شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کا بیان	401
جنگ سے بھاگنے والوں کی خطا اللہ تعالیٰ نے معاف کردی	401
چند مزید صحابہ کرامؓ کی جان نثاری کے نا قابل فراموش واقعات	401
حضرت انسؓ بن نضر کی پُر افتخار شہادت	402
حضرت علیؑ کا اسلامی جنگوں میں بے مثل کردار	402
جنگ احد میں زخمیوں کا ایثار	404
شیعوں کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ	405
جنگ احزاب میں سچے مومنین کی تعریف قرآن کی زبانی	406
سید علی نقی مجتہد اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں	407
سید ناصر مکارم شیرازی تفسیر نمونہ میں لکھتے ہیں	407
کمزوری دکھانے والی جماعت کے بارے میں قرآن میں	408
شیعہ کا موقف قرآن کی روشنی میں	409
بیعت رضوان سورۃ فتح کی آیات اور شیعوں کے بارے میں ایک بڑی غلط فہمی	411
صلح حدیبیہ کی مختصر روداد	411
حدیبیہ میں کس بات پر بیعت لی گئی	414
مہاجریں اولین کا مقام شیعہ کتب کی روشنی میں	416
مولانا شبلی نعمانی نے قدامہ بن مظعون کا واقعہ کیوں لکھا؟	418
اہلسنت مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں	420
صحابہ کرامؓ کا مقام آئمہ اہلبیت اور شیعہ علماء کے کلام کی روشنی میں	421
علامہ سید اسد حیدر نجفی لکھتے ہیں	421

مفسر قرآن علامہ حسنین بخش جاڑا لکھتے ہیں 422
سید محمد باقر نقوی مدیر اصلاح انڈیا لکھتے ہیں 422
محقق بہائی اپنے رسالہ اعتقادات الامامیہ میں فرماتے ہیں 422
مفتی جعفر حسین اور عظمت صحابہؓ 423
آقائے شرف الدین آملی لبنانی کا بیان 423
واقعہ کربلا میں صحابہ کرامؓ کی قربانیاں 424
شیعہ فقیہ شیخ محمد حسین نجفی مجتہد کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں 424
حضرت سلیمان بن صرد خزاعیؓ خون حسینؓ کا انتقام لینے والی پہلی جماعت کے سربراہ 426
اتنے فضائل بیان کرنے کے باوجود شیعوں پر صحابہ دشمنی کا الزام کیوں؟ 427
برادران اہلسنت کی شیعوں کے بارے میں غلط فہمی کی یاک بڑی وجہ 428
فضائل ومناف کی ضعیف روایات اور علمائے اہلسنت کے اعترافات 429
مولانا شبلی نعمانی پھر لکھتے ہیں 429
دعوت فکر 431
کیا کسی بزرگ کی شان اور مقام بڑھانے کے لیے احادیث بنائی جاسکتی ہیں؟ 431
امام احمد بن حنبل کا ایک حقیقت افروز بیان 432
ضعیف احادیث کی صرف ایک مثال ملاحظہ ہو 433
شیعوں پر تبراء بازی کا الزام اوراس کی حقیقت 435
شیعوں میں ایک انتہاء پسند جماعت کیسے پیدا ہوئی 435
بزرگان دین کو برا بھلا کہنے کی ابتداء کس نے کی 436
اعلانیہ تبراء بازی کی ابتداء کب سے ہوئی؟ 437
شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں 437
اہلسنت مورخ مفتی زین العابدین میرٹھی، تاریخ ملت میں لکھتے ہیں 438
اہلسنت حافظ اسلم جیراجپوری، تاریخ الامت مین لکھتے ہیں 438
اہلسنت اسکالر ملک غلام علی سابقہ جسٹس وفاقی شرعی عدالت کا بیان ملاحظہ 439
برسر منبر حضرت علیؑ پر تبراء بازی کتنے عرصے تک ہوتی رہی مولانا شبلی نعمانی، 4440
سیرت النبی، میں لکھتے ہیں

کیا اموی دور حکومت کے بعد تبراء بازی بالکل بند ہو گئی؟ 440
کیا حضرت علیؑ و دیگر آل رسولؐ کی توہین کا سلسلہ اب بند ہو چکا ہے؟ 441
ناصبیت کیا ہے؟ 441
عصر حاضر میں نواصب کی کارستانیاں اور علمائے اہلسنت کا اعتراف حقیقت 442
اس ناصبی گروہ کی کاروائیوں کی ایک ہلکی سی جھلک 443
شیعوں کا انتہائی صبر تحمل اور ردعمل 444
حضرت علیؑ پر سب وشتم کرنے والوں کے خلاف کون سا قانون بنایا گیا؟ 446
حافظ ابوبکر ابن العربی کی امام حسینؑ کے بارے میں توہین آمیز عبارت پر شیخ الحدیث عبداللہ رائے پوری کا مسکرا کر کتاب بند کروا دینا 447
حضرت علیؑ کی توہین کرنے والوں کے لیے علماء اہلسنت کی نرم پالیسی 449
حریز بن عثمان خارجی کا مزید تعارف اہلسنت کے ایک محدث العصر کی زبانی 450
پیغمبر اکرمؐ کی ایک مشہور حدیث کی توہین 451
توہین صحابہؓ: جرم ایک سزائیں دو آخر کیوں؟ 452
تکفیر صحابہؓ جیسا گھناؤنا جرم اور دیوبندی عالم علامہ رشید احمد گنگوہی کا افسوناک فتویٰ اہلسنت کے لیے قانون میں ترمیم اور سزا میں تخفیف کیوں؟ 453
امہات المومنینؓ کا مقام اور احترام شیعہ کتب کی روشنی میں 455
شیعہ مفسرین کے بیانات ملاحظہ ہوں 456
قرآن نے آنحضرتؐ کی بیویوں کو امت کی مائیں کیوں قرار دیا ہے؟ 457
امہات المومنین ب کے مقام و منزلت کے پیش نظر پردے کا خصوصی حکم اور شیعہ مفسر سید ناصر مکارم شیرازی 459
ام المومنینؓ حضرت عائشہؓ قصہ افک قرآن کا انکی پاک دامنی کی گواہی دینا اور شیعوں کو اس بے بنیاد واقعہ کی آڑ میں بدنام کرنے کی افسوناک سازش 460
شیعہ مذہب کا اٹل قانون کی انبیاء اور ان کے اوصیاء کی ازواج ہمیشہ پاک دامن ہوتی ہیں 461
کتابیات 464

پیش لفظ

شیعیت کا مقدمہ لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

شیعوں کے خلاف مختلف زمانوں میں گرادو، اڑادو، تباہ کردو، فنا کردو کی صدائیں بلند ہوتی رہی ہیں۔ شیعوں کے بارے میں یہ مٹادو اور انہیں ختم کردو کا نظریہ کیسے پروان چڑھا؟ جب ہم اس کے پچھلے کارفرما عوامل کا بنظر عمیق جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ سب اس غلیظ پراپیگنڈا کا ردعمل ہے جو شیعوں کے خلاف بنوامیہ اور بنوعباس کے زمانے سے تسلسل سے جاری ہے۔ شیعوں کے بارے میں یہ طرز عمل کیوں اختیار کیا گیا؟ اس کی ایک بڑی وجہ بقول ایک شیعہ عالم یہ نظر آتی ہے کہ بنوامیہ اور بنوعباس کے حکمرانوں نے جب یہ بات محسوس کی کہ ان میں بنی ہاشم جیسے فضائل و مناقب موجود نہیں ہیں جو ان کی عزت و تکریم کا سبب بن سکیں تو انہوں نے اپنے زر خرید اہل قلم سے، کبھی اپنے حق میں ویسے ہی فضائل و مناقب کی احادیث بنوائیں اور کبھی ایسی احادیث تیار کروائیں جن سے آل محمدؐ کی عزت و عظمت میں کمی واقع ہو سکے۔ جب انہیں اس سلسلے میں حسب منشاء کامیابی نصیب نہ ہو سکی تو انہوں نے ایک تیسرا حربہ استعمال کیا اور وہ یہ کہ آل محمدؐ کے ماننے والوں کے خلاف طرح طرح کی تہمتیں تراشی گئیں۔ گھٹیا اور بے بنیاد الزامات ان پر عائد کیے گئے اور ایسے عقائد شیعوں کے ذمے لگائے گئے جن سے شیعوں کا دور کا بھی تعلق نہیں تھا اور بقول سید اسد حیدر نجفی شیعوں کے خلاف ''تہمتوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا''۔ خلاف واقعہ بیانات عام ہونے لگے۔ عوام کے ذہنوں میں خود ساختہ الزامات اتارے جانے لگے اور ان الزامات کی کوئی حد بھی معین نہ کی گئی بلکہ ہر دور میں ضرورت کے لحاظ سے ویسے ہی الزام تراشے گئے۔(۱)

ملاحظہ ہو الامام الصادق والمذاہب الاربعہ جلد نمبر ا صفحہ ۲۶۱ مطبوعہ لاہور

پھر صورت یہ بن گئی کہ لوگ ان من گھڑت الزامات کو شیعہ عقائد سمجھنے لگے اور اہلسنت مصنفین ان جھوٹے الزامات کو ہی شیعہ عقائد سمجھ کر اپنی کتابوں میں درج کرنے لگ گئے اور برادران اہلسنت کی نئی آنے والی نسلوں نے شیعیت کا وہی مفہوم سمجھا جو انہیں اپنے علماء کی کتابوں میں نظر آیا چنانچہ شیعیت جو دراصل قرآن وسنت کی تعلیمات کا دوسرا نام ہے، لوگ اس کے اصل مفہوم ہی سے ناواقف ہوتے چلے گئے۔

ایسے میں شیعہ عالم اور مصنف سید نجم الدین العسکری نے درست لکھا ہے کہ

''برادران اہلسنت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ متقدمین اور متاخرین (علمائے اہلسنت) کی ایک بڑی جماعت لفظ شیعہ کے معنی سے بالکل بے خبر اور ناواقف تھی ان کو یہ تک پتہ نہیں تھا کہ شیعہ کی نشو ونما کس زمانے میں ہوئی ان کے عقائد کیا ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد کس سے حاصل کیے ہیں اور وہ اس سے بھی بے خبر تھے کہ شیعوں کے عقائد قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور ان کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ شیعوں کے اصول وفروع کیا ہیں؟ ان باتوں سے بے علم ہوتے ہوئے انہوں نے شیعوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کردی ہیں جن کا شیعہ بالکل اعتقاد نہیں رکھتے۔(۲)

شیعہ عالم سید نجم الدین العسکری کا یہ بیان بڑی حد تک حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ اکثر بڑے بڑے علمائے اہل سنت نے شیعہ کتب کو دیکھنے کی کبھی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ہم بطور مثال اہل سنت کی ایک نامور علمی شخصیت فلسفہ تاریخ کے ماہر مشہور زمانہ مورخ ابن خلدون کا بیان نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے مقدمہ تاریخ میں لکھا ہے۔شیعوں کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ

کتب شیعہ ان شہروں میں پائی جاتی ہیں جہاں ان کی

---

۲) ملاحظہ ہو علی والشیعہ ص ا، مطبوعہ ملتان، ترجمہ مفتی عنایت علی شاہ

> حکومت رہ چکی ہے۔ وہاں مشرق و مغرب اور یمن میں پائی جاتی ہیں۔(۳)

اہل سنت مصنف علامہ محمد حنیف ندوی نے شیعوں کے بارے میں ابن خلدون کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

> نہ ہم ان کے مذاہب کی تفصیلات سے آگاہ ہیں نہ ان کی کتابوں کی روایت کرتے ہیں اور نہ کوئی چیز منقولات ہی کی سی ان کی ہمارے ہاں پائی جاتی ہے۔ان کا ذخیرہ کتب صرف ان علاقوں میں ہے جہاں ان کی حکومت ہے۔(۴)

ابن خلدون کی ایک مضحکہ خیز غلطی ملاحظہ ہو:

امام محمد تقیؑ کی وفات کے حالات بیان کرتے ہوئے ابن خلدون نے لکھا ہے کہ

> ۲۲۰ھ میں انہوں نے انتقال کیا اور مقابر قریش میں دفن کیے گئے۔اثنا عشری شیعہ نے گمان کیا کہ ان کے بیٹے علی ملقب بہ ہادی امام ہوئے جو جواد کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔۲۵۴ھ میں انہوں نے انتقال کیا اور قم میں مدفون ہوئے۔(۵)

ابن خلدون کی لاعلمی ملاحظہ ہو کہ قم میں سرے سے کوئی امام دفن ہی نہیں جب اس ماہر تاریخ دان کا یہ عالم ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟

شیعوں کے بارے میں اچھے خاصے بزرگ علمائے اہل سنت تحریر و تقریر میں جس طرح بے تکی اور بے بنیاد باتیں کہہ جاتے ہیں۔اس کی وجہ واقعاً یہی ہے کہ ان لوگوں نے زندگی بھر شیعہ عقائد کی کتب کو دیکھنے کی کبھی زحمت ہی گوارا نہیں کی ہوتی۔

---

۳) ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ج ا ص ۳۴۲، مطبوعہ کراچی

۴) ملاحظہ ہو افکار ابن خلدون ص ۱۹۵، طبع لاہور

۵) ملاحظہ ہو "تاریخ ابن خلدون" ج ۵ ص ۸۷ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

اس سلسلے میں ہم برصغیر پاک و ہند کے ایک جید دیو بندی عالم اور مصنف مولانا محمد منظور نعمانی کا ایک بیان نقل کرتے ہیں۔ ایران میں اسلامی انقلاب کی حمایت تمام اسلامی مکاتب فکر کے لوگوں نے کی۔ یہ بات مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی طبیعت پر گراں گزری اور اس کے خلاف انہوں نے ایک کتاب لکھ ڈالی اس میں لکھتے ہیں کہ:

''راقم سطور اس واقعی حقیقت کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ ہمارے عوام اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات اور صحافیوں اور دانشوروں کا کیا ذکر ہم جیسے لوگ جنہوں نے دینی مدارس اور دارالعلوموں میں دینی تعلیم حاصل کی ہے اور عالم دین کہے اور سمجھے جاتے ہیں عام طور پر شیعہ مذہب کے بنیادی اصول و عقائد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ سوائے ان کے جنہوں نے کسی خاص ضرورت سے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہو۔ خود اس عاجز راقم سطور کا یہ حال ہے کہ اپنی مدرسی تعلیم اور اس کے بعد تدریس کے دور میں بھی شیعہ مذہب سے اس سے زیادہ واقف نہیں تھا جتنا عام پڑھے لکھے لوگ واقف ہوتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اس کو واقفیت سمجھنا ہی غلط ہے''۔(٦)

اس کے بعد یہ دیو بندی عالم لکھتے ہیں کہ پھر میں نے قاضی احتشام الدین مراد آبادی اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کی مذہب شیعہ کے خلاف لکھی گئی کتب پڑھیں۔ اس کے بعد میں سمجھنے لگا کہ میں شیعہ مذہب سے واقف ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔

مولانا منظور احمد نعمانی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اب میری عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی ہے اور ساتھ اپنی خرابی صحت کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایسی حالت میں اور عمر کے اس حصے میں انہیں شیعیت کے خلاف لکھنے کا شوق پیدا ہوا لیکن تقریباً وہی باتیں جن کا متعدد بار اور صدیوں سے شیعہ علماء جواب دیتے چلے آرہے ہیں۔ کچھ وہی جھوٹے اور بے بنیاد

---

(٦) ''ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت'' از مولانا محمد منظور نعمانی ص ۲۱ مطبوعہ لاہور

الزامات اور کچھ کمزور روایات کچھ ادھر ادھر سے سنے سنائے اور اپنا دل بہلانے والے قصے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی سال تک یہ سکّے بند دیوبندی مولانا صاحب شیعہ مذہب سے ناواقف رہے لیکن دوسرے علماء کی طرح مذہب شیعہ کے خلاف معاشرے میں انہوں نے کتنی غلط فہمیاں پھیلائی ہوں گی اور کتنے لوگ ان سے متاثر ہوئے ہوں گے۔ (۷)

اسی طرح ماضی قریب کے نامور مصنف احمد امین مصری نے اپنی کتاب فجر الاسلام میں بہت ساری بے بنیاد اور غلط باتیں شیعہ مذہب سے منسوب کر دیں اور جب یہی احمد امین ایک ثقافتی وفد کے ہمراہ عراق کے دورے پر گئے وہاں یہ وفد شیعہ علماء سے بھی ملا۔ اس سلسلے میں آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطاء لکھتے ہیں کہ جب یہ وفد میرے ہاں آیا تو میں نے دبے لفظوں میں اور انتہائی نرم لہجے میں ایسی بے بنیاد باتیں لکھنے کا شکوہ کیا تو احمد امین مصری نے جو سب سے بڑا عذر پیش کیا۔ وہ یہی تھا کہ شیعیت کے بارے میں ''عدم واقفیت اور کتابوں کی قلت''۔ (۸)

علمائے اہل سنت کی مذہب اہل بیتؑ سے عدم واقفیت کا افسوسناک قصہ کافی طویل ہے لیکن ہم صرف ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ مفکر امیر جماعت اسلامی کا ایک بیان نقل کر کے بات آگے بڑھاتے ہیں۔ کسی شخص نے امیر جماعت اسلامی مولانا

(۷) واضح رہے کہ قاضی احتشام الدین کتاب نصیحۃ الشیعہ کے جواب میں شیعہ علماء نے روشنی اور انتصار الشیعہ نامی کتب لکھ کر قاضی صاحب کے الزامات کو غلط ثابت کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ مولانا عبدالشکور کی کتب کا جواب بھی شیعہ علماء نے مدلل انداز میں دے دیا تھا اور یہ ثابت کیا تھا کہ یہ لوگ شیعہ مذہب کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔

(۸) ملاحظہ ہو ''اصل و اصول شیعہ'' ص ۱۲، مطبوعہ لاہور

مودودی سے بخاری شریف کتاب الفتن میں موجود آنحضرتؐ کے بارہ خلفاء والی حدیث کی بابت سوال کیا تو مولانا مودودی جواباً لکھتے ہیں:

''حضرات شیعہ کی کتب احادیث پر تو میری نگاہ نہیں ہے کہ میں ان کے بارے میں یقین کے ساتھ کوئی بات کہہ سکوں''۔(۹)

جب خواص کا یہ عالم ہے تو عوام الناس بے چاروں کو تو معذور ہی سمجھنا چاہئیے

شیعہ عالم آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطاء اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مصیبت یہ ہے کہ شیعوں کے متعلق لکھنے والے عام طور پر ابن خلدون بربری اور احمد بن عبدر بہ اندلسی جیسے دور افتادہ خامہ فرساؤں کو ماخذ قرار دیتے ہیں نیز عصر حاضر کے قلمکار روشن خیالی کے زعم میں ولز اور ڈوزی وغیرہ کو حجت سمجھتے ہیں مگر کوئی خدا کا بندہ شیعوں کے علمی ذخیرے کی جانب توجہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔نتیجہ یہ کہ جب کوئی شیعہ ان افاضل (اہل سنت) کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے اپنے بارے میں اسی قسم کی تک بندیاں دکھائی دیتی ہیں''۔(۱۰)

شیعوں کے خلاف تحریر وتقریر کے ذریعے جو افسوسناک طرز عمل اختیار کیا جاتا رہا ہے۔اس پر ایک اہل سنت مصنف علامہ حامد حنفی داؤد مصری کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔وہ لکھتے ہیں کہ

مذہب شیعہ کے مخالفین "حاطب اللیل" (سچ جھوٹ میں تمیز نہ کرنے والا) کی طرح ہیں۔انہوں نے ہر قسم کی رطب و یابس روایات اکٹھی کر کے مذہب شیعہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں بدنیتی کا پہلو یہ ہے کہ مذہب شیعہ کو بدنام کرنے کے لیے نصیریہ حلولیہ اور کیسانیہ کے عقائد کو بھی شیعوں کے سر تھوپ دیا گیا

---

۹) رسائل ومسائل ج ۳، ص ۷۰، ۳ طبع لاہور

۱۰) اصل واصول شیعہ ص ۳۲ شائع کردہ رضا کار بک ڈپو لاہور

ہے۔ایسے غیر ذمہ دار عناصر بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں
اوران کی نادانیاں ملت اسلامیہ میں تفرقہ کو جنم دے رہی ہیں۔(۱۱)

لیکن ان ساری تلخیوں اور خرابیوں کے باوجود بیسویں صدی میں مصر٬ ایران اور عراق کے بعض مخلص اور دردمند علماء کی کوششوں سے شیعہ سنی اور باقی اسلامی فرقوں میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی طرف توجہ دی گئی اور تمام فرقوں کو قریب لانے کے لیے جماعت التقریب بین المذاهب السلامیه کا وجود عمل میں لایا گیا۔علمائے مصر میں سے امام حسن البناء نے آج سے نصف صدی قبل شیعہ مرجع آیت اللہ کاشانی سے ملاقاتیں کیں۔اسی طرح آقائے شیخ محمد تقی قمی کئی دفعہ اخوان المسلمین کے مرکز میں تشریف لے گئے اور تنظیم فدایان اسلام کے سربراہ نواب صفوی نے بھی عرب ممالک کے دورے کئے۔ان علماء کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے ایک دوسرے کے موقف کو بخوبی سمجھا اور شیخ الازھر جناب شیخ محمود شلتوت نے شیعیت کے بارے میں ایک تاریخی فتویٰ صادر فرمایا۔جس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

ان مذهب الجعفريه المعروف بمذهب الشيعه الاثنىٰ عشرية يجوذ التعبدبه شرعاً كسائر مذاهب اهل السنة فينبغى للمسلمين ان يعرفوا ذلک و ان يتخلصوا من المصيبة بغير حق لمذاهب معينة فما كان دين الله و ما كانت شريعة بتابع لمذهب معين او مقصورة على مذهب فالكل مجتهدون مقبولون عند الله تعالىٰ

مذہب شیعہ اثنا عشریہ کے نام سے مشہور مذہب جعفریہ ایسا مذہب ہے جسے اہل سنت کے باقی مذاہب کی طرح شرعاً اختیار کیا جاسکتا ہے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ یہ چیز سمجھیں اور کسی مذہب کے ساتھ ناحق تعصب کرنے سے خود کو پاک کریں۔اللہ کا دین اور اس

---

۱۱) سید صادق صدر کی کتاب ''شیعہ الامامیہ'' پر ڈاکٹر حنفی داؤد کا مقدمہ ص۱۲ طبع لاہور

اوراس کی شریعت کسی ایک مذہب کے تابع اور کسی ایک مذہب میں منحصر نہیں ہے۔ سب مجتہد ہیں اوراللہ کی بارگاہ میں مقبول ہیں''۔(۱۲)

اس کے علاوہ بعض دیگر عرب علماء نے بھی شیعہ مذہب کے مطالعہ اور اسے سمجھنے کے بعد اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر اسلام محمود مصری نے اپنے مقالہ "الشیعہ والسنۃ" میں بہت سارے جید علمائے اہل سنت کے بیانات نقل کیے ہیں جنہوں نے شیعہ کتب کا مطالعہ کیا، حقائق کو سمجھا، اختلافی مسائل کو خود شیعہ علماء سے دریافت کیا اور اصل حقیقت واضح ہونے کے بعد ان باتوں کو تحریر میں لائے جن سے اہل سنت عوام کی غلط فہمیاں دور ہوسکیں۔ ان علماء میں ڈاکٹر مصطفیٰ، استاد محمد علی ضناوی، استاد فتحی یکن، شیخ غزالی، ڈاکٹر صبحی صالح، ڈاکٹر عبدالکریم زیدان، مفکر اسلام انور الجندی، استاد ڈاکٹر عرفات، استاد سمیع عاطف الدین، استاد احمد ابراہیم بیگ تربیتی کالج جامع الازہر کے پرنسپل اور بین الاقوامی ادارہ تحقیقات علم الاجتماع کے ممبر ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ خود برصغیر پاک و ہند کے کئی علمائے اہل سنت نے شیعہ کتاب کے مطالعہ کے بعد شیعوں کے سر تھوپے گئے بعض افسوسناک اور من گھڑت الزامات کی کھلے دل سے تردید کر دی ہے مثلاً شیعوں کے بارے میں آج تک یہ غلط فہمی پھیلائی جاتی رہی ہے کہ وہ اس قرآن کو نہیں مانتے حالانکہ شیعہ گھروں اور مساجد میں اسی قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ ہندی نے اپنی کتاب اظہار الحق (۱۳) میں علامہ حافظ اسلم جیراجپوری سابق استاد جامع ملیہ دھلی نے

(۱۲) اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ڈاکٹر اسلام محمود مصری کا مقالہ ''الشیعہ والسنہ'' ص ۲۶ تا ص ۲۷ شائع کردہ جامعۃ المعارف اسلامیہ جی ٹی روڈ پشاور (ڈاکٹر اسلام محمود مصری کا یہ مقالہ مجلّہ المختار الاسلامی مصر قاہرہ شمارہ ۲۹ جلد ہفتم جمادی الاول ۱۴۰۱ھ میں شائع ہوا اور اس کی تلخیص و ترجمہ پاکستان میں چھپ چکا ہے۔)

(۱۳) اظہار الحق کا اردو ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' تین جلدوں میں کراچی سے چھپ چکا ہے۔ اس کی ج ۳، ص ۹ تا ۱۳ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

تاریخ القرآن (۱۴) میں شیخ التفسیر جامع اسلامیہ بہاول پور نے اپنی کتاب علوم القرآن (۱۵) میں بہت ساری شیعہ تفاسیر واحادیث اور عقائد کی کتابوں سے شیعہ علماء کے اقوال نقل کیے ہیں اور تسلیم کیا ہے کہ شیعہ بھی واقعی اسی قرآن کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح اہل سنت مانتے ہیں۔ ان کے علاوہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد (۱۶) نے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی علماء اہل سنت کو بھی ہمت دے کہ وہ یہ حقیقت سادہ لوح عوام کو بھی بتائیں تاکہ امت کو جوڑنے کے اسباب پیدا ہوں۔

شیعوں کے ساتھ ایک زیادتی یہ بھی کی جاتی ہے کہ عبداللہ ابن سبا جیسی خیالی اور فرضی شخصیت کو شیعیت کا بانی کہا جاتا ہے لیکن کئی علمائے اہل سنت نے خود ہی اس الزام کی تردید کردی ہے مثلاً ابوزہرہ مصری نے اپنی کتاب مذاہب اسلامیہ میں شیعوں کا مؤقف درست تسلیم کیا ہے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری نے بڑے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ یہ ابن سبا محض فرضی شخصیت ہے جسے شیعوں کے مخالفین نے انہیں بدنام کرنے کے لیے تخلیق کیا ہے اور جو کچھ بیان کیا جاتا ہے، حقائق اس کے برعکس ہیں۔ یہ بھی ایک مثبت قدم ہے۔ (۱۷)

دیگر مسائل مثلاً نکاح متعہ اور تقیہ وغیرہ کے بارے میں بھی ہماری علمائے اہل سنت سے اپیل ہے کہ وہ اصل حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں نہ نکاح متعہ اس طرح ہے جیسے علمائے اہل سنت نے سمجھ رکھا ہے بلکہ نکاح متعہ کے بعد عورت کو باقاعدہ عدت گزارنا پڑتی ہے جس طرح دائمی نکاح میں ہوتا ہے۔ اسی طرح تقیہ کا مفہوم بھی وہ نہیں جو سادہ لوح عوام کو بتا کر شیعوں کو بدنام کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں شیعوں کو خوب بدنام کیا جاتا ہے حالانکہ شیعہ صحابہ کرام کو وہی مقام دیتے ہیں اور ان کی اسی طرح عظمت و بزرگی کے قائل ہیں جو قرآن اور مستند

---

۱۴) تاریخ القرآن ص۶۲ تا ۶۷ پر شیخ صدوق سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیخ حر عاملی ملا محسن سید العلماء سید حسین، ملا صادق شرح کلینی قاضی نوراللہ شوستری اور سید دلدار علی مجتہد کے بیانات نقل کیے گئے ہیں۔

۱۵) علوم القرآن ص۱۳۴ تا ۱۳۶ پر بہت سارے شیعہ علماء کے بیانات موجود ہیں۔

۱۶) ''شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت'' ص۲۲ مؤلفہ ڈاکٹر اسرار احمد مطبوعہ لاہور

۱۷) ملاحظہ ہو ''حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں'' ص۱۴۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

احادیث سے ثابت ہے۔ آج شیعوں کے خلاف سادہ لوح عوام کو بھڑکانے والے مفتیان دین سے ہم پوچھتے ہیں کہ جب بنو امیہ کے سیاہ دور میں جمعہ کے خطبوں میں منبروں سے (خاندان رسالت خصوصاً) حضرت علیؑ کو جس طرح گالیاں دی جاتی تھیں اور تمام لوگوں سے بھی یہ عمل کروایا جاتا تھا۔ اس وقت آپ کی زبانوں پر کیوں تالے لگے ہوئے تھے۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ اس وقت آپ کی کچھ مجبوریاں ہوں گی لیکن امام بخاری کی کیا مجبوری تھی کہ انہوں نے حریز بن عثمان جیسے بدزبان اور کٹر خارجی کو قابل وثوق سمجھ لیا اور اس سے روایات لیتے رہے؟ حالانکہ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ بدبخت ہر نماز کے بعد ستر مرتبہ گن کر اور حضرت علیؑ کا نام لے کر ان پر تبرا کیا کرتا تھا۔ بات لمبی نہ ہو جائے ہم عصر حاضر کی طرف آتے ہیں۔ کراچی سے شمائل علی لکھ کر حضرت علیؑ کی توہین کرنے والے کے خلاف کونسی سزا تجویز کی گئی۔ خلافت راشدہ جیسی بدنام زمانہ کتاب جس میں نہ صرف جی بھر کر حضرت علیؑ کی توہین کی گئی بلکہ انہیں چوتھا خلیفہ ماننے سے بھی انکار کیا گیا ہے۔ پھر اسی مصنف نے ''سادات بنی رقیہ'' نامی کتاب لکھ کر خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؑ کی توہین کی اور ان کے بارے میں نازیبا کلمات لکھے۔ اس دریدہ دہن کے بارے میں کونسا قانون بنایا گیا۔ ہم یہ بات دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر شروع میں ہی آل رسولؐ کی توہین کرنے والوں کو لگام دی جاتی تو شیعوں میں بھی وہ جذباتی گروہ وجود میں نہ آتا جس کی شکایت ہمارے اہل سنت بھائی کرتے ہیں۔ آج بھی اگر ان لوگوں کو آل رسولؐ کی توہین سے روک لیا جائے تو دوسری طرف سے بھی جوابی کاروائی نہیں ہوگی۔

آخری بات یا آخری تیر جو شیعوں کے خلاف چلایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی کے متعلق ایسا زہر سادہ لوح لوگوں کے ذہنوں میں شیعوں کے خلاف بھرا جاتا ہے جس کے تصور سے بھی ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کی روح بھی کانپ اٹھتی ہے۔ بعض نادان مقرر بڑے فخر سے شیعوں کو سنا سنا کر یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن نے ام المؤمنین کی عفت و پاکدامنی کی گواہی دی ہے۔ ہماری تمام برادران اہل سنت سے استدعا ہے کہ وہ ذرا شیعہ موقف کو بھی سمجھیں کہ جو ان نادان مقررین کی تقریر کا آخری نقطہ ہوتا ہے۔ شیعہ یہاں سے امہات المؤمنین کی شان کی ابتداء کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک شیعہ عالم شیخ محمد طٰہٰ نجفی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا قصہ افک سے عملاً پاکدامن ہونا واجب ہے جس کا مستقل طور پر عقل حکم دیتی ہے کیونکہ انبیاء کا ادنیٰ سے ادنیٰ عیب ناک بات سے

پاک ہونا لازم ہے اور بخدا ہم تو ام المؤمنین حضرت عائشہ کی برات کے لیے کسی دلیل کے محتاج نہیں اور کسی قسم کے عیب والزام کو حضرت عائشہؓ اور ان کے علاوہ دیگر ازواج انبیاء واوصیاء پر اس قسم کی کسی بات کو جائز نہیں جانتے۔(۱۸)

ہم شیعہ تو فقط یہ کہتے ہیں کہ جب تمام امہات المؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ قرآن یہ حکم دے دیا تھا کہ "وقرن فی بیوتکن" یعنی تم اپنے گھروں میں بیٹھی رہو (سورہ احزاب) تو پھر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے لیے بھی باقی امہات المؤمنین کی طرح اس حکم کی پابندی لازم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب ام المؤمنین اس آیت کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا۔

آخر میں ہماری اپنے اہل سنت بھائیوں سے گذارش ہے کہ وہ شیعوں کے بارے میں ان بے سروپا الزامات اور اتہامات پر اعتماد نہ کریں بلکہ اپنی تحقیق سے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں اور علمائے اہلسنت سے بھی ہماری اپیل ہے کہ وہ شیعوں کے بارے میں محض سنی سنائی باتوں کو آگے پہنچانے والی پالیسی کو چھوڑیں کیونکہ ان باتوں سے نہ شیعیت کی ترقی رک سکی ہے اور نہ ہی شیعہ ختم ہو سکے۔اب وہ زمانہ گیا جب شیعہ مذہب کو ابن سبا کا مذہب قرار دے کر اس کی توہین کی جاتی تھی۔

شیعہ مذہب تو اتنا مستند ہے کہ اس کی تصدیق ہزاروں کتب اہل سنت سے ہو سکتی ہے۔اس کے علاوہ آج امت مسلمہ جس قسم کی صورتحال سے دوچار ہے۔اس میں بقول محترم خادم جعفری ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم دنیا والوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ

مذہب اسلام میں تو کوئی حد بندی نہیں کوئی شیعہ کوئی سنی کوئی دیوبندی نہیں لیکن یہاں بدقسمتی سے مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے۔اس کی ایک وجہ صرف یہی نظر آتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے موقف سے آگاہ نہیں۔ دیوبندی اور بریلوی ایک دوسرے کو غلط کہہ رہے ہیں۔ اہل حدیث ان دونوں کو غلط کہہ رہے ہیں اور ان دونوں کا اہل حدیث کے بارے میں یہی نظریہ ہے۔ رہے شیعہ تو ان کی تو تصویر ہی عجیب سی بنا کر عوام کے ذہنوں میں بٹھا دی گئی ہے حالانکہ مذہب شیعہ قرآن وسنت سے جس طرح ثابت ہے وہ سب کچھ ہم نے برادران اہلسنت کی مستند کتب تفاسیر واحادیث کی روشنی میں بیان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

احقر حسین الامینی

---

۱۸) "ارشاد الامہ" ترجمہ فصول المہمہ ص ۲۲۱ ترجمہ مفتی عنایت علی شاہ مطبوعہ ملتان

لفظ شیعہ کے بارے میں ایک ضروری وضاحت

ہماری بول چال میں جونہی کوئی آدمی کہتا ہے کہ فلاں شخص شیعہ ہے تو سننے والے کے ذہن میں فوراً یہ بات آتی ہے یا وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ وہ شخص حضرت علیؑ اوران کی اولاد کا ماننے والا ہے حالانکہ شیعہ کے معنی تو پیروکار یا گروہ وغیرہ کے ہیں۔ یہ لفظ صرف حضرت علیؑ اوران کی اولاد کے پیروکاروں کے لیے کیوں مخصوص ہوکر رہ گیا ہے؟اس کی وضاحت آئندہ صفحات میں کی جائے گی۔

شیعہ کس زبان کا لفظ ہے؟

شیعہ عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ قرآن، حدیث اور تاریخ میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔شیعہ کی جمع ''شیع'' اور ''اشیاع'' آتی ہے اور شیعہ کی اصل اور بنیاد مشایعت ہے جس کے معنی ہیں پیچھے جانا۔متابعت کرنا۔

لفظ شیعہ کے معنی کیا ہیں؟

علمائے لغت نے لفظ شیعہ کے دو قسم کے معنی لکھے ہیں:

۱۔ شیعہ کے لغوی معنی

۲۔ شیعہ کے عرفی یعنی مشہور و معروف معنی

پہلے ہم لفظ شیعہ کے لغوی معنی پر غور کرتے ہیں۔اس کے بعد لفظ شیعہ کے عرفی معنی جو عام طور پر مشہور ہو چکے ہیں اس کی وضاحت کریں گے۔ جہاں تک لفظ شیعہ کے لغوی معنی کا تعلق ہے علمائے لغت نے لفظ شیعہ کے یہ

معانی لکھے ہیں:

ا۔ گروہ، پیروکار، محبّ، مددگار، جیسا کہ عربی کی مشہور لغت قاموس میں لفظ شیعہ کی بحث میں لکھا ہے۔

شیعۃ الرجل بالکسر اتباعہ و انصارہ(۱)

ترجمہ: شیعہ کسی شخص کے پیروکار اور مددگار کو کہتے ہیں۔

اسی طرح عربی کی دوسری لغت ''المنجد'' میں لکھا ہے **شیعۃ الرجل بالکسر اتباعہ و انصارہ** یعنی کسی مرد کے شیعہ ان کو کہتے ہیں جو اس کی اتباع یا پیروی کریں اور اس کے مددگار ہوں۔

مولانا وحید الزمان خان حیدرآبادی لفظ شیعہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اصل میں شیعہ گروہ کو کہتے ہیں'' پھر تھوڑا آگے لکھتے ہیں:
جو شخص کسی کی مدد کرے اور اس کی جماعت میں شریک ہو جائے وہ اس کا شیعہ کہلائے گا۔(۲)

علامہ راغب اصفہانی نے لفظ شیعہ کے حسب ذیل معنی لکھنے ہیں۔

''الشیعۃ'' وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے اردگرد پھیلے رہتے ہیں۔ شیعۃ کی جمع شیع و اشیاع آتی ہے۔

قرآن میں ہے: **''فان من شیعتہ لابراھیم''**

اور ان ہی یعنی نوح علیہ السلام کے پیروؤں میں ابراہیم تھے۔(۳)

---

۱) ملاحظہ ہو ''قاموس'' ج ۳، ص ۴۷ مطبوعہ مصر ۱۹۳۳

۲) لغات الحدیث کتاب ''ش''، ص ۱۶۲، ج ۲، شائع کردہ میر محمدی کتب خانہ کراچی

۳) مفردات القرآن ج ۱، ص ۵۶۳ مطبوعہ لاہور ترجمہ شیخ الحدیث مولانا عبداللہ فیروز پوری

مولانا مفتی محمد شفیع سورہ حجر آیت نمبر ۱۰ میں لفظ شیعہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الشیع جمع ہے شیعہ کی جس کے معنی کسی شخص کے پیروکار اور مددگار کے بھی آتے ہیں۔(۴)

مقدمہ ابن خلدون عربی طبع مصر ص۱۹۴ پر مرقوم ہے:

اعلم ان الشیعة لغة هم الصحب و الاتباع

مولانا راغب نے اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے:

دیکھئے لُغت کے اعتبار سے شیعہ رفقاء اور پیروکاروں کو کہتے ہیں۔(۵)

خلاصہ بحث:

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جس طرح اردو اور انگریزی میں دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

۱۔ گروہ (GROUP)

۲۔ پارٹی (PARTY)

ان دونوں الفاظ کا مطب گروہ بنتا ہے یہ الفاظ خود نہ ہی اچھے ہیں نہ بُرے لیکن جب یہ کہا جائے کہ یہ شخص فلاں گروپ (GROUP) یا پارٹی (PARTY) سے تعلق رکھتا ہے اگر وہ گروپ یا اس کا سربراہ نیک اور با اصول آدمی ہوگا تو اس گروپ یا پارٹی میں شامل ہونے والا شخص نیک گروپ کا فرد شمار ہوگا اگر اس گروپ یا پارٹی کا سربراہ بدنام اور بے اصول آدمی ہوگا تو اس گروپ میں شامل ہونے والا بھی اسی طرح متصور ہوگا۔

---

۴) تفسیر معارف القرآن ج ۵، ص ۲۷۳ مطبوعہ دہلی ایضاً ص ۲۸۵ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

۵) مقدمہ ابن خلدون اردو ص ۲۶۳، ج ا شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

قرآن میں لفظ شیعہ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے؟

قرآن میں لفظ شیعہ عام طور پر گروہ اور پیروکار کے معنی میں آیا ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ (الحجر آیت ۱۰)

اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت سے گروہوں میں بھیجا تھا۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا (انعام آیت ۱۵۹)

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

سورہ قصص میں آیا ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (القصص آیت ۴)

فرعون ملک (مصر) میں (بہت) بڑھ چڑھ رہا تھا اور اس نے وہاں کے لوگوں کے الگ الگ گروہ قرار دیئے تھے۔ (ملاحظہ ہو ترجمہ شمس العلماء حافظ نذیر احمد مطبوعہ نولکشور لکھنو ۱۳۴۰ھ)

قرآن میں وہ مقام جہاں انبیاء اور ان کے پیروکاروں کیلئے لفظ شیعہ استعمال ہوا ہے

سورہ الصفت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ (۷۹) اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۸۰ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (۸۱) ثُمَّ اَغْرَقْنَا

الْاٰخَرِیْنَ (۸۲) وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ (۸۳)

(الصّٰفّٰت ۷۹ تا ۸۳ پ ۲۳)

نوح پر سلام ہو عالمین والوں میں۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کر دیا اور نوحؑ کے طریقہ والوں میں سے ابراہیمؑ بھی تھے۔ (ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی)

مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم ''ان من شیعتہ لابراھیم'' (کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''شیعۃ عربی زبان میں اس گروہ یا جماعت کو کہتے ہیں جس کے افراد بنیادی نظریات اور طور طریق میں یکساں ہوں اور یہاں ظاہر یہی ہے کہ شیعۃ کی ضمیر حضرت نوحؑ کی طرف راجع ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنے پیش رو نبی حضرت نوح علیہ السّلام کے طریقے پر تھے''۔ (۶)

اسی طرح شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور مولانا وحید الزمان کا جو مشترکہ ترجمہ شائع ہوا ہے، اس میں سورہ الصفت کی اس آیت ۸۳ میں وارد لفظ شیعہ کا ترجمہ ایک بزرگوار نے تابع اور دوسرے نے لفظ شیعہ کا ترجمہ ''راہ پر چلنے والے'' کیا ہے۔ (۷) اور شمس العلماء حافظ نذیر احمد نے اس آیت میں لفظ شیعہ کا ترجمہ ''طریق پر چلنے'' کیا ہے۔ (۸)

---

۶) تفسیر معارف القرآن ج ۷، ص ۴۴۷ مطبوعہ دہلی ایضاً مطبوعہ کراچی

۷) ملاحظہ ہو قرآن مجید مع تفسیر اشرف الحواشی مطبوعہ لاہور

۸) ملاحظہ ہو قرآن ترجمہ شمس العلماء حافظ نذیر احمد مطبوعہ نولکشور لکھنو ۱۳۴۰ء۔

دوسری آیت سورہ قصص کی ہے جب حضرت موسیٰ شہر میں داخل ہوتے ہیں دو آدمی لڑ رہے ہوتے ہیں ایک آپ کا پیروکار تھا دوسرا مخالف۔ آپ کے پیروکار نے آپ سے مدد طلب کی قرآن کے الفاظ یوں ہیں:

وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا
رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ زق هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ج
فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ لا

(سورہ قصص آیت ۱۵)

اور آیا (موسیٰ) شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہوئے تھے وہاں کے لوگ۔ پھر پائے اس نے دو مرد لڑتے ہوئے یہ ایک اس کے رفیقوں میں سے اور یہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے۔ پھر فریاد کی اس سے اس نے جو تھا اس کے رفیقوں میں اور دوسرے اس کے دشمنوں میں (ترجمہ شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی)

واضح رہے کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے لفظ شیعہ کے معنی ''رفیق'' لکھے ہیں اور رفیق بھی دوست کو کہتے ہیں مولانا مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ وہ زمانہ تھا جب موسیٰ نے اپنی نبوت اور رسالت اور دین حق کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ اس کے نتیجہ میں کچھ لوگ ان کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے تھے جو ان کے متبعین کہلاتے تھے۔ من شیعتہ کا لفظ اس پر شاھد ہے''۔ (۹)

مفتی محمد شفیع صاحب کے بیان سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ حضرت موسیٰ کے متبعین کہلاتے تھے وہی شیعہ تھے۔ اس کے علاوہ قرآن کی مندرجہ بالا متعدد آیات

---

۹) تفسیر معارف القرآن ج ۶، ص ۶۲۲ مطبوعہ دی ایفا مطبوعہ کراچی

ہے۔ واضح ہو گیا کہ لفظ شیعہ کا مطلب گروہ، پیروکار، طریق پر چلنے والے اور راہ پر چلنے والے کا ہے اس طرح پیغمبر اکرم کی متعدد احادیث میں لفظ شیعہ آیا ہے اس کا مطلب بھی گروہ، پیروکار اور طریق پر چلنے والا ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں بیان ہو گا۔

لفظ شیعہ کے عرفی یعنی مشہور و معروف معنی حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے پیروکار کے ہیں۔

لفظ شیعہ کے عرفی یعنی مشہور و معروف معنی علمائے لغت نے جو لکھے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب قاموس لکھتے ہیں:

و قد غلب هذا الاسم على كل من يتولى عليًّا و اهلبيته حتّٰى صارلهم اسم خاصا۔(۱۰)

یہ نام (شیعہ) غالب آ گیا ہے ہر اس آدمی پر جو حضرت علیؑ اور ان کے اہلبیت سے محبت رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ ان کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

النھایہ لابن اثیر کی عبارت ملاحظہ ہو:

الشيعة قد غلب هذا الاسم على كل من يزعم انه تتولى عليًّا و اهل بيته حتى صارلهم اسما خاصا(۱۱)

''شیعہ نام ہے ان لوگوں کا جو حضرت علیؑ اور ان کے اہلبیت سے عقیدت کا دعوی کرتے ہیں اور یہ لفظ ان لوگوں کا

---

۱۰) ملاحظہ ہو قاموس ج ۳، ص ۴۷ مطبوعہ مصر نیز لسان العرب ج ۲، ص ۱۸۹

۱۱) ملاحظہ ہو النھایہ لابن اثیر ج ۲، ص ۵۱۹

نام بن گیا ہے''۔

مولانا وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں:

''اصل میں شیعہ گروہ کو کہتے ہیں اب اس کا استعمال ان لوگوں کے لئے کیا جاتا ہے جو حضرت علیؑ سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کے اہلبیت سے''۔(۱۲)

مقدمہ تاریخ عربی میں علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

و یطلق فی عرف الفقهاء و المتکلمین من الخلف و السلف علٰی اتباع علٰی و بنیه رضی اللّٰه عنه(۱۳)

''اگلے پچھلے فقہا اور اہل کلام کی اصطلاح میں اس لفظ کا اطلاق علیؑ اور ان کی اولاد کے پیروکاروں پر ہوتا ہے''۔(۱۴)

حضرت علیؑ اور ان کے پیروکاروں کو شیعہ کیوں کہتے ہیں؟

لفظ شیعہ کے بارے میں علمائے لغت اور برادران اہلسنت کے دیگر جید علماء کے بیانات نقل ہو چکے ہیں کہ شیعہ گروہ طریقہ پر چلنے والے اور پیروکار وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ لفظ شیعہ کے عرفی یعنی مشہور معنی تمام علمائے لغت نے جو کچھ لکھے ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ گویا لفظ شیعہ کا مطلب ہی یہ بن چکا ہے کہ جو شخص حضرت علیؑ اور ان کے اہلبیت سے محبت رکھے' ان کی پیروی کرے اور ان کے طریقے پر چلے۔ یہ بات ہر شخص کو دعوت فکر دیتی ہے کہ لفظ شیعہ حضرت علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ کے پیروکاروں کے لیے کیوں مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ اس سلسلے میں جب

---

۱۲) لغات الحدیث کتاب ''ش'' ج ۲' ص ۱۶۲ شائع کردہ میر محمد کتب خانہ کراچی

۱۳) مقدمہ ابن خلدون عربی ص ۱۹۶

۱۴) مقدمہ ابن خلدون ترجمہ مولانا راغب رحمانی ج ۱ ص ۳۶۳ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

ہم پیغمبر اکرمؐ کی احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کا جواب آسانی سے مل جاتا ہے کہ یہ نام یعنی شیعہ تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے پیروکاروں کو دیا ہے۔

خود پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے پیروکاروں کو شیعہ کہا ہے اور انہیں جنت کی بشارت دی ہے:

برادران اہلسنت کے جید عالم مولانا عبید اللہ امرتسری نے حضرت علیؑ کی سوانح عمری ارجح المطالب فی مناقب اسد اللہ الغالب (۱۵) میں آنحضرتؐ کی وہ بہت ساری احادیث اکٹھی لکھی ہیں جن میں نبی کریمؐ نے حضرت علیؑ کے پیروکاروں کو شیعہ کا لقب دیا ہے اور انہیں جنت کی بشارت دی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عن جابر بن عبد اللّٰہ قال کنا عند النبیؐ فاقبل علیؑ فقال النبیؐ و الذی نفسی بیدہ ان هذا و شیعته فهم الفائزون یوم القیٰمة و نزلت ان الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت اولٰئك هم خیر البریة

"جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآبؐ کے حضور میں حاضر تھے کہ جناب امیر حضرت علیؑ تشریف لائے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ یہ (حضرت علیؑ) اور اس کے شیعہ پس وہی قیامت کے روز جنت کے رفیع درجوں میں پہنچنے والے ہیں اور اسی حالت میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے ہیں۔ وہی لوگ سب خلقت سے اچھے ہیں۔ (اخرجہ

---

۱۵) ارجح المطالب فی مناقب اسد اللہ الغالب ص ۶۵۷ تا ۶۵۹ طبع قدیم مطبوعہ لاہور

ابن عساکر ص۳۴۲ والخوارزمی فصل ۹، ص۶۲ والسیوطی فصل ۱۷، ص ۱۸۶ فی الدر المنثور ۶/۳۷۹)"

۲۔ عن ابن عباس قال لما نزلت هذه الآية ان الذين آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت اولٰئك هم خير البرية قال رسول اللّٰه ﷺ لعليؑ هو انت و شيعتك يوم القيامة راضين مرضيين

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ بہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہی سب سے بہتر ہیں خلقت سے۔ جناب رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ قیامت کے روز خوش اور خوشنود کیے گئے۔ (اخرجہ ابن مردویہ و ابونعیم فی الحلیہ و الدیلمی فی فردوس الاخبار وسیوطی فی الدر المنثور)

۳۔ عن علی قال لی رسول اللّٰه ﷺ الم تسمع قول اللّٰه تعالىٰ ان الذين آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت اولٰئك هم خير البرية انت و شيعتك و موعدكم الحوض اذا جئت الامم يوم القيامة تدعون غُرِّ المحجلين

"جناب امیر حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ مجھ سے جناب پیغمبر خداؐ نے فرمایا: یا علیؑ کیا تو نے خدا کے فرمان کو نہیں سنا کہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ سب سے بہترین مخلوق ہیں۔ وہ لوگ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ میرا اور تمہارا وعدہ گاہ حوض کوثر

ہے۔ جب قیامت کے روز تمام گروہ حاضر ہوں گے تو تم سفید منہ اور نورانی ہاتھوں والے پکارے جاؤ گے، (اخرجہ ابن مردویہ و الخوارزمی فی المناقب وسیوطی فی الدرالمنثور)

۲۷۔ عن ام سلمہ قالت ان فاطمۃ بنت رسول اللّٰہؐ و معھا علیؑ فرفع رسول اللّٰہؐ الیھا راسہ قال ابشر یا علیؑ انت و شیعتك فی الجنۃ

ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السّلام جناب امیر حضرت علیؑ کے ساتھ آنحضرتؐ کے حضور تشریف لائیں۔ آنحضرتؐ نے ان کی طرف سراقدس اٹھا کر ارشاد فرمایا: یا علیؑ خوش ہو تو اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے۔ (اخرجہ فخر الاسلام نجم الدین ابوبکر بن محمد بن حسین السنبلانی المرندی فی مناقب صحابہ)

مزید تفصیل دیکھنے کے خواہشمند ارجح المطالب ص ۶۵۷ تا ص ۶۵۹ طبع قدیم کی طرف رجوع کریں۔

پیغمبر اکرمؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ ہی آخرت میں کامیاب ہوں گے؟

یہ سوال بھی بڑا اہم ہے کیونکہ آنحضرتؐ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ قیامت کے دن وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو قرآن کی تعلیمات اور میری سنت وطریقہ پر چلیں گے۔ اس کی سیدھی سادی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اپنے بعد اس امت میں ہونے والی گروہ بندی سے آگاہ تھے اور جس کے متعلق آپؐ نے اپنی زندگی میں بھی یہ افسوسناک خبر دی تھی کہ میری امت میں تہتر فرقے بن جائیں گے۔ پیغمبر اکرمؐ یہ بھی

جانتے تھے کہ اس گروہ بندی کی صورت میں ہر گروہ کا دعویٰ ہوگا کہ وہ ہی حق پر ہے اور انہی کا موقف قرآن وسنت کے مطابق ہے اس لیے آنحضرتؐ کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ آپؐ اپنے بعد اس مرکز کی بھی نشاندہی فرما دیتے جس سے ملنے والا ہر حکم قرآن وسنت کے عین مطابق ہوتا چنانچہ آپؐ نے جو کچھ گذشتہ مذکورہ احادیث میں فرمایا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ جب امت مسلمہ میں کئی گروہ بن جائیں گے تو ایسی صورت میں حضرت علیؑ کا گروہ حق پر ہوگا۔

۲۔ جب کسی مسئلہ میں کئی طریقے سامنے آ جائیں تو حضرت علیؑ کے طریقے پر چلنے والے ہی کامیاب و کامران ہوں گے کیونکہ ان کا عمل قرآن وسنت کے عین مطابق ہوگا بلکہ محدثین اہل سنت نے بھی یہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا ہے کہ

علی مع القرآن و القرآن مع علی لن یفترقا حتّٰی یردا علیّ الحوض

''علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے''۔(۱۶)

---

۱۶) علامہ شرف الدین موسوی اپنی کتاب المراجعات کے اردو ترجمہ ''مذہب اہلبیت'' ص ۳۱۵ مطبوعہ کراچی پر لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے مستدرک ج ۳، ص ۲۴ پر یہ حدیث درج کی ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں یہ حدیث لکھی ہے اور دونوں حضرات نے اس کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے۔

اہلسنت عالم شاہ اسماعیل شہید لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

القرآن مع علی و علی مع القرآن

''یعنی قرآن علیؑ کے ساتھ اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے''۔(۱۷)

اور بقول شاہ اسماعیل شہید آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ ہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ

اللّٰھم ادر الحق معہ حیث دار

''اے اللہ! جس جگہ علیؑ جائے اس کے ساتھ حق جاری رکھ''۔(۱۸)

علیٌّ منی و انا منہ و ھو ولیّ کل مؤمن

آنحضرتؐ فرماتے ہیں: ''علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں''۔(۱۹)

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

''یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں''۔(۲۰)

(رواہ احمد و ترمذی)

پھر آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

رحم اللّٰہ علیا اللّٰھم ادر الحق معہ حیث دار

''اللہ علیؑ پر رحم کرے۔الٰہی علیؑ کے ساتھ حق کو گردش دے جدھر

۱۷،۱۸) ملاحظہ ہو منصب امامت ص ۹۷ ناشر آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور

۱۹،۲۰) اردو ترجمہ و شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۸ ص ۴۱۷ ترجمہ مفتی احمد یار خان

وہ گردش کریں''۔(۲۱)

آنحضرتؐ نے اپنے بعد امت کے لیے جس مرکز کی نشاندھی فرمائی تھی۔ اس کے بارے میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ

انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتی اهلبيتی ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا بعدی

''میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت' جب تک تم ان دونوں کے دامن سے وابستہ رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے''۔(۲۲)

اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے اپنے بعد والے مرکز کی اس طرح بھی نشاندھی فرمائی ہے کہ

''اے لوگو! آگاہ رہو تم میں میرے اہلبیت کی مثال جناب نوحؑ کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا' نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔(۲۳)

یہاں پر چونکہ زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں کہ اس قسم کی وہ بے شمار احادیث نقل کی جائیں جن سے بعد از وفات پیغمبرؐ حضرت علیؑ اور دیگر آل رسولؐ کی مرکزیت کا پتہ چلتا

---

۲۱) ملاحظہ ہو ترجمہ وشرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۸' ص ۴۴۹ ترجمہ مفتی احمد یار خان۔

۲۲) واضح رہے کہ یہ حدیث تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم' جامع ترمذی' مسند احمد بن حنبل سمیت بے شمار کتب اہلسنت میں موجود ہے۔

۲۳) ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح ج ۸' ص ۴۹۳ ترجمہ مفتی احمد یار خان مرحوم

ہے۔(۲۴)اس لیے ہم اس طرف آتے ہیں کہ

جب علمائے اہلسنت نے وہ احادیث دیکھیں جو شیعوں کے فضائل میں ہیں اور

---

۲۴) سید عبد الحسین شرف الدین موسوی نے کتب اہلسنت سے ایسی چالیس احادیث نقل کی ہیں۔ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ پیغمبر اکرمؐ نے ایک دفعہ حضرت علیؑ کی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

یہ علیؑ نیکوکاروں کے امام اور فاجروں کو قتل کرنے والے ہیں۔جس نے ان کی مدد کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے ان کی مدد سے منہ موڑا اس کی بھی مدد نہ کی جائے۔امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک ج ۳' ص ۱۲۹ پر حضرت جابرؓ سے روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔لیکن بخاری اور مسلم نے اسے درج نہیں کیا۔

۲۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں:''علی میرے علم کا دروازہ ہیں اور میں جن چیزوں کو لے کر مبعوث ہوا' میرے بعد یہی ان چیزوں کو میری امت سے بیان کریں گے۔ان کی محبت' ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے۔'' دیلمی نے حضرت ابوذرؓ سے اس کی روایت کی ہے کہ جیسا کہ کنز العمال ج ۶' ص ۱۵۶ پر ہے۔

۳۔ آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے فرماتے ہیں کہ''انت تبین لامتی ما اختلفوا فیہ من بعدی''یعنی اے علیؑ! میرے بعد میری امت اختلافات میں مبتلا ہو گی تو تم ہی راہ حق واضح کرو گے۔اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک ج ۳' ص ۱۲۲ پر درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کے بنائے ہوئے معیار پر صحیح ہے لیکن ان دونوں نے اس کا ذکر نہیں کیا نیز دیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے جیسا کہ کنز العمال ج ۷' ص ۱۵۶ پر مذکور ہے۔

جو شخص تفصیل معلوم کرنا چاہے وہ سید عبد الحسین شرف الدین موسوی کی کتاب المراجعات کی طرف رجوع کرے۔اس کتاب کا ایک ترجمہ''دین حق'' کے نام سے امامیہ مشن لاہور سے چھپا ہے۔اس کے ص ۱۷۹ تا ۱۹۷ پر یہ احادیث درج ہیں اور کتب اہلسنت سے ان احادیث کا درست ہونا بھی ثابت کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ کراچی سے یہی کتاب''مذہب اہلبیت'' کے نام سے انتہائی معیاری کاغذ پر شائع ہوئی ہے۔

جن میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ آخرت میں حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ ہی کامیاب ہوں گے تو انہوں نے یہ دعویٰ کر دیا کہ وہ شیعہ تو دراصل ہم ہیں۔ اس سلسلے میں چند علمائے اہلسنت کے بیانات ملاحظہ فرمائیں:

شاہ عبد العزیز محدث دھلوی کا اقرار کہ جن شیعوں کے فضائل میں احادیث وارد ہوئی ہیں، وہ ہم ہیں

شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی تحفہ اثناعشری میں لکھتے ہیں:

> اھل سنت می گویند مائیم شیعہ اولی و احادیث کہ در فضل شیعہ واردانداں مائیم نہ روافض
>
> اہلسنت کہتے ہیں کہ شیعہ اولیٰ (پہلے زمانے کے شیعہ) ہم ہیں اور وہ حدیثیں جو فرقہ شیعہ کی فضیلت میں وارد ہیں، ان سے مراد ہم ہیں نہ کہ روافض۔ (۲۵)

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ کامیاب ہونے والے شیعہ ہم ہیں

اہل سنت کے بہت بڑے عالم ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ

> شیعۃ اھلبیت ھم اھل السنۃ و الجماعۃ لانھم الذین احبوھم کما امرھم
>
> "اہل بیت کے شیعہ وہ اہل سنت والجماعت ہیں کیونکہ وہی لوگ ہیں جو اہلبیت سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح خدا اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہے"۔ (۲۶)

---

۲۵) ملاحظہ ہو تحفہ اثناعشریہ

۲۶) ملاحظہ ہو صواعق محرقہ

ہم دوسری جگہ بھی لکھ چکے ہیں اور علامہ ابن حجر مکی کے جواب میں بھی بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ جن کی بخاری شریف جیسی کتاب میں حضرت علیؑ سے صرف انیس حدیثیں اور مسلم شریف جیسی کتاب میں صرف بیس حدیثیں روایت کی گئی ہوں۔ کیا ایسے لوگ یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے شیعہ یا ان کے طریقہ والے ہم لوگ ہیں؟

علامہ وحید الزمان کا بیان کہ حضرت علیؑ کے شیعہ ہم ہیں

مولانا وحید الزمان خان اپنی مشہور زمانہ کتاب "لغات الحدیث" میں لکھتے ہیں کہ ایک بار میں نے جناب امیر کہہ کر آپ کو (حضرت علیؑ کو) مراد لیا تو ایک سنی صاحب بگڑ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ شاید تم شیعہ ہو۔ میں نے کہا: در ایں چہ شک میں بے شک شیعہ علی ہوں۔ اللہ ہم کو دنیا میں اسی گروہ میں رکھے اور آخرت میں ہمارا اسی گروہ میں حشر کرے۔ (۲۷)

پھر حاشیہ بخاری پر لفظ شیعہ کی شرح میں یہ آرزو کرتے ہیں کہ

یا اللہ قیامت کے دن ہمارا حشر شیعان علیؑ میں کر اور زندگی بھر ہم کو حضرت علیؑ اور سب اہلبیت کی محبت پر قائم رکھ۔ (۲۸)

نتیجہ بحث:

علمائے اہل سنت کے مذکورہ بالا بیانات پڑھ کر مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

ا۔ شیعوں نے اپنے لیے جو نام پسند کیا ہے وہ ان کی ذاتی

---

۲۷) ملاحظہ ہو "لغات الحدیث" کتاب الف ج ا ص ۶۲ مطبوعہ کراچی

۲۸) تیسر الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۱۹۳ مطبوعہ کراچی

اختراع نہیں بلکہ یہ نام ''شیعہ'' خود پیغمبر کی زبان سے انہیں عطا ہوا ہے۔

۲۔ شیعوں کے فضائل میں جو احادیث کتب اہل سنت میں وارد ہوئی ہیں ان کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ خود علمائے اہلسنت نے اقرار کیا ہے کہ ہم شیعہ علیؑ ہیں۔

۳۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بعد امت میں جس افسوسناک گروہ بندی کی نشاندھی فرمائی تھی، ان میں سے بروز قیامت وہ گروہ کامیاب ہوگا جس کے سربراہ حضرت علیؑ ہوں گے۔

شیعیت کی ابتداء

شیعیت کی ابتداء کیسے ہوئی ؟ اموی اور عباسی حکومتوں کے وظیفہ خوار بعض جاہل اور متعصب اہل قلم نے شروع ہی سے اس بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں غلط فہمیاں بھر رکھی ہیں اور حقائق سے بے خبر سادہ لوح عوام شیعیت کے بارے میں ہر دور میں مختلف غلط فہمیوں کا شکار ہوتے چلے آرہے ہیں لیکن اصل حقیقت کیا ہے؟ اسے سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں۔ شیعیت دراصل کوئی الگ مذہب نہیں بلکہ شیعیت تو آل رسولؐ اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی اس آواز اور اس تحریک کا نام ہے جس کے مطابق پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان فرما دیا تھا جب مکہ میں پہلی اعلانیہ دعوت اسلام دی گئی تھی تو بھرے مجمع میں جب آنحضرتؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون ہے جو اس مشن میں میرا ہاتھ بٹائے گا؟ تمام لوگ خاموش رہے لیکن حضرت علیؑ نے اٹھ کر آپؐ کی حمایت کا اعلان کیا تو پیغمبر اکرمؐ نے تمام بنو ہاشم کے سامنے اعلان کیا کہ

ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ و اطیعوا

''یہ میرا بھائی میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے۔ تم اس کی بات سنو اور جو کہے اسے بجالاؤ''۔ (۲۹)

اور اپنی وفات سے تقریباً اڑھائی ماہ قبل بمقام غدیر خم آخری حج سے واپسی پر

---

۲۹) تاریخ طبری ج ۱ ص ۸۹ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی (ہم نے تاریخ طبری کے اردو ترجمہ کے ساتھ اصل عربی عبارت بھی نقل کر دی ہے۔)

بھی آنحضرتؐ نے صحابہ کرامؓ کے مجمع عام میں سورہ مائدہ کی آیت ٦٧

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك

''اے میرے رسولؐ! جو حکم تیرے رب کی طرف سے تجھ پر
نازل ہوا ہے اسے (لوگوں کو) سنا دے''۔

کے نازل ہونے پر حضرت علیؑ کو پالانوں کے منبر پر لے جا کر ان کا ہاتھ بلند کر کے جو فرمایا تھا کہ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**

''یعنی جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے علی مولا ہیں''۔(٣٠)

آنحضرتؐ کے ان فرامین کی روشنی میں تمام بنو ہاشم اور بہت سارے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی یہ رائے تھی کہ حضرت علیؑ ہی خلیفہ پیغمبرؐ ہیں۔

ہمارے اہل سنت بھائی اگر پورے خلوص سے اپنا خلافت کا نظریہ رکھتے ہیں تو ہم بھی پورے خلوص نیت سے وہ نظریہ رکھتے ہیں جو تمام بنو ہاشم اور بہت سارے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کا تھا۔ یہی نظریہ دراصل شیعیت کی ابتداء ہے۔ اب ہم چند علمائے اہلسنت کے بیانات نقل کرتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون ابتداء دولت شیعہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ

''سمجھ لو کہ دولت شیعہ کی ابتداء یوں ہوئی ہے کہ بعد از وفات رسولؐ اہلبیت کا خیال یہ ہوا کہ ہم ہی حکومت و فرمانروائی کے مستحق ہیں اور خلافت ہمارے ہی نفوس کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہمارے سوا قبیلہ قریش میں کوئی شخص اس خصوصیت کا دعویٰ نہیں

---

٣٠) اردو ترجمہ و شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ٨ ص ١٤١٧ ترجمہ مفتی احمد یار خان مرحوم

کر سکتا''۔(۳۱)

شیعہ کہتے ہیں کہ یہ صرف اہلبیت رسولؐ کا ہی خیال نہیں تھا بلکہ بہت سارے جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی یہی نظریہ رکھتے تھے جیسا کہ علامہ ابن خلدون آگے لکھتے ہیں:

''ایک گروہ صحابہؓ کا حضرت علیؑ کا ہوا خواہ تھا اور وہ لوگ انہی کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے لیکن جب خلافت دوسرے کے قبضے میں چلی گئی تو ان کو اس کا افسوس و ملال ہوا مثلاً زبیرؓ، عمار بن یاسرؓ اور مقداد بن اسودؓ وغیرہ''۔(۳۲)

احمد امین مصری ''فجر الاسلام'' میں لفظ شیعہ کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

''شیعیت کا پہلا بیج تو اس جماعت نے بو دیا تھا جن کا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد یہ خیال تھا کہ اہلبیت رسولؐ آپ کی جانشینی کے زیادہ حقدار ہیں اور اہل بیت میں مقدم ترین ہستیاں حضرت عباسؓ (رسول اللہ کے چچا) اور حضرت علیؑ (رسول اللہؐ کے چچیرے بھائی) کی ہیں اور ان دونوں میں بھی حضرت علیؑ زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت عباسؓ نے خود بھی حضرت علیؑ سے خلافت کے استحقاق میں کوئی مقابلہ نہیں کیا''۔(۳۳)

پروفیسر غلام رسول شیعیت کی ابتداء کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیعیت کا تخم صحابہ کی وہ جماعت ہے جو حضرت علیؑ کو خلافت

---

۳۱) ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون ج ۳، ص ۲۳۔۲۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۳۲) ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون ج ۳، ص ۲۳۔۲۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۳۳) ملاحظہ ہو ''فجر الاسلام'' ص ۳۳۳ شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

کا زیادہ حقدار سمجھتی تھی۔ ان میں سے مشہور حضرت عباسؓ حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت مقداد بن اسودؓ حضرت عمارؓ بن یاسر اور سلیمان فارسیؓ تھے۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ، ابی بن کعبؓ حذیفہ یمانیؓ اور دیگر بہت سے صحابہ تھے"۔(۳۴)

جو لوگ اس غلط فہمی یا خود فریبی کا شکار ہیں کہ مذہب شیعہ کا بانی عبداللہ بن سبا نامی خیالی شخصیت ہے یا شیعیت کو ایران کی پیداوار سمجھتے ہیں۔ وہ علمائے اہلسنت کی مندرجہ بالا تحریروں کو غور سے پڑھیں کہ شیعیت کے بانی تو خود صحابہ کرامؓ تھے اور امت میں اختلاف کی صورت میں خود بانی اسلام نے اس امر کی نشاندھی کی تھی کہ حضرت علیؑ کے شیعہ ان کا گروہ اور انہی کے طریقہ والے ہی ناجی ہوں گے۔

وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد مسئلہ خلافت پر ایک نظر

وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد مسئلہ خلافت نے کیا صورت اختیار کی۔

اہلسنت کے عالم مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"آنحضرتؐ کی وفات کے ساتھ ہی خلافت کے باب میں تین گروہ ہو گئے۔

1۔انصار 2۔مہاجرین 3۔بنو ہاشم

مہاجرین حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اور بنو ہاشم حضرت علیؑ کے ساتھ تھے"۔(۳۵)

دوسری جگہ یہی مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ کے گھر میں ایک مجمع ہوا جس میں بنو ہاشم اور ان کے اتباع شریک تھے اور حضرت علیؑ ان کے پیشرو تھے"۔(۳۶)

---

۳۴) ملاحظہ ہو "مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ" ص۸۲۲ مطبوعہ لاہور

۳۵) ملاحظہ ہو "الفاروق" ص۸۲ مطبوعہ لاہور

۳۶) الفاروق ص۸۱

یہ بنو ہاشم کے کون کون سے بزرگ اس وقت موجود تھے اور ان کے ساتھ ان کے اتباع بھی تو جلیل القدر صحابہ کرامؓ ہی تھے۔ علامہ ابن سعد نے طبقات کے تیسری اور چوتھی جلد میں اور شیعہ عالم سید علی المدنی نے الدرجات الرفیعۃ فی الطبقات الشیعۃ میں بنو ہاشم کے کچھ بزرگوں کے نام لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ افراد کے نام ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت علیؑ جن کا مقام و مرتبہ کسی تعارف کا محتاج نہیں
۲۔ حضرت طفیلؓ بن الحرث بن عبد المطلب بدری صحابی
۳۔ حضرت حصینؓ بن الحرث بدری صحابی
۴۔ حضرت مسطحؓ بن اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب بدری صحابی
۵۔ حضرت عباسؓ آنحضرت کے چچا
۶۔ حضرت فضل بن عباسؓ
۷۔ حضرت عبید اللہ بن عباسؓ
۸۔ حضرت قثمؓ بن عباس
۹۔ حضرت تمامؓ بن عباس
۱۰۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عباس
۱۱۔ حضرت عبد اللہؓ بن عباس
۱۲۔ حضرت عقیلؓ بن ابی طالب
۱۳۔ حضرت ابو سفیانؓ بن الحرث بن عبد المطلب
۱۴۔ حضرت نوفلؓ بن الحرث
۱۵۔ حضرت ربیعؓ بن الحرث
۱۶۔ حضرت عبد اللہؓ بن زبیر بن عبد المطلب

۱۷۔ حضرت حارثؓ بن نوفل بن الحرث بن عبدالمطلب

۱۸۔ حضرت عبدالمطلبؓ بن ربیعہ بن الحرث بن عبدالمطلب

۱۹۔ حضرت جعفرؓ بن ابوسفیان بن الحرث بن عبدالمطلب (۳۷)

واضح رہے کہ ہم نے حضرت عبدالمطلب کی اولاد کا سرسری اور نامکمل تذکرہ کیا ہے۔ان کے علاوہ بہت سارے ہاشمیوں کے حالات گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ بنو ہاشم کے علاوہ جو دیگر بہت سارے جلیل القدر صحابہ کرامؓ حضرت علیؑ کے ساتھ تھے'ان میں سے چند نمایاں افراد درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوذر غفاریؓ

۲۔ حضرت عمارؓ یاسر بدری صحابی

۲۔ حضرت ابوابوالہیثم بدری صحابی

۴۔ حضرت مقدادؓ بن اسود بدری صحابی

۵۔ حضرت زبیرؓ بدری صحابی

۶۔ حضرت خالدؓ بن سعید انتہائی باعظمت صحابی چوتھے یا پانچویں مسلمان تھے۔

۷۔ حضرت سلیمانؓ فارسی

۸۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری

۹۔ حضرت ابیؓ بن کعب

۱۰۔ حضرت عبادہؓ بن صامت

۱۱۔ حضرت حذیفہ یمانؓ

---

۳۷) بنو ہاشم کے ان افراد کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو''الدرجات الرفیعہ فی الطبقات الشیعہ''ص ۱۴۱ تا ۱۹۵ شائع کردہ مکتبہ بصیرتی قم ۱۳۹۷ھ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۵ تا ۲۱۶ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

یہ چند نمایاں صحابہ کرامؓ کے نام ہیں جو ابن خلدون پروفیسر غلام رسول اور عبد الحمید جودۃ السحار مصری اپنی کتاب ''ابوذر غفاریؓ'' میں لکھے ہیں۔(۳۸) اس سے ہمارا مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ حضرت علیؑ کو بعد از وفات پیغمبر اکرمؐ خلیفہ سمجھنا۔ شیعوں کا اختراعی عقیدہ نہیں بلکہ بہت سارے جلیل القدر صحابہ کرام کا بھی یہی نظریہ تھا۔

وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد قریش نے حضرت علیؑ کی بیعت کیوں نہ کی؟

تاریخ کے طالب علم کے ذہن میں اس سوال کا آنا قدرتی امر ہے۔ اس سوال کا قدرے مفصل جواب تو ہم امامت کی بحث میں دیں گے۔ یہاں پر اہلسنت محقق مولانا شبلی نعمانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ وہ اپنی کتاب ''الفاروق'' میں لکھتے ہیں کہ

> ''حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح ان کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے''۔(۳۹)

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری اس سوال کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ

> ''قریش کی اکثریت بنی ہاشم سے خلافت اس خوف سے نکالنا چاہتی تھی کہ مبادا وہ ان کی وراثت ہو جائے اور پھر قیامت تک قریش کے کسی دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو سکے۔ چنانچہ قریش کے اس خطرے کہ وہ بنی ہاشم کی رعایا نہ بن جائیں اور خلافت کسی

---

۳۸) عبد الحمید جودۃ السحار مصری کی کتاب کا ترجمہ جناب عبد الصمد صارم الازہری نے کیا ہے۔ تاریخ ابن خلدون اور پروفیسر غلام رسوں کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔

۳۹) ''الفاروق'' ص ۱۷۸ مطبوعہ لاہور

دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو جائے، بنی ہاشم کو قصداً اس سے دور رکھا"۔(۴۰)

مقام غور ہے کہ قریش نے یہ فیصلہ کب کیا تھا۔پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد تو اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ قوم سوچ سمجھ کر ایسا فیصلہ کرتی۔اگر یہ فیصلہ پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں ہی کر لیا گیا تھا تو کن لوگوں کے درمیان یہ بات طے ہوئی تھی اور کہاں ہوئی تھی اور کیا پیغمبر اکرمؐ کو بھی اس کی خبر دی گئی تھی یا نہیں؟

حضرت علیؑ نے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟

اکثر برادران اہلسنت یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ حضرت علیؑ فاتح خیبر تھے۔آپ اتنے بہادر تھے۔آپ نے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟ ایسے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت دنیائے اسلام کے حالات کا مطالعہ کریں۔ خود علمائے اہلسنت اس وقت کے حالات کا نقشہ کس طرح پیش کرتے ہیں۔مورخ طبری نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کی علالت کی خبر ابھی مشہور ہی ہوئی تھی کہ اسود عنسی نے یمن میں، مسلیمہ نے یمامہ میں اور طلیحہ نے بنی اسد کے علاقے میں بغاوت کردی۔(۴۱)

مکہ جسے قیامت تک کے لیے اسلام کا اہم ترین مرکز رہنا تھا، اس کی حالت کیا تھی۔اہلسنت مورخ ابن ہشام اس بارے میں لکھتے ہیں۔

"بعد از وفات پیغمبر اکثر اہل مکہ نے مرتد ہونے اور اسلام سے پھر جانے کا قصد کیا یہاں تک کہ عقاب بن اسید جو نبی پاکؐ کی

---

۴۰) حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں ص ۱۶۱ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۴۱) ملاحظہ ہو "تاریخ طبری"، ج ۱، ص ۱۵۳ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

طرف سے مکہ کے حاکم تھے۔ ان لوگوں کے خوف سے پوشیدہ ہو گئے''۔(۴۲)

مدینہ منورہ کی اس وقت کیا حالت تھی؟ اہل سنت مصنف مولانا شبلی نعمانی کی زبانی سنئے۔ وہ لکھتے ہیں:

''آنحضرتؐ نے جس وقت وفات پائی' مدینہ منورہ منافقوں سے بھرا پڑا تھا جو مدت سے اس بات کے منتظر تھے کہ رسولؐ اللہ کا سایہ اٹھ جائے تو اسلام کو پامال کر دیں''۔(۴۳)

اس وقت دنیائے اسلام کی مجموعی صورت حال کیا تھی۔ اہل سنت کی نامور علمی شخصیت سید ابوالحسن علی ندوی نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ

''صرف دو تین مقامات ایسے بچے تھے جہاں نماز ہو رہی تھی۔ پورا جزیرۃ العرب خطرہ میں اور ارتداد کی زد پر تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر یہ ارتداد کچھ اور پھیلا تو پورا جزیرۃ العرب اسلام کی دولت سے محروم ہو جائے گا''۔(۴۴)

حضرت علیؑ بے شک بہادر تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں سوجھ بوجھ اور دور اندیشی کی دولت بھی عطا کر رکھی تھی۔ حضرت علیؑ کبھی بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ اسلام کی وحدت پارہ پارہ ہو۔ اس لیے انہوں نے انتہائی بردباری اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اپنے سے پہلے خلفاء کے لیے کسی قسم کی مشکلات پیدا کرنے کی

---

۴۲) ''سیرت ابن ہشام'' ج ۲' ص ۴۴۱

۴۳) ''الفاروق'' ص ۸۲ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

۴۴) ملاحظہ ہو ''خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت میں قدرت و حکمت الٰہی کی کارفرمائی'' ص ۱۹ شائع کردہ مجلس نشریات اسلام کراچی

بجائے انہیں سکون سے حکومت کرنے کا موقع فراہم کیا۔

مسئلہ خلافت اور حضرت علیؑ کا موٴقف

جب مسئلہ خلافت پر اختلاف پیدا ہوا تو حضرت علیؑ نے خود بھی مختلف موقعوں پر اپنے استحقاق کا اظہار کیا اور آپ کو جذباتی قسم کے مشورے بھی دیئے گئے اور جب آپ نے تحمل و بردباری کا مظاہرہ کیا تو آپ کو اشتعال دلانے کی بھی کوشش کی گئی جس کے بارے میں حضرت علیؑ خود نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

> **فان اقل یقولوا حرص علی الملك و ان اسکت یقولوا جزع من الموت**
>
> ''اگر میں (اپنے حق کے لیے) بولتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیوی سلطنت پر مٹے ہوئے ہیں اور چپ رہتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے''۔(۴۵)

حضرت علیؑ کو اپنے استحقاق کا کس قدر یقین تھا۔ مصری محقق عباس محمود العقاد اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''یہ معلوم اور مسلم ہے کہ حضرت علیؑ اپنے آپ کو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ جس دن خلیفہ بنائے گئے، حضرت علیؑ اس دن بھی یہی نظریہ رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو جس روز خلیفہ نامزد کیا گیا اس روز بھی ان کی رائے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اور حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بنائے جانے کے وقت بھی وہ اپنی سابقہ رائے پر ہی قائم تھے''۔(۴۶)

---

۴۵) ''نہج البلاغہ'' خطبہ نمبر ۵، ص ۱۰۴

ترجمہ منہاج الدین اصلاحی مطبوعہ لاہور

حضرت علیؑ نے کیا طرز عمل اختیار کیا؟

مسئلہ خلافت پر اپنے استحقاق کے باوجود حضرت علیؑ نے کیا طرز عمل اختیار کیا۔ اہل سنت مصنف احمد حسن زیات مصری اس بارے میں لکھتے ہیں کہ

''انہوں نے نہ تو خود غرضی سے کام لیا نہ فرقہ بندی کی کوشش کی، نہ موقع کی تلاش میں رہے، نہ جذبہ تعصب کو برانگیختہ کیا، نہ مال و دولت سے للچایا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ نیک نیتی سے پیش آئے اور حضرت عثمانؓ کو خیر خواہی سے مخلصانہ مشورے دیتے رہے''۔(۴۷)

عباس محمود العقاد مصری کے الفاظ ملاحظہ ہوں وہ لکھتے ہیں کہ

''حضرت علیؑ کو اپنے استحقاق خلافت پر اس قدر یقین تھا مگر اس کے باوجود جب ہم ان کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں تو واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اپنی حق تلفی کا احساس اس قدر غالب نہیں آیا جو عام طور پر انسانوں کو مغلوب کر لیتا ہے''۔(۴۸)

جب سیرت شیخین پر چلنے کی شرط رکھ کر آپ کو خلافت پیش کی گئی تو حضرت علیؑ کا جواب

حضرت علیؑ کو اپنے استحقاق خلافت کا جتنا یقین تھا، وہ علمائے اہلسنت کی زبانی بیان ہو چکا لیکن اس کے باوجود آپ اصولوں پر کس طرح کار بند رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے بعد آپ کو خلافت اس شرط پر پیش کی گئی کہ آپ قرآن وسنت کے ساتھ سیرت

---

۴۷) تاریخ ادب عربی'' ص ۲۱۱ شائع کردہ غلام علی اینڈ سنز ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی

۴۸) ملاحظہ ہو ''علیؑ شخصیت و کردار'' ص ۱۷۰ مطبوعہ لاہور

شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے قائم کردہ طریقے بھی برقرار رکھیں تو آپ نے قرآن وسنت کے ساتھ کسی اور چیز کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری اس بارے میں لکھتے ہیں کہ

> ''بیعت کے موقع پر عبد الرحمٰن بن عوف جب یہ شرط پیش کر رہے تھے کہ وہ کتاب وسنت پر چلیں گے اور شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کی اتباع کریں گے اور اس سے سر مو تجاوز نہیں کریں گے تو حضرت علیؑ نے اس شرط کے ماننے سے انکار کردیا''۔(۴۹)

علامہ محمد رشید رضا مدیر المنار مصر لکھتے ہیں:

> ''حضرت عبد الرحمٰن نے حضرت علیؑ کے سامنے سنت رسول کے ساتھ سنت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی شرط قرار دیا تھا اور چونکہ حضرت علیؑ کا جواب یقینی نہ تھا۔ انہوں نے اپنے جواب میں حسب استطاعت کی قید لگا دی تھی۔ اس لیے حضرت عبد الرحمٰن نے انہیں خلافت کے لیے ترجیح نہ دی''۔(۵۰)

مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:

> ''حضرت عثمانؓ نے چونکہ شیخین کی پیروی کی وضاحت کی اور علیؑ اس بات کا یقین نہ دلا سکے کہ سنت شیخین کو اپنے لیے حجت ٹھہرائیں گے اس لیے بالاتفاق عثمانؓ ہی کو مسند خلافت کا اہل ٹھہرایا گیا''۔(۵۱)

---

۴۹) ''حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں'' ص ۱۶۲ مطبوعہ کراچی

۵۰) ملاحظہ ہو ''الخلافت والامامت عظمیٰ'' ص ۳۷ ترجمہ مولانا عبد الفتح عزیزی شائع کردہ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی

۵۱) ملاحظہ ہو ''افکار ابن خلدون'' ص ۱۴۴ از مولانا حنیف ندوی طبع لاہور

ہم شیعہ بھی بس یہی کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی پیروی کرتے ہوئے قرآن و سنت کو ہی حجت مانتے ہیں اور سیرت شیخین پر چلنے سے معذوری ظاہر کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں اختلاف کی ابتداء

وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد مسئلہ خلافت پر اختلاف کی وجہ سے حالات جو رخ اختیار کر سکتے تھے۔ حضرت علیؑ کے صبر و تحمل کی وجہ سے اسلام میں فرقہ بندی نمایاں صورت اختیار نہ کر سکی اور حالات بگڑنے سے بچ گئے۔ تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے آخری سالوں میں لوگ ان کے بہت سارے گورنروں سے نالاں ہو چکے تھے۔ بنوامیہ کے نوخیز گورنروں کی وجہ سے روز بروز لوگوں میں بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگ شکایات لے کر مدینہ آتے لیکن حضرت عثمانؓ کے سیکرٹری مروان کے نامناسب رویے کی وجہ سے لوگوں میں مزید نفرت پیدا ہوتی۔ حالات دن بدن بگڑتے چلے گئے۔ حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کرام نے اصلاح احوال کی پوری کوشش کی۔ حالات درست ہونے کے قریب ہی تھے کہ مروان پھر آڑے آیا اور بقول اہلسنت مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی مروان نے عین وقت پر اپنی دریدہ دھنی اور بدلگامی سے بنے بنائے کام کو بگاڑ دیا۔(۵۲)

بلکہ مروان کی مفسدانہ ذہنیت دیکھ کر حضرت عثمانؓ کی اہلیہ نے ان سے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ

> ''آپ اگر مروان کا کہنا مانیں گے تو وہ آپ کو مار ڈالے گا''۔(۵۳)

---

۵۲) ''تاریخ اسلام''، ج ۱، ص ۳۶۳ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۵۳) ''تاریخ طبری''، حصہ سوم ص ۳۴۷ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

حضرت عثمان کی عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ مروان نے ان کے بڑھاپے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں صحیح حالات سے آگاہ ہی نہ کیا یا حضرت عثمانؓ اس پر اعتماد کر بیٹھے جس کا مروان نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمانؓ مارے گئے اور کئی روز تک لوگ نئے امیر کے لیے مارے مارے پھرتے رہے لیکن کوئی شخص یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا۔ حضرت علیؑ سے بھی صحابہ کرامؓ نے کئی مرتبہ درخواست کی۔

اسی دوران حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور ابن عمرؓ سے بھی کہا گیا لیکن یہ لوگ تیار نہ ہوئے۔ (۵۴)

حضرت علیؑ کے بارے میں مورخ طبری کے الفاظ ہیں کہ

> ''حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار حضرت علیؑ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے اور انہیں خلافت قبول کرنے پر آمادہ کرتے رہے حتیٰ کہ ان مہاجرین انصار نے ایک بار یہاں تک کہا کہ خلافت کے بغیر معاملات طے نہیں پا سکتے اور آپ کی ٹال مٹول سے معاملہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے''۔ (۵۵)

اور جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو تاریخ طبری ہی کے الفاظ ہیں کہ

> ''حضرت علیؑ نے فرمایا جب تم مجھے مجبور کر رہے ہو تو بہتر یہ ہے کہ بیعت مسجد میں ہونی چاہیے تا کہ لوگوں پر میری بیعت مخفی نہ رہے''۔ (۵۶)

---

۵۴) ''علیؑ شخصیت و کردار'' ص ۷۷ مولفہ عباس محمود العقاد مصری طبع لاہور

۵۵) ''تاریخ طبری'' حصہ سوم کا دوسرا حصہ ص ۲۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۵۶) ''تاریخ طبری'' حصہ سوم کا دوسرا حصہ ص ۲۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

حضرت علیؑ کی بیعت ہوگئی لیکن بعض بزرگوں کے ذہن میں یہی بات بیٹھی ہوئی تھی کہ بنو ہاشم میں سے ہونے کی وجہ سے اس دفعہ بھی حضرت علیؑ کی بیعت نہیں ہو سکے گی جیسا کہ اہلسنت مصنف عباس محمود العقاد نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ:

> ''یہ سمجھتے تھے کہ قریش منصب خلافت پر کسی ہاشمی کو قابض نہ ہونے دیں گے اور حضرت علیؑ جس طرح حضرت عثمانؓ سے پہلے اس کے قریب نہ پھٹک سکے، اسی طرح ان کے بعد بھی انہیں خلافت کے قریب نہیں آنے دیا جائے گا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی اس بات کی خواہش مند تھیں کہ خلافت انہیں دو افراد میں سے کسی کو ایک ملے۔ یا پھر ان کا رجحان حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی جانب رہا ہوگا۔ بہر حال ام المومنین جس کی تائید کر رہی ہوں گی، اسے اپنی کامیابی کی بہت بڑی امید رہی ہوگی''۔(۵۷)

لیکن اب حالات ایسی صورت اختیار کر چکے تھے کہ کوئی شخص تخت خلافت کے قریب آنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ام المومنین حج کے لئے مکہ گئی ہوئی تھیں۔ مکہ سے واپسی پر انہیں حضرت عثمانؓ کے مارے جانے اور حضرت علیؑ کے خلیفہ بننے کی اطلاع ملی، وہاں پر جو گفتگو ہوئی، ہم اس افسوسناک بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ابن خلدون نے اپنی تاریخ حصہ اول میں اسے نقل کیا ہے۔ ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں گروہ بندی کب ہوئی؟ ام المومنین مدینہ آنے کی بجائے واپس مکہ چلی گئیں۔ اتنے میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی مکہ پہنچ گئے اور باہم فیصلہ یہ ہوا کہ بصرہ جا کر خون عثمانؓ کا مطالبہ کیا جائے۔ یہاں پر سیدھی اور خدا لگتی بات تو یہی ہے

---

۵۷) ''علی شخصیت و کردار'' ص ۷۸ مولفہ عباس محمود العقاد مصری مطبوعہ لاہور

کہ ان بزرگوں کو مدینہ آ کر حضرت علیؓ کا ساتھ دینا چاہیے تھا تا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی نشاندھی ہوتی۔ ان کے خلاف شرعی طریقے سے شہادتیں مہیا کی جاتیں اور قاتل اپنے انجام کو پہنچتے۔ افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

قافلے کی بصرہ کی جانب روانگی اور ملت اسلامیہ کی دو حصے ہونے کی ابتدا

ام المومنینؓ کی سربراہی میں یہ قافلہ جس میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے، بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔ یہی وہ بدقسمت گھڑی تھی جب ملت اسلامیہ اعلانیہ طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔ ان گروہوں کو کن کن ناموں سے پکارا گیا، یہ ہم ذرا بعد میں بیان کریں گے۔ پہلے یہ بات کہ اس قافلے کے مکہ سے بصرہ روانگی کے دوران دو واقعات خاص طور پر ایسے رونما ہوئے کہ اگر مروان بن حکم جیسے بنوامیہ کے شر پسند اور مفاد پرست آڑے نہ آجاتے تو ملت اسلامیہ تفرقہ سے بچ جاتی اور آج یہ فرقہ بندی شاید موجود نہ ہوتی۔

ملت اسلامیہ کے تفرقہ سے بچنے کے دو اہم مواقع ضائع ہو گئے

خون حضرت عثمانؓ کا مطالبہ کرنے والوں کا قافلہ مکہ سے بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں جب یہ لوگ مراء الظھران نامی جگہ میں اترے۔ وہاں پر سعید بن العاص جو حضرت عثمانؓ کے صرف رشتہ دار ہی نہیں تھے بلکہ ان کے محاصرے کے دنوں میں ان کی حویلی میں رہ کر حضرت عثمانؓ کا دفاع کرتے رہے تھے۔ انہوں نے وہاں کھڑے ہو کر ایک ایسی حقیقت سے پردہ اٹھایا جو ہر انصاف پسند کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ یہ سعید بن العاص ان لوگوں کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے جنہوں نے بڑھ چڑھ کر حضرت عثمانؓ کی مخالفت کی تھی اور اب ان میں سے کافی لوگ بھاگ کر ام المومنینؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ سعید بن العاصؓ یہ

بھی سمجھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خون کے مطالبہ سے کوئی غرض نہیں ہوسکتی بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا خلیفہ بن جانا ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ خاندان بنوامیہ کے افراد خصوصاً مروان بن حکم جیسے لوگ بھلا حضرت علیؓ کا خلیفہ بننا کیسے برداشت کر سکتے تھے؟ چنانچہ یہ سعید بن العاص کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے۔

> ''اے لوگو! تمہارا دعویٰ ہے کہ تم لوگ حضرت عثمانؓ کے خون کے انتقام کے لئے نکلے ہو۔ اگر تم لوگ یہی چاہتے ہو تو قاتلین عثمانؓ انہیں سواریوں کے آگے پیچھے ہیں۔ لہٰذا اپنی تلواروں سے ان پر ٹوٹ پڑو ورنہ اپنے اپنے گھر واپس جاؤ اور مخلوق کی رضامندی میں اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ لوگ قیامت میں تمہارے کچھ کام نہ آسکیں گے''۔ (۵۸)

مغیرہ بن شعبہ بھی اصل صورتحال سے آگاہ تھے۔ انہوں نے بھی اٹھ کر سعید بن العاص کی باتوں کی تائید کی لیکن مروان نے کہا کہ ہم ان کو آپس میں لڑا کر ماریں گے۔ یہ سن کر مغیرہ بن شعبہ اس لشکر سے الگ ہو کر اپنے ساتھیوں سمیت طائف چلے گئے اور سعید بن العاص بھی ان لوگوں سے الگ ہو کر ساتھیوں سمیت مکہ آگئے یہاں تک کہ جمل وصفین کا وقت گزر گیا۔ (۵۹)

دوسرا اہم واقعہ اس وقت پیش آیا جب یہ قافلہ بمقام حوأب پہنچا تو وہاں پر ایک چشمہ پر کتوں نے بھونکنا شروع کیا۔ ام المومنینؓ نے پوچھا کہ کونسی جگہ ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ چشمہ حوأب ہے تو ام المومنینؓ نے فوراً کہا کہ مجھے لوٹاؤ۔ لوٹاؤ۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ کیوں؟ ام المومنینؓ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس

---

۵۸) طبقات ابن سعد'' ج ۵' ص ۵۱ تا ۵۲ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۵۹) طبقات ابن سعد ج ۵' ص ۵۲ مطبوعہ کراچی

بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ

"کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے کس کو دیکھ کر حواَب کے کتے بھونکیں گے" یہ کہہ کر حضرت عائشہ نے اونٹ کی گردن پر ہاتھ مارا اور اس کو وہیں بٹھا دیا اور ایک دن اور ایک رات وہیں مقیم رہیں"۔(۶۰)

تاریخ طبری کے الفاظ ہیں کہ جب ام المومنینؓ کو معلوم ہوا کہ یہ چشمہ حواَب ہے تو یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے اِنّا لِلّٰہ پڑھی۔۔۔اس کے بعد حضرت عائشہ نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔(۶۱)

کاش ام المومنینؓ کو واپس لوٹنے دیا جاتا لیکن ان کے سامنے جھوٹی شہادتیں دلوائی گئیں کہ یہ چشمہ حواَب نہیں بلکہ کوئی اور جگہ ہے۔ چنانچہ یہ قافلہ آگے چل کر بصرہ پہنچ گیا۔

جنگ سے بچنے کی حضرت علیؓ کی آخری کوشش

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے آخری دم تک کوشش کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ جنگ شروع ہونے سے پہلے آپ نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ تم میں سے کون ہے جو قرآن اٹھا کر فریقین کے درمیان کھڑا ہو جائے اور انہیں قرآن پر چلنے کی دعوت دے۔ یہ سن کر ایک جوان کھڑا ہوا اور اس کام کے لئے تیار ہو گیا۔ نامور مورخ طبری لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس جوان سے فرمایا کہ

---

۶۰) "تاریخ اسلام"، ج ۱، ص ۳۹۰ مولفہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۶۱) "تاریخ طبری" حصہ سوم کا حصہ دوم ص ۹۵ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کرا[چی]

''یہ قرآن ان کے سامنے پیش کرواوران سے کہو کہ یہ قرآن اول سے آخر تک ہمارے اور تمہارے خونوں کا فیصلہ کرے گا۔مخالفین کے لشکر نے اس نوجوان پر حملہ کر دیا۔قرآن اس کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تو اس نے قرآن دانتوں سے تھام لیا حتیٰ کہ یہ نوجوان شہید کر دیا گیا''۔(۶۲)

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جنگ سے قبل حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھی فرداً فرداً سمجھایا اور انہیں پیغمبر اکرمؐ کے بعض فرامین یاد دلائے۔علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جب حضرت زبیر کو آنحضرتؐ کا ایک فرمان یاد دلایا کہ

''کیا تم کو یاد ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے فرمایا تھا کہ بے شک تم ایک ایسے شخص سے لڑو گے جس پر تم ہی ظلم کرنے والے ہو گے۔جواب دیا۔ہاں مجھے یاد ہے۔اگر تم میری روانگی سے پیشتر مجھے اس بات کو یاد دلا دیتے تو میں ہرگز خروج نہ کرتا اور اب واللہ میں تم سے ہرگز نہ لڑوں گا''۔(۶۳)

اہلسنت مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''جنگ شروع ہوتے ہی حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ میدان جنگ سے جدا ہو گئے''۔(۶۴)

لیکن یہاں پر پھر مروان نے ایک مذموم حرکت کی اور حضرت طلحہؓ جب میدان

---

۶۲) ''تاریخ طبری'' حصہ سوم کا حصہ دوم ص ۹۵ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۶۳) ''تاریخ ابن خلدون'' ج ۱ ص ۴۹۷ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۶۴) ''تاریخ اسلام'' ج ۱ ص ۴۰۲ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

سے ہٹ رہے تھے تو بڑھ کر انہیں تیر مارا جو کارگر ثابت ہوا۔ مورخ ابن سعد نے بڑی تفصیل سے یہ سارا واقعہ لکھا ہے۔ (۶۵)

مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ مروان نے حضرت طلحہؓ پر تیر چلانے سے قبل یہ الفاظ کہے تھے کہ

''زبیر لوٹ گئے اب طلحہ بھی لوٹ رہے ہیں۔ ہم برداشت نہیں کر سکتے''۔ (۶۶)

اور جب طلحہ گھوڑے سے گرے تو ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

''اللہ کی مرضی پوری ہوئی۔ میں نادم ہوں کہ مجھ سے (ان باغیوں میں شامل ہو کر) غلطی ہوئی''۔ (۶۷)

باقی رہیں ام المومنین حضرت عائشہؓ تو ان کے بارے میں کتب تواریخ و احادیث میں ملتا ہے کہ جب وہ آیت **وقرن فی بیوتکن**

اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔

کی تلاوت کرتیں تو اتنا روتیں کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے اپنی شرح مسلم میں ان کے بہت سارے بیانات نقل کئے ہیں مثلاً علامہ ذھبی لکھتے ہیں۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہؓ اپنے بصرہ کے سفر اور جنگ جمل میں حاضری سے مکمل طور پر نادم ہوئیں۔'' (۶۸)

---

۶۵) ''طبقات ابن سعد'' ج ۳، ص ۲۸۷ ترجمہ علامہ عبداللہ عمادی کراچی

۶۶) ''مروج الذہب'' ج ۲، ص ۳۰۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۶۷) ''مروج الذہب'' ج ۲، ص ۳۰۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۶۸) ''سیرت اعلام النبلا'' ج ۲، ص ۱۷۷ طبع بیروت تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو علامہ غلام رسول سعیدی کی شرح مسلم ج ۵، ص ۵۸۹ تا ۹۰ طبع لاہور

جنگ جمل کے ملت اسلامیہ پر اثرات، امت مسلمہ دو گروہوں میں بٹ گئی

جنگ جمل کے ملت اسلامیہ پر بہت گہرے اور دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ سب سے افسوسناک اثر یہ ہوا کہ ملت اسلامیہ میں مستقل طور پر دو گروہ بن گئے۔ باوجود اس کے کہ حضرت علیؑ کے مقابلے پر جو گروہ آیا اسکی دو مرکزی شخصیات حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو عین میدان جنگ میں احساس ہو گیا اور یہ دونوں بزرگ میدان جنگ سے واپس ہو گئے لیکن اب معاملہ اتنا آگے بڑھ چکا تھا کہ یہ لوگ دوسرے لوگوں کو جنگ نہ کرنے پر آمادہ نہ کر سکے۔ اس جنگ میں بقول مورخ ابن سعد تیرہ ہزار افراد دونوں طرف سے مارے گئے۔ اس طرح شجر اسلام سے وابستہ افراد ذہنی اور فکری طور پر ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔ مسلمانوں کے اعلانیہ دو گروہ بن گئے اور دونوں الگ الگ ناموں سے پکارے جانے لگے اس وقت یہ دونوں گروہ جس جس نام سے مشہور ہوئے اب ہم ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

مسلمانوں میں پہلے پہل بننے والے فرقے اور ان کے نام کونسے تھے؟

برادران اہلسنت کے ذہنوں میں پائی جانے والی ایک بہت بڑی غلط فہمی اور اس کی **حقیقت**: لفظ سنی یا اہلسنت والجماعت لفظ "شیعہ" کے مقابلے میں وجود میں نہیں آیا۔ بلکہ اہل سنت والجماعت کا لفظ معتزلہ کے مقابلے میں وجود میں آیا۔

اکثر لوگوں اور بالخصوص برادران اہلسنت کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ پہلے سب لوگ اہلسنت فرقہ سے تعلق رکھتے تھے بعد میں شیعوں نے اپنا الگ فرقہ بنا لیا حالانکہ یہ انکی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ ایسے لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام میں یہ گروہ بندی اس طرح نہیں ہوئی کہ ایک گروہ نے اپنے نام سنی یا

اہلسنت رکھ لیا اور اور دوسرے نے شیعہ۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ لفظ ''شیعہ کے معنی چونکہ گروہ اور پیروکار کے بھی آئے ہیں اس لئے جو لوگ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں خون حضرت عثمانؓ غنی کا مطالبہ لیکر حضرت علیؓ کے مقابلہ پر آئے۔ گو کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو جنگ سے قبل اور ام المومنینؓ کو جنگ کے بعد اپنے اقدام کا شدت سے احساس ہو گیا تھا لیکن جنگ جمل رونما ہوئی اور مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے اور یہ گروہ کن ناموں سے پکارے گئے؟ چند علمائے اہلسنت کے بیانات ملاحظہ ہوں۔

علامہ ابن تیمیہ مسلمانوں کی گروہ بندی اور ان کے ناموں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

> **وکان الناس فی الفتنة صاروا شیعتین شیعة عثمانیة و شیعة علویة**
>
> ''لوگ فتنہ میں دو گروہ ہو گئے ایک شیعہ عثمانیہ اور دوسرے شیعہ علویہ''(۶۹)

مولانا لال شاہ دیوبندی مسلمانوں کی گروہ بندی اور ان کے ناموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''کتب سیر و تواریخ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد خلافت (علیؓ) میں خانہ جنگیوں کے دوران امت دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک گروہ شیعیان عثمان کہلاتا تھا۔ دوسرا گروہ شیعیان علی پھر رفتہ رفتہ پہلے گروہ کا نام عثمانیہ پڑ گیا اور دوسرے گروہ کا نام شیعہ''۔(۷۰)

کچھ ہی عرصہ بعد ایک تیسرا گروہ وجود میں آیا۔ یہ لوگ خوارج کے نام سے

---

۶۹) ''منہاج السنہ'' ج ۲ ص ۱۴۲

۷۰) ''استخلاف یزید'' ص ۲۰ مولفہ سید لال شاہ دیوبندی خطیب مدنی مسجد واہ کینٹ

مشہور ہوئے اور امت میں تین گروہ بن گئے۔ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؑ کے مقابلہ پر معاویہ بن سفیان اپنا گروہ لے کر آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت علیؑ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد کیا صورت بنی؟

چند علمائے اہلسنت کے بیانات ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا معین الدین احمد ندوی امیر معاویہ کے حالات کے تحت اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں:

ان کے زمانے میں مسلمانوں میں تین سیاسی پارٹیاں تھیں۔

(۱) شیعان علیؑ (۲) شیعان بنو امیہ (۳) خارجی (۷۱)

اہلسنت مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ تخت خلافت پر ممکن ہوئے تو عالم اسلام میں عقائد و اعمال کے اعتبار سے تین قسم کے لوگ موجود تھے۔ پہلا گروہ شیعیان علیؑ کا تھا۔۔۔ دوسرا گروہ شیعیان معاویہؓ یا شیعیان بنوامیہ کا تھا۔۔۔ تیسرا گروہ خوارج کا تھا۔(۷۲)

علامہ حافظ اسلم جیراجپوری اپنی ''تاریخ الامت'' میں لکھتے ہیں:

حافظ اسلم جیراجپوری کے بیان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ امیر معاویہ کے زمانے میں مسلمانوں میں یہ تین گروہ تھے۔

۱۔ شیعہ بنوامیہ ۲۔ شیعہ علی ۳۔ خوارج (۷۳)

یہی نہیں بلکہ تقریباً تمام مورخین متفق ہیں کہ شروع میں بننے والے فرقوں میں

---

۷۱) ملاحظہ ہو ''تاریخ اسلام'' حصہ اول ص ۳۵۲ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

۷۲) ملخص از ''تاریخ اسلام'' مولفہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی حصہ دوم ص ۴۸۲ تا ۴۸۷، شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۷۳) ''تاریخ الامت'' ص ۲۲۱ شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

سے کسی نے اپنا نام ''اہلسنت والجماعت'' نہیں رکھا تھا۔

اس وقت کسی فرقے نے اپنا نام ''اہل سنت والجماعت'' کیوں نہیں رکھا تھا؟

اہل سنت مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی عہد بنوامیہ کا ذکر کرتے ہوئے اس سوال کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ

> ''عہد بنوامیہ میں اگرچہ خارجی اور بعض دوسرے گروہ پیدا ہو گئے تھے لیکن سب کا عمود مذہب اور مدار استدلال قرآن وحدیث کے سوا کچھ نہ تھا۔ کتاب وسنت کے سوا کسی تیسری چیز کو قاضی نہ سمجھتے تھے''۔(۷۴)

جب تمام فرقے قرآن وسنت پر چلنے کے دعویدار تھے تو پھر اس وقت کسی فرقے کا اپنا نام ''اہلسنت والجماعت'' رکھنا واقعی عجیب سی بات تھی۔(۷۵)

اب ہم عہد بنوامیہ میں پیدا ہونے والے بعض دیگر فرقوں کا احوال بیان کرتے ہیں۔

---

۷۴) ''تاریخ اسلام'' نجیب آبادی حصہ دوم ص ۶۷۳ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۷۵) واضح رہے کہ وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد بعض فروعی مسائل میں لوگ مختلف الرائے بھی تھے مثلاً نماز جنازہ کی تکبریں حضرت عمرؓ کے دور میں چار مقرر ہوئیں لیکن بعض صحابہؓ پانچ تکبریں بھی پڑھتے تھے۔ نماز تراویح ۱۴ھ میں باجماعت شروع ہوئی لیکن بعض صحابہؓ گھر پر پڑھنے کو ثواب سمجھتے تھے۔ طلاق کا جو طریقہ حضرت عمرؓ نے شروع کروایا اس سے آج تک بعض اہلسنت اختلاف رکھتے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سارے مسائل اختلافی تھے البتہ یہ بات درست ہے کہ اختلاف رکھنے والے بھی ان مسائل کو قرآن وسنت سے ثابت کرتے تھے۔ اس اختلاف کی بناء پر اس وقت تک فرقہ بندی نہیں ہوئی تھی۔

عہد بنوامیہ میں بننے والے بعض دیگر فرقے:

قبل اس کے کہ ہم یہ بیان کریں کہ ''اہل سنت والجماعت'' کی اصطلاح کب وجود میں آئی اور اس اصطلاح کے وجود میں آنے کا سبب کیا بنا؟ اسے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان فرقوں کا ذکر کیا جائے جو ''اہل سنت والجماعت'' کی اصطلاح وجود میں آنے سے قبل عہد بنوامیہ میں ظاہر ہوئے۔ چند نمایاں فرقوں کے عقائد کا مختصر احوال ملاحظہ ہو۔

مرجئہ فرقہ (یعنی غیر جانبدار گروہ):

علامہ احمد امین مصری اس فرقہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کا عقیدہ تھا کہ

> ''ایمان لے آنے کے بعد آدمی جس قسم کا جی چاہے عقیدہ رکھے اور اپنے عقیدے کے مطابق جس طرح چاہے عمل کرے۔ وہ ٹھیک راستے پر ہے۔ چاہے اس نے حضرت عثمانؓ کی مدد کی ہو یا ان کے خلاف بغاوت کی ہو۔ خواہ حضرت علیؑ کے ساتھ رہا ہو یا امیر معاویہؓ کے ساتھ۔ اس نظریے کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ خلفائے بنی امیہ کتنے ہی کبائر کا ارتکاب کرتے رہیں، وہ مومن تھے''۔(۷۶)

بنوامیہ اور اموی حکمرانوں کے بارے میں ان کے خیالات کیسے تھے؟

یہی علامہ احمد امین مصری لکھتے ہیں:

> ''نہ مرجۂ ان کے دشمن تھے اور نہ ان کے خلاف بغاوت کرتے تھے اور نہ ہی ان پر نکتہ چینی کرتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ عملی طور پر اکثر ان کی تائید بھی کرتے تھے''۔(۷۷)

۷۶،۷۷،۷۸) ''فجر الاسلام'' ص ۳۶۷ ترجمہ مولانا عمر احمد عثمانی شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

قدریہ فرقہ:

اس فرقے کے بارے میں علامہ احمد امین مصری لکھتے ہیں کہ

"یہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ انسان اپنے ارادے میں آزاد ہے یعنی بالالفاظ دیگر انسان کو اپنے اعمال پر پوری قدرت ہے۔ تاریخ میں قدریہ کے نام سے موسوم ہوئے"۔(۷۸)

جبریہ فرقہ:

اسے جہمیہ فرقہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس فرقہ کی ابتداء جہم بن صفوان نامی شخص سے ہوئی۔ اس کے عقائد قدریہ فرقہ کے برعکس ہیں۔ علامہ احمد امین مصری لکھتے ہیں کہ

ہے نہ قدرت۔ وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اس کے خلاف کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔ خدا نے کچھ اعمال اس کے لئے مقدر کر دیئے ہیں جو لامحالہ اس سے صادر ہو کر رہیں گے"۔(۷۹)

معتزلہ فرقہ:

علامہ احمد امین مصری لکھتے ہیں۔

قدریہ اور جہمیہ (یعنی جبریہ فرقہ) دونوں مذاہب دیگر مذاہب میں گھل مل گئے۔ ان کا اپنا کوئی مستقل وجود باقی نہیں رہا۔ ان دونوں کے بعد معتزلہ پیدا ہوئے۔ اکثر معتزلہ کو قدریہ کہہ دیتے ہیں" پھر تھوڑا آگے لکھتے ہیں کہ کبھی کبھی مورخین معتزلہ کو جہمیہ (جبریہ

---

۷۹) "فجر الاسلام" ص ۳۵۷ ترجمہ مولانا عمر احمد عثمانی شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

فرقہ) بھی کہہ دیتے ہیں"۔(۸۰)

معتزلہ فرقے کا عروج ان کے عقائد۔حکمرانوں اور عوام الناس میں اس فرقے کی مقبولیت:

اہلسنت دانشور سید قاسم محمود معتزلہ فرقہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"ان کے اعتقادات نے بڑے بڑے دانشوروں کو فلسفیانہ دلائل و مباحث میں الجھایا۔حکومت وقت کو متاثر کیا۔آئمہ فقہاء حضرات امام ابوحنیفہؒ۔امام مالکؒ۔امام شافعیؒ۔امام احمد بن حنبلؒ کے لئے نہ صرف مشکلات پیدا کیں بلکہ امام حنبلؒ کو مسئلہ خلق قرآن تسلیم نہ کرنے کے جرم میں المناک سزائیں دلوائیں"۔(۸۱)

معتزلہ فرقہ کو کتنا عروج حاصل ہوا:

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"خاندان بنی امیہ میں خلیفہ یزید بن ولید نے یہ مذہب اختیار کیا تھا"(۸۲)

اور بقول احمد امین مصری:

"اموی خلیفہ یزید بن ولید اور مروان بن محمد نے مذہب اعتزال قبول کرلیا تھا اور عباسی خلفاء مامون اور معتصم کے دور میں حکومت معتزلہ کی تھی"۔(۸۳)

---

۸۰) "فجر الاسلام"ص۳۶۱ ترجمہ مولانا عمر احمد عثمانی شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

۸۱) "شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا"ص۱۳۶۸ مطبوعہ کراچی

۸۲) "علم الکلام اور کلام"ص۲۶ مطبوعہ کراچی

۸۳) "فجر الاسلام"ص۳۶۹ تا ۳۷۳

معتزلہ فرقے کے عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق ہے۔ کلام کرنے کے لئے جسم منہ اور زبان کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا جسم منہ اور زبان نہیں رکھتا۔

۲۔ جو شخص زبان سے مسلمان ہونے کا اقرار کرے۔ اس کا ایمان بغیر عمل کئے مکمل ہے۔ ایمان کا تعلق عمل سے نہیں دل سے ہے۔

۳۔ انسان اپنے اعمال و افعال کے لئے آخرت میں جواب دہ نہیں کیونکہ انسان اپنے افعال پر مختار مطلق نہیں جو فقط اس کی جوابدہی ہو سکتی ہے۔ (۸۴)

خلافت کے بارے میں ان کا نظریہ کیا تھا۔ علامہ احمد امین مصری لکھتے ہیں کہ

''ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ایک صحیح اور شرعی بیعت تھی۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی نص موجود نہیں تھی۔ بلکہ یہ صحابہ نے اپنے اختیار سے کی''۔ (۸۵)

باقی فروعی مسائل میں ان کا نظریہ کیا تھا؟ مولانا شبلی نعمانی معتزلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''معتزلہ اکثر حنفی المذہب ہوتے تھے۔ (۸۶) لیکن دوسری فقہ کے لوگ بھی معتزلی عقائد رکھتے تھے جیسے ابوالحسن الاشعری مذہباً شافعی تھے لیکن معتزلی عقائد کے بہت بڑے مبلغ تھے''۔ (۸۷)

---

۸۴) ''شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا'' ص ۱۳۶۸ مطبوعہ کراچی

۸۵) ''فجر الاسلام'' ص ۳۷۳

۸۶) ''علم الکلام اور کلام'' ص ۳۳ مطبوعہ کراچی

۸۷) ''شرح عقائد نسفی'' ترجمہ مولانا عبید الحق فاضل دیوبند ص ۷ طبع کراچی

لوگ کس طرح دھڑا دھڑ معتزلی عقائد سے متاثر ہو کر انہیں قبول کر رہے تھے۔

اہلسنت کے بہت بڑے محقق سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''عوام الناس معتزلہ کے حسن تقریر، حاضر جوابی اور علمی موشگافی سے متاثر ہوتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ظاہر شریعت اور مسلک سلف کی علمی بے توقیری اور اس کی طرف سے بے اعتمادی پیدا ہو رہی تھی۔ خود محدثین اور ان کے تلامذہ کے گروہ میں سے بہت سے لوگ احساس کمتری کا شکار تھے''۔(۸۸)

شیخ ابوالحسن الاشعری کا معتزلی مذہب ترک کرنا:

''بڑے بڑے علماء معتزلیوں کے پر زور دلائل اور حکومتوں میں ان کے اثر ورسوخ کی وجہ سے ان سے مرعوب ہو چکے تھے۔ ایسے میں بقول علامہ ابوالحسن علی ندوی ایک ایسی شخصیت درکار تھی جس کی دماغی صلاحیتیں معتزلہ سے کہیں بلند ہوں''۔(۸۹)

اس دوران ایک واقعہ رونما ہوا۔ امام ابوالحسن الاشعری جو کہ ۲۶۰ھ یا ۲۷۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے چالیس برس تک معتزلیوں کے لیے بڑا کام اور معتزلہ فرقہ کے امام شمار کیے جاتے تھے، ان کا اپنے استاد ابو علی جبائی سے کسی مسئلہ پر اختلاف ہو گیا۔ استاد انہیں مطمئن نہ کر سکا۔ چنانچہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ معتزلی مذہب چھوڑ دیا بلکہ بھرپور انداز میں معتزلیوں کی تردید شروع کر دی۔

لفظ ''اہل سنت والجماعت'' کی ابتداء:

معتزلی اپنے عقائد ونظریات عقل سے ثابت کرتے تھے۔ امام ابوالحسن

---

۸۸) ''تاریخ دعوت وعزیمت'' ج ا ص ۱۰۴ شائع کردہ مجلس نشریات اسلام کراچی

۸۹) ''تاریخ دعوت وعزیمت'' ج ا ص ۱۰۴ مطبوعہ کراچی

الاشعری نے معتزلہ کا ردسنت رسولؐ پاک سے کرنا شروع کیا اور معتزلہ فرقہ کے مقابلے میں اپنا نام ''اہل سنت والجماعت'' رکھ لیا۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

و ترك الاشعری مذهبه و اشتغل هو و من تبعه بابطال رأی معتزله و اثبات ماورد به السنة و مضی علیه الجماعة فسموا اهل سنت و الجماعت

''ابوالحسن الاشعری نے اس کا (یعنی اپنے استاد ابوعلی جبائی) کا مذھب چھوڑ دیا اور وہ خود اور ان کے پیروکار معتزلہ عقائد کے ابطال وتردید اور اس کے مقابلے میں جو عقائد سنت سے ثابت ہیں' کے اثبات وتائید کے لیے کمربستہ ہوگئے تو انہوں نے اپنی جماعت کا نام ''اہلِ سُنت والجماعت'' رکھ لیا''۔(۹۰)

''شرح عقائد نسفی'' کی عبارت مولانا عبدالحق فاضل دیوبند کے ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔وہ لکھتے ہیں کہ

''امام اشعری (جو پہلے معتزلی تھے) اوران کے متبعین نے علی الاعلان مخالفین خاص کر معتزلہ کا ردسنت رسول ﷺ اور جماعت حقہ کے طریق کا اثبات شروع کیا اور ''اہل السنۃ والجماعت'' کے لقب سے ملقب ہوئے''۔(۹۱)

ابوالحسن الاشعری کی تحریک اشعریہ کے ماننے والوں نے خود کو ''اہلسنت و الجماعت'' قرار دیا اس کے بعد یہ اصطلاح عام

---

۹۰) شرح فقہ اکبر ص ۸۸ شائع کردہ محمد سعید اینڈ سنز مولوی مسافر خانہ کراچی

۹۱) شرح عقائد نسفی ص ۱۷ ترجمہ مولانا عبیدالحق دیوبندی شائع کردہ قدیمی کتب خانہ کراچی

ہوگئی۔(۹۲)

مولانا محمد ادریس میرٹھی استاد مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی لکھتے ہیں:

> ''تیسری صدی کے اواخر میں امام ابوالحسن اشعری نے معتزلہ سے علیحدگی اختیار کر کے ان کی سرکوبی کا بیڑا اٹھایا تو انہوں نے اپنی جماعت کا نام اہلسنت والجماعت رکھا اور اس وقت سے اس نام نے اہل حق اور سواد اعظم کے لیے ایک شائع ذائع اور مقبول اصطلاح کی شکل اختیار کر لی''۔

(ملاحظہ ہو''سنت کا تشریعی مقام ص ۴۶ مطبوعہ کراچی)

انہی حقائق کی بناء پر علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ

> ''اہل سنت کا نام جب بولا جائے تو اس سے مراد ابوالحسن اشعری اور ابوالمنصور ماتریدی کے پیروکار مراد ہوں گے''۔

(ملاحظہ ہو تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۷ مطبوعہ لاہور)

نتیجہ بحث:

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ لفظ سنی یا اہل سنت والجماعت کسی زمانے میں بھی لفظ شیعہ کے مقابلے میں وجود میں نہیں آیا بلکہ چوتھی صدی ہجری کے شروع میں پہلے پہل یہ لفظ معتزلہ فرقہ کے مقابلے میں استعمال ہوا۔ معتزلہ فرقہ آہستہ آہستہ ختم ہوگیا جس کے بعد حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی سب نے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہنا شروع کر دیا۔ یہ چاروں فقہ جدا جدا ہیں اب ان میں سے صحیح اہل سنت کہلانے کا مستحق کون ہے؟ یہ سوال بھی تاریخ کے طالب علموں کے لیے غور طلب ہے۔

---

۹۲) شاہکار اسلامی انسائکلو پیڈیا ص ۲۶۵ شائع کردہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی

دو تاریخی غلط فہمیوں کا ازالہ

عبداللہ ابن سبا کی فرضی شخصیت اور شیعوں کے خلاف بے بنیاد پراپیگنڈا

بات آگے بڑھانے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو انتہائی اہم باتوں کی وضاحت بھی کر دی جائے تاکہ بہت سارے برادران اہلسنت کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے جو لوگ دانستہ یا نادانستہ اس غلط اور بے بنیاد پراپیگنڈا کا نہ صرف خود شکار ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی شیعوں کے بارے میں بدظن کرتے رہتے ہیں کہ مذہب شیعہ کسی عبداللہ ابن سبا نامی شخص کی پیداوار ہے۔ایسے احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ حقائق کا ادراک کریں اور اپنے بزرگ علماء کے بیانات پر غور کریں مثلاً

علامہ ابن خلدون شیعیت کی ابتداء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"سمجھ لو کہ دولت شیعہ کی ابتداء یوں ہوئی ہے کہ بعد از وفات رسول ﷺ اہلبیت کا خیال یہ ہوا کہ ہم ہی حکومت و فرمانروائی کے مستحق ہیں اور خلافت ہمارے نفوس کے ساتھ مخصوص ہے"۔(۱)

پھر لکھتے ہیں:

"ایک گروہ صحابہ کا بھی حضرت علیؑ کا ہوا خواہ تھا۔وہ لوگ انہی کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے"۔(۲)

پھر احمد امین مصری "فجر الاسلام" میں لکھتے ہیں کہ

۱'۲) اردو ترجمہ تاریخ "ابن خلدون" ج ۳' ص ۲۳' ۲۴ مطبوعہ کراچی

''شیعیت کا پہلا بیج تو اس جماعت نے بو دیا تھا جن کا
رسول ﷺ کی وفات کے بعد یہ خیال تھا کہ اہلبیت رسولؐ آپؐ کی
جانشینی کے زیادہ حقدار ہیں''۔(۳)

اب یہ عبداللہ ابن سبا والا افسانہ کیسے تراشا گیا جس کی شخصیت کو کئی محققین اہلسنت نے بھی فرضی اور من گھڑت قرار دیا ہے۔

نامور سنی عالم ڈاکٹر طہٰ حسین مصری اس بارے میں لکھتے ہیں کہ

''اموی اور عباسی دور میں شیعوں کے مخالفین نے عبداللہ بن سبا کے معاملے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا تا کہ ایک طرف بعض ان واقعات کو مشکوک قرار دیا جائے جو حضرت عثمانؓ اور ان کے حاکموں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور دوسری طرف حضرت علیؑ اور شیعوں کی برائی کی جائے اور ان کے بعض خیالات کی بنیاد ایک ایسے نومسلم یہودی کو قرار دیا جائے جو مسلمانوں کو فریب دینے کے لیے مسلمان بنا تھا''۔(۴)

طہٰ حسین مصری کا سادہ لوح مسلمانوں کو پیغام:

ڈاکٹر طہٰ حسین مزید لکھتے ہیں کہ

''صدر اسلام کے مسلمانوں کا درجہ ہماری نگاہوں میں اس سے
اونچا ہونا چاہیے کہ صنعا سے آنے والا ایک آدمی جس کا باپ
یہودی اور ماں حبشن تھی جو خود بھی یہودی تھا پھر خوف یا اخلاص کی بنا
پر نہیں بلکہ دھوکہ دینے اور مکر پھیلانے کی غرض سے اسلام لایا۔ اس

---

۳) اردو ترجمہ ''فجر الاسلام'' ص ۳۳۳ مطبوعہ لاہور

۴) ''حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں'' ص ۱۴۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

کی یہ مجال ہو کہ وہ ان کے دین ان کی سیاست ان کی عقل اور ان کی حکومت کے ساتھ مذاق کرے''۔

آخر میں ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتے ہیں:

''اس قسم کی باتیں نہ معقول ہیں نہ تنقید کے معیار پر پورا اتر سکتی ہیں اور نہ ایسی باتوں پر تاریخ کی بنیاد ہونی چاہیے''۔(۵)

اہلسنت اسکالر ابوزہرہ مصری ایسے ہی حقائق کی وجہ سے عبداللہ ابن سبا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''آج کل اعتدال پسند شیعہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عبد اللہ ابن سبا شیعہ تھا' وہ اسے شیعہ تو کیا مسلمان بھی نہیں مانتے ہم اس بات میں شیعہ کے ہمنوا ہیں اور ان کے اس دعویٰ کی تائید کرتے ہیں''۔(۶)

دوسرا الزام: کیا شیعیت ایران کی پیداوار ہے؟

علامہ ابن خلدون اور علامہ احمد امین مصری وغیرہ کے بیانات سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی ہے کہ عبداللہ ابن سبا جیسی خیالی شخصیت کا مذہب شیعہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مذہب شیعہ ایران کی پیداوار ہے بلکہ شیعہ عقیدہ رکھنے والے جلیل القدر صحابہ رسولؐ تھے اور ایران میں شیعیت بہت بعد میں خود عربوں کے ذریعے پہنچی۔ شیعیت ایران میں کیسے پہنچی؟ ایک جید اہلسنت عالم کی زبانی سنئے۔ علامہ ابو زھرہ مصری لکھتے ہیں۔

''فارس اور خراسان اور ان دونوں سے ماوراء دوسرے بلاد

---

۶) ''اسلامی مذاہب'' ص ۷۰ ترجمہ غلام احمد حریری مطبوعہ فیصل آباد

اسلام میں ان (شیعہ) علماء اسلام کی ایک بڑی تعداد ہجرت کر کے جو اپنے عقیدے کے مطابق پہلے امویوں کے اور ان کے بعد عباسیوں کے مخالف تھے۔ یہ لوگ ان بلاد کے اندر بہ تعداد کثیر آ آ کر آباد ہوئے ان کا عقیدہ انہیں اس فرار پر مجبور کر رہا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ ان بلاد میں ان کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی رہی۔ سقوط دولت امویہ سے قبل ہی یہاں وہ بہ تعداد کثیر اقامت گزیں ہو چکے تھے"۔(۷)

مستشرقین کے بیانات:

مولانا محمد حسین جعفری ممتاز الافاضل لکھنو نے اپنی کتاب "تاریخ الشیعہ" کے ص ۳۷۶ پر چند مستشرقین کے درج ذیل بیانات نقل کیے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مسٹر فلہوزن اپنی کتاب "الخوارج والشیعہ" ص ۲۴۱ مطبوعہ ۱۹۵۸ء مستشرق دوزی کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"تاریخی روایات تو یہ بتاتی ہیں کہ ایران جانے سے قبل شیعیت ملک عرب کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکی تھی اور عہدِ معاویہ میں اہل کوفہ خصوصاً شیعہ تھے اور صرف افراد نہیں بلکہ قبائل اور ان کے سردار شیعی مسلک اختیار کر چکے تھے"۔

۲۔ مشہور مستشرق آدم متز اپنی کتاب "الحضارۃ الاسلامیہ" ص ۱۰۲ مطبوعہ ۱۹۵۷ء میں تحریر کرتے ہیں:

جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ مذہب شیعہ ایرانیوں

---

۷) حضرت امام جعفر صادق از ابوزہرہ مصری۔ ص ۵۵۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء

کے اسلام کے خلاف ردعمل کا نتیجہ ہے یہ غلط ہے ایسا نہیں ادر ہرگز نہیں کیونکہ ایرانی ابھی شیعیت سے ناآشنا تھے جبکہ جزیرہ عرب پر شیعیت چھا چکی تھی۔ سوا چند بڑے شہروں کہ مکہ' تہامہ' صفا کے تمام جزیرہ عرب شیعہ ہو گیا تھا اور بعض شہروں جیسے عمان' ہجر' صعدہ پر شیعوں کا غلبہ تھا اور ایران ماسواء قم کے سارے کا سارا سنی بلکہ اصفہان والے معاویہ بن سفیان کے شدید محبؓ اور غالی عقیدت مند تھے۔

۳۔ مستشرق ''جولڈتسہیر'' اپنی کتاب ''العقیدۃ والشّریۃ' 'ص۲۰۴ مطبوعہ ۱۹۴۶ء میں بیان کرتے ہیں:

''یہ کہنا غلط ہے کہ ایرانیوں نے مفتوح ومغلوب ہونے کے بعد جب اسلام قبول کیا تو بطور انتقام اسلام کو کمزور وخراب کرنے کے لیے اپنے خیالات وافکار اسلام میں پیدا کر کے شیعیت تشکیل دی اور اس کی نشو ونما ایرانی افکار واحداث کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک وہم ہے جو حوادث تاریخیہ سے بےخبری پر مبنی ہے۔ علوی تحریک یعنی شیعیت زمین عرب میں پیدا ہوئی''۔

حضرت عمرؓ کی نظر میں اہل ایران کا مقام:

ایران کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کی نظر میں اہل ایران کا مقام کتنا بلند تھا؟ مولانا شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کی سوانح عمری ''الفاروق'' میں حضرت عمرؓ کا جزیہ کا قانون نافذ کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے گئے جو

نوشیرواں نے اپنی حکومت میں قائم کر رکھے تھے۔

پھر علامہ ابن مسکویہ کے حوالے سے حضرت عمرؓ کے انتظامات ملکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ فارس کے چند آدمیوں کو صحبت خاص میں رکھتے تھے۔ یہ لوگ ان کو بادشاہوں کے آئین حکومت پڑھ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ خصوصاً شاہان عجم اور ان میں بھی خاص کر نوشیرواں کے اس لیے کہ ان کو نوشیرواں کا آئین بہت پسند تھا اور وہ ان کی بہت پیروی کرتے تھے''۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''علامہ موصوف کے بیان کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ عموماً مورخوں نے لکھا ہے کہ جب فارس کا رئیس ہرمزان اسلام لایا تو حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے خاص درباریوں میں داخل کیا اور انتظامات ملکی کے متعلق اس سے اکثر مشورہ لیتے تھے۔''(۸)

پھر آگے مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ کی بڑی کوشش اس بات پر مبذول رہتی تھی کہ ملک کا کوئی واقعہ ان سے مخفی نہ رہنے پائے۔ انہوں نے انتظامات ملکی کے ہر ہر صیغہ پر پرچہ نویس اور واقعہ نگار مقرر کر رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے ملک کا ایک ایک جزئی واقعہ ان تک پہنچتا تھا''۔(۹)

اگر ایرانیوں میں اسلام دشمنی کی عادت موجود ہوتی تو کیا حضرت عمرؓ انہیں اپنے دربار میں اتنی قریبی جگہ دے سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ

۸،۹) ''الفاروق'' ص ۳۱۰ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

کا دور بھی گزرنے کے بعد امیر معاویہ حکمران بنتے ہیں۔ اب ان کے ایرانیوں پر اعتماد کا ایک واقعہ سنئے اور غور کیجئے۔ مشہور مستشرق فلپ۔ کے۔ ہتی۔ تاریخ شام میں لکھتے ہیں:

> "معاویہؓ نے ۶۴۹ میں عراق میں مزید آبادیوں کو ساحلی میدانی علاقے اور انطا کیہ میں منتقل کیا۔ بظاہر مقصد یہی تھا کہ جراجمہ کا مقابلہ کیا جائے اس سے قبل (۶۴۲ء یا ۶۴۳ء میں) ایران سے بہت سے خاندانوں کو اٹھا کر ان یونانیوں کی جگہ آباد کیا تھا جو اسلامی فتوحات کے باعث ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ بیزنطینیوں کے بحری حملوں کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ ایرانی صیدا، بیروت، اجلیل، طرابلس، عرقہ، بعلبک اور دوسرے شہروں میں آباد ہو گئے۔(۱۰)

ایرانیوں پر حضرت عمرؓ کو جتنا اعتماد تھا وہ بھی مولانا شبلی نعمانی کی زبانی اوپر نقل ہو چکا۔ امیر معاویہ انہیں کتنا قابل اعتماد سمجھتے تھے مستشرق فلپ۔ کے۔ ہتی کی زبانی معلوم ہو چکا کہ امیر معاویہ نے یونانیوں کی جگہ انہیں آباد کیا اور دوسرے مستشرق آدم متز کا بیان ابھی اوپر لکھا گیا ہے کہ اصفہان والے تو معاویہ کے شدید محب اور عالی عقیدت مند تھے۔ رہ گئی شیعیت تو وہ ایران میں بہت بعد میں آئی اور خود عرب سے آئی۔

---

۱۰) "تاریخ شام" از فلپ۔ کے۔ ہتی ترجمہ مولانا غلام رسول مہر ص ۳۶۲ شائع کردہ غلام علی اینڈ سنز مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء۔

- اصول دین
- توحید
- توحید نہج البلاغہ کی روشنی میں
- عدل
- نبوت
- امامت
- قیامت

اصول دین

توحید

توحید کے بارے میں شیعہ عقیدہ یہ ہے کہ خدا وحدہ لاشریک ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا' بے مثل و بے مثال ہے خالق' مالک' رازق اس کے علاوہ کوئی نہیں۔ شیخ صدوقؒ متوفی ۳۸۱ھ نے شیعہ عقائد پر مبنی انتہائی جامع رسالہ تحریر فرمایا ہے جو ''اعتقادیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ معرفت توحید کے بارے میں ہم شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ واحد و یگانہ ہے کوئی چیز اس کی مثل و مانند نہیں۔ وہ ہمیشہ سے اسی طرح رہا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا بغیر کانوں کے سنتا ہے اور بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے وہ ایسا حکیم ہے کہ اس کا کوئی کام عبث نہیں۔ زندہ قائم و دائم عالم و قادر ہے اور ایسا غنی ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں''۔

پھر لکھتے ہیں:

''وہ یکہ و تنہا اور بے نیاز ہے اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا کہ اس کا وارث بن سکے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے تا کہ اس کی ذات و صفات میں شریک ہو سکے نہ اس کا کوئی ہمسر و نظیر ہے۔ نہ اس کی کوئی ضد ہے اور نہ شبیہہ نہ تو اس کی کوئی زوجہ ہے نہ کوئی اس کا شریک نہ

نظیر و مثیل غرضیکہ وہ ہر حیثیت سے بے مثل اور بے مثال ہے۔۔۔
اس کی ذات ایسی بلند و بالا ہے کہ انسانی وہم و خیال کی بلند پروازیں بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ وہ اپنے بندوں کے دل و دماغ کے تصورات سے ہر وقت پوری طرح باخبر رہتا ہے اس کو نیند نہیں بلکہ اونگھ بھی نہیں آتی۔ ہر چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہے اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پیدا کرنا اور حکمرانی کرنا اسی کا حق ہے۔
تبارک اللہ رب العالمین جو شخص خداوند عالم کو (اس کی مخلوق سے) تشبیہ دے، وہ مشرک ہے اور جو شخص توحید سے متعلق ان عقائد کے علاوہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کچھ اور غلط عقائد شیعوں کی طرف منسوب کرے۔ وہ جھوٹا اور الزام تراش ہے"۔(۱)

واضح رہے کہ یہ رسالہ اعتقادیہ آج سے ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ ہوا لکھا گیا تھا۔ اب چودھویں صدی کے ایک عالم دین کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔
آیت اللہ شیخ محمد رضا المظفر کا رسالہ عقائد امامیہ عراق و ایران کے دینی مدارس میں درسی کتاب کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں وہ عقیدہ توحید کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک اکیلا ہے۔ کوئی شے اس کی مثل نہیں وہ قدیم ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ اول ہے، وہ آخر ہے۔ علیم (جاننے والا) حکیم (حکمت والا) عادل حی سمیع و

---

۱) ملاحظہ ہو "رسالہ اعتقادیہ" مولفہ شیخ صدوقؒ متوفی ۳۸۱ھ ترجمہ سید منظور حسین بخاری مطبوعہ لاہور

بصیر (دیکھنے والا) ہے۔ اسے ان صفات کے ساتھ متصف نہیں کیا
جاسکتا کہ جن کے ساتھ اس کی مخلوق متصف ہے"۔(۲)

پھر فرماتے ہیں:

"علم وقدرت میں اس کا کوئی نظیر اور خلق ورزق میں اس کا کوئی شریک نہیں اور تمام کمالات میں اس کا کوئی مدمقابل نہیں اور اس طرح تیسری منزل میں واجب ہے کہ عبادت میں اسے واحد مانا جائے۔ لہٰذا اس کے غیر کی عبادت کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتی"۔(۳)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ توحید کے بارے میں امام المتقین حضرت علیؑ کے چند جملے بھی نقل کیے جائیں۔ جو آپ نے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے ہیں۔

توحید نہج البلاغہ کی روشنی میں:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا ولاشریک ہے۔ وہ اول ہے اس طرح کہ اس سے پہلے کوئی چیز نہیں وہ آخر ہے یوں کہ اس کی کوئی انتہاء نہیں"۔(۴)

دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں:

"وہ ہر اول سے پہلے اول ہے اور ہر آخر کے بعد آخر ہے اس کی اولیت کے سبب سے واجب ہے کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو اور

۲،۳) ملاحظہ ہو "رسالہ عقائد امامیہ" مولفہ شیخ محمد رضا المظفر مطبوعہ لاہور

۴) ملاحظہ ہو خطبہ نمبر ۸۳ ص ۲۱۰ ترجمہ مفتی جعفر مرحوم حسین مرحوم

اس کے آخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ ہو
میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں"۔(۵)

پھر فرماتے ہیں:

"جو کہے اس کی بھی سنتا ہے جو چپ رہے اس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے جو زندہ ہے اس کا رزق اس کے ذمہ ہے اور جو مر جائے اس کا پلٹنا اسی طرف ہے"۔(٦)

دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں:

"وہ بھید چھپانے والوں کی نیتوں، کھسر پھسر کرنے والوں کی سرگوشیوں مظنون اور بے بنیاد خیالوں، دل میں جمے ہوئے یقینی ارادوں، پلکوں (کے نیچے) کنکھیوں کے اشاروں، دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیز کو جانتا ہے اور ان آوازوں کا سننے والا ہے جن کو کان لگا کر سننے کے لیے کانوں کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے"۔(۷)

پھر فرماتے ہیں:

"وہ ایسا فیاض ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا اور گڑگڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا"۔(۸)

دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں:

---

۵) خطبہ نمبر ۹۹، ص ۲۵۳

٦) خطبہ نمبر ۱۰۷، ص ۲٦۵

۷،۸) خطبہ نمبر ۸۹، ص ۲۳۳، ص ۲۲۲ ترجمہ مفتی جعفر حسینؒ مرحوم

''وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوق سے دور کر دیا ہے اور نہ اس کے قرب نے اسے دوسروں کی سطح پر لا کر ان کے برابر کر دیا ہے''۔(۹)

توحید کے بارے میں حضرت علیؑ کا کلام بہت زیادہ ہے جو شخص مزید جاننا چاہتا ہے وہ نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے یا پھر ہماری کتاب ''توحید نہج البلاغہ کی روشنی میں'' کا مطالعہ کریں۔

عدل:

شیعہ امامیہ ''عدل'' کو اصول دین میں شامل سمجھتے ہیں یعنی خداوند عالم کسی پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتا ہے جسے عقل سلیم برا سمجھے، اسی اعتقاد کا نام ''عدل'' ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے کے لیے عقل عطا کی ہے۔ پھر انسان کی ہدایت کے لیے انبیاء بھیجے اپنی کتابیں بھیجیں۔ انسان کو بتایا کہ یہ نیکی کا راستہ ہے اور یہ بدی کا۔ خدا نے بندوں کو کام کرنے اور نہ کرنے میں فاعل مختار بنایا ہے، انسان اپنے ارادے سے سب کچھ (نیکی یا بدی) کر سکتا ہے اور اپنی مرضی سے اپنے اعمال بجالاتا ہے یہ ملکہ اختیار بھی اس کی دین اور عطاء ہے۔ خالق کائنات نے بندوں کو پیدا کیا اور انہیں اختیارات دے دیئے۔ البتہ اختیار عام یا کلی اختیار خدا ہی کو حاصل ہے لیکن جزئیات میں ہم بالکل آزاد ہیں۔ پروردگار عالم نہ کسی انسان کو کسی کام کے واسطے مجبور کرتا ہے اور نہ ترک کے لیے بلکہ لوگ نیکی اور بدی کرنے میں اپنی مرضی کرتے ہیں۔ اچھے کام کرنے اور برے کام چھوڑنے کی انسان قدرت رکھتا

---

۹) خطبہ نمبر ۴۹، ص ۱۷۱

ہے۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسا کام کرنے کا حکم نہیں دیتا جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے اور جتنے عذاب کے وہ مستحق ہیں وہ انہیں اس سے زیادہ سزا نہیں دے گا۔(۱۰)

علامہ محمد حسین آل کاشف الغطاء فرماتے ہیں:

''عدل کا معنی ہے ہر شے کو اپنے موزوں مقام پر رکھنا اور حق دار کو حق پہنچانا عدل مخلوق کے درمیان اللہ کا میزان ہے۔عدل ہی سے آسمان قائم ہے اور زمین ثابت ہے کیونکہ عادل حکیم نے میزان عدل سے ہی ان کی ایجاد فرمائی ہے''۔

پھر لکھتے ہیں:

''عدل سلامتی کی سیڑھی اور کرامت کی معراج ہے۔بخلاف اس کے ظلم قیامت کی تاریکی ہے عدل ملک کی آبادی اور خلق کے امن کا کفیل ہے۔عدل کمزور حکومتوں کی قوت' ضعیف قوموں کی طاقت' گمنام ممالک کی شہرت' متفرق جماعتوں کی باہمی الفت' خوفزدہ فرقوں کی ہیبت' پس ماندہ قوموں کی علمی خلعت اور وحشی اقوام کی تمدن سے مانوسیت کا واحد ذریعہ ہے اور اس کے مقابلہ میں ظلم خدا اس کو غارت کرے۔اسلام کی عزت کے بعد ذلت اور عظمت وشہرت کے بعد اس کی خفت کا صرف یہی موجب بنا۔ حضرت داؤد کو زمین کی خلافت عطاء ہوئی تو حکم ہوا کہ لوگوں کے درمیان عدل کے فیصلے کرنا یعنی بادشاہوں پر تمام فرائض سے اہم

---

۱۰) ملاحظہ ہو''رسالہ اعتقادیہ'' شیخ صدوقؒ متوفی ۳۸۱ھ اصل الشیعہ واصولھا مولفہ علامہ شیخ محمد حسین کاشف الغطاء عقائد امامیہ مولفہ شیخ محمد رضا المظفر

فریضہ عدل ہے‘‘۔

اللہ نے عدل واحسان کا حکم دیا ہے اور فرمایا عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ بلکہ عدل عین تقویٰ اور عین جان ایمان ہے۔ عدل کے ذریعے بارش ایمانی برکتیں لے کر اترتی ہے اور زمین خیرات کے خزانے ظاہر کرتی ہے اسی عدل کی بدولت حیوانات پلتے ہیں، کھیتیاں بڑھتی ہیں، نشوونما میں اضافہ اور اموال میں زیادتی ہوتی ہے۔(۱۱)

نبوت:

نبوت کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے خدا نے مختلف قوم قبیلوں میں اپنے انبیاء بھیجے۔ ان کا وظیفہ یہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان کاموں کا حکم دیں جن میں دنیا اور آخرت میں ان کے لیے بھلائی ہے اور برے کاموں سے ان کو روکیں۔ دنیا میں پہلے نبی حضرت آدمؑ اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں جو خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔ آپؐ کے بعد جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور مفتری ہے۔

شیخ صدوقؒ فرماتے ہیں:

’’تمام انبیاء حق کے ساتھ خداء برحق کی جانب سے تشریف لائے اور ان کا قول خدا کا قول ان کا حکم خدا کا حکم ہے، ان کی اطاعت خدا کی اطاعت اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ ان تمام انبیاء نے سوائے خدا کی وحی اور اس کے حکم کے کبھی کوئی حکم اپنی طرف سے نہیں دیا۔ اس تمام گروہ انبیاء میں سے پانچ ایسے نبی ہیں

---

(۱۱) ملاحظہ ہو ’’الدین والاسلام‘‘ ص ۱۶۸، ۱۶۷ مطبوعہ لاہور

جوسب انبیاء کے سردار ہیں جن پر وحی کا دارومدار ہے۔ وہ اولوالعزم پیغمبر اور صاحب شریعت رسول ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور ختمی مرتبت حضرت محمد ﷺ پھر ان تمام میں سے آنحضرتؐ افضل واشرف اور ان سب کے سردار ہیں۔ آپؐ حق کے ساتھ تشریف لائے اور گذشتہ انبیاء کی تصدیق وتائید فرمائی۔ جن لوگوں نے آنجناب ﷺ کی تکذیب کی وہ دردناک عذاب کا مزہ چکھیں گے اور جو لوگ آنجنابؐ پر ایمان لائے اور ان کا احترام اور ان کی نصرت کی اور ساتھ ساتھ اس نور مقدس کی اتباع بھی کی جو آنحضرتؐ کے ساتھ نازل ہوا تھا تو بس یہی انسان کامیاب ہونے والے اور رستگاری پانے والے ہیں''۔(۱۲)

امامت:

شیعہ عقیدہ کی رو سے پیغمبرؐ اسلام کے جانشین بارہ ہیں۔ امامت کا مفہوم کیا ہے اور یہ کیوں ضروری ہے؟ قرآن وحدیث اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ ہم تفصیل سے ذرا بعد میں بیان کرتے ہیں۔

قیامت:

شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ خداوند عالم بروز قیامت تمام لوگوں کو محشور فرمائے گا اور ان کی روحوں کو انکے اصلی بدنوں میں داخل فرمائے گا۔ اس حقیقت کا انکار کرنا یا اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا جس سے اس کے ظاہری مفہوم کا

---

۱۲) ملاحظہ ہو رسالہ اعتقادیہ شیخ صدوقؒ متوفی ۳۸۱ھ

انکار ہوتا ہے جیسا کہ بعض ملحدین کہتے ہیں۔ بالاتفاق کفر و الحاد ہے۔ قرآن کا بہت سا حصہ قیامت کے ثابت کرنے اور اس کا انکار کرنے والوں کے کفر کا بیان کرنے کے متعلق وارد ہے۔ یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ بروز قیامت نیکوکاروں کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور بدکاروں کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا۔ نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کے لیے انہیں عقل عطا کی اوران کی راہنمائی کے لیے یکے بعد دیگرے انبیاء بھیجے۔ پھر موت کو پیدا کیا مرنے کے بعد انسان قبر میں پہنچتا ہے پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ تمام لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا اور جن لوگوں نے اپنی زندگی اطاعت الٰہی میں گزاری ہوگی' انہیں جنت میں بھیجا جائے گا اور بدکاروں کو جہنم میں بھیجا جائے گا۔ قرآن مقدس میں ان تمام حقائق کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورہ حج میں فرمان الٰہی ہے کہ جو لوگ قبروں میں ہیں' ان کو خدا دوبارہ زندہ کرے گا۔ سورہ تغابن میں ہے کہ دنیا میں جو کام تم کرتے تھے' قیامت کے روز وہ تمہیں بتا دیئے جائیں گے اور سورہ مومن میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے گا اور اس روز کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

امامت

- شیعہ بارہ ائمہ کا عقیدہ کیوں رکھتے ہیں؟
- پیغمبر اکرمؐ کی احادیث کہ میرے نائب بارہ ہوں گے۔
- بارہ خلفاء کے تعین میں علماء اہل سنت کی پریشانی
- شیعوں کے بارہ ائمہ حضرت علیؑ تا حضرت امام مہدیؑ کا مختصر تعارف
- شیعہ اپنے اماموں کو معصوم کیوں مانتے ہیں؟
- اپنا خلیفہ بنانے میں سابقہ انبیاء کی سنت کیا تھی؟ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک انبیاء کا نمونہ عمل
- برادران اہل سنت کے پہلے تین خلفاء کا طرز عمل۔ اموی اور عباسی حکمرانوں کا طریقہ کار
- کیا پیغمبر اکرمؐ اپنے بعد امت کو بغیر رہبر کے چھوڑ گئے؟

اہلسنت کا نقطہ نظر

- پیغمبرؐ اسلام نے اپنے وصی اور خلفیہ کا اعلان پہلی دعوت اسلام میں ہی کر دیا تھا۔ شیعہ نقطہ نظر کا ثبوت کتب اہلسنت سے
- سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶۷ نازل ہونے پر بمقام غدیر خم صحابہ کرامؓ کے مجمع میں حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان

- اعلان غدیر خم کے بعد تکمیل دین والی آیت کا نزول
- وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد حضرت علیؑ کی بیعت کیوں نہ کی گئی؟
- کیا سابقہ امتوں میں بھی امام ہوتے تھے اور کیا لوگ انہیں امام بناتے تھے یا وہ خدا کے حکم سے امام بنتے تھے؟
- اہلسنت عالم شاہ اسماعیل شہید کا بیان کہ غیر انبیاء کا تقرر بھی خدا کی طرف سے ہوتا ہے
- کیا سابقہ امتوں میں امامت کا کوئی معیار بھی ہوتا تھا؟
- کیا سابقہ امتوں میں اماموں کے پاس حکومت بھی ہوتی تھی؟
- اللہ تعالیٰ کے نزدیک امامت کا مستحق کون ہے؟
- ''ظالم امام نہیں بن سکتا'' قرآن کا دوٹوک اعلان
- امامت کا مقام اہلسنت کی نظر میں
- قرآن میں امام کی اطاعت کا کس طرح حکم دیا گیا ہے؟
- اولی الامر کے تعین میں شیعہ سنی نقطہ نظر
- کیا حاکم وقت اولی الامر کا مصداق ہوسکتا ہے؟
- کیا اہلسنت نے کسی زمانے میں کسی عالم دین کو اولی الامر تسلیم کیا ہے؟
- شیعوں کو باقی اسلامی فرقوں سے ممتاز کرنے والی چیز اولی الامر کا تعین ہے۔
- ائمہ اہلبیت کا اپنے بعد امامت کی راہنمائی کا بندوبست کرنا
- شیعہ فقہا و مجتہدین کی قدر و منزلت کی وجوہات

امامت

امامت کے بارے میں شیعہ عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ صدوقؒ اپنے رسالہ اعتقادیہ میں فرماتے ہیں:

''جناب رسالتمآبؐ کے بعد تمام مخلوق پر حجت خداوندی بارہ امام ہیں جن میں سے پہلے امام امیر المؤمنین حضرت علیؑ دوسرے امام حسنؑ تیسرے امام حسینؑ چوتھے امام زین العابدینؑ پانچویں امام محمد باقرؑ چھٹے امام جعفر صادقؑ ساتویں امام موسیٰ کاظمؑ آٹھویں امام علی رضاؑ نویں امام محمد تقیؑ دسویں امام علی نقیؑ گیارہویں امام حسن عسکریؑ اور بارہویں امام مہدیؑ صاحب العصر و الزمان اور خلیفہ رحمٰن ہیں۔(۲)

شیعہ بارہ ائمہ کا عقیدہ کیوں رکھتے ہیں؟

تاریخ کا ہر طالب علم یہ جاننے کا حق رکھتا ہے کہ بارہ اماموں کا نظریہ کیا صرف شیعوں کے ہاں رائج ہے؟

کیا پیغمبر اسلام نے اس سلسلے میں اپنی امت کو کچھ بتایا ہے؟ جواباً عرض ہے کہ یہ بات شیعہ اپنے پاس سے نہیں کہتے بلکہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زندگی میں بڑی وضاحت سے فرما دیا تھا کہ میرے بعد میرے جانشین برحق بارہ ہوں گے۔ دین

---

۱) رسالہ اعتقادیہ مولفہ شیخ صدوقؒ متوفی ۳۸۱ھ

۲) رسالہ اعتقادیہ مولفہ شیخ صدوقؒ باب ۳۵

اس وقت تک مستحکم رہے گا جب تک میرے بارہ خلیفہ اور نائب رہیں گے اور اس بات میں شیعہ ہی منفرد نہیں بلکہ برادران اہلسنت کی تمام بڑی بڑی کتب احادیث میں یہ حدیث نہ صرف درج ہے بلکہ علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو درست بھی تسلیم کیا ہے۔ صحیح بخاری میں بارہ آئمہ والی حدیث کو امام بخاری نے ان الفاظ میں لکھا ہے:

عن جابر بن سمرة قال سمعت النبیؐ یقول یکون اثنا عشر امیر فقال کلمة لم اسمعها فقال ابی انه قال کلهم من قریش

''جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ خدا کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ حاکم ہوں گے اس کے بعد آپ نے کوئی فقرہ کہا جس کو میں نہ سن سکا (میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا تو) میرے باپ نے کہا کہ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا کہ سب کے سب قریش سے ہوں گے''۔(۲a)

امام ابوداؤد نے بھی یہ حدیث لکھی ہے سنن ابی داؤد کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

رسول اللّٰه یقول لا یذال هذا الدین قائما حتّٰی یکون علیکم اثناء عشر خلیفة

''رسول پاکؐ فرماتے تھے کہ جب تک تم لوگوں کے اوپر بارہ خلیفہ (امامت کرتے) رہیں گے اس وقت تک یہ دین قائم رہے گا''۔(۳)

۲a) تیسر الباری شرح بخاری ج ۹، ص ۲۶۶ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

۳) سنن ابی داؤد ج ۳، ص ۳۴۷

امام ترمذی نے جو حدیث لکھی ہے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

قال رسول اللّٰہ یکون من بعدی اثناء عشر امیراً کلھم من قریش

''رسول خدا نے فرمایا: میرے بعد بارہ سردار ہونگے اور پیشوا ہوں گے وہ سب قریش ہی سے ہوں گے''۔(۴)

اہل سنت کے بہت بڑے مفسر مولانا شبیر احمد عثمانی سورہ المائدہ کی آیت 12 (و بعثنا منھم اثنٰی عشر نقیبا) (اور مقرر کیے ہم نے ان میں یعنی بنی اسرائیل میں) بارہ سردار کی تفسیر میں بارہ خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جابر بن سمرہ کی ایک حدیث میں نبی کریمؐ نے اس امت کے متعلق بارہ خلفاء کی پیشین گوئی فرمائی۔ ان کا عدد بھی نقبائے بنی اسرائیل کے عدد کے موافق ہے اور مفسرین نے تورات سے نقل کیا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ سے حق تعالیٰ نے فرمایا: میں تیری ذریت سے بارہ سردار پیدا کروں گا۔ غالباً یہ وہی بارہ ہیں جن کا ذکر جابر بن سمرہ کی حدیث میں ہے''۔(۵)

شیعوں کو اثناءعشری (یعنی بارہ ائمہ کے پیروکار) یا امامیہ کیوں کہتے ہیں؟

صرف شیعہ کتب سے ہی نہیں بلکہ اہلسنت کی کتب احادیث سے بھی آنحضرتؐ کی یہ پیشین گوئی ان الفاظ سے ثابت ہے کہ جب تک تم لوگوں پر بارہ خلیفہ امامت کرتے رہیں گے اس وقت تک یہ دین قائم رہے گا اس لیے شیعوں نے نبی کریمؐ کی

---

۴) جامع ترمذی ج۱ ص ۸۱۳ ترجمہ مولانا بدیع الزمان مطبوعہ لاہور ۵) تفسیر عثمانی ترجمہ مولانا محمود الحسن ص ۱۴۰ شائع کردہ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور

اس حدیث کو اپنے دین اور ایمان کا جزو بنا لیا ہے اور بارہ آئمہ کو ماننے کی وجہ سے شیعوں کو اثنا عشری یعنی بارہ ائمہ کے پیروکار یا امامیہ کہتے ہیں جبکہ باقی اسلامی فرقے اس حدیث کو ماننے کے باوجود آج تک اس بات کا تعین نہیں کر سکے کہ وہ بارہ خلفاء یا نائبین پیغمبر کون ہیں؟ حالانکہ مفسرین اہلسنت تسلیم کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے بارہ خلفاء کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے۔

بارہ خلفاء کے تعین میں علمائے اہلسنت کی پریشانی:

مسئلہ خلافت پر مسلمانوں میں دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ آج شیعہ کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا اہلسنت کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اہلسنت کہلانے والے شیعوں کے نظریہ امامت پر مختلف قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔ ایک بہت بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ شیعہ جنہیں امام مانتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے پاس حکومت نہیں رہی اس اعتراض کا جواب تو ہم آگے چل کر دیں گے کہ کیا امامت کے لیے حکومت کا ہونا ضروری ہے اور قرآن سے اس بات کا ثبوت دیں گے کہ سابقہ امتوں میں بھی امام ہوا کرتے تھے۔ ان کے پاس حکومت بھی نہیں ہوتی تھی لیکن پہلے یہ کہ اہلسنت علماء کے لیے آج تک یہ بات معمہ بنی ہوئی ہے کہ آنحضرتؐ نے اس امت کے لیے جن بارہ خلفاء کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ وہ کون کون لوگ ہیں؟ علمائے اہلسنت آج تک متفقہ طور پر وہ بارہ خلفاء پیش نہیں کر سکے۔ ہم چند ذمہ دار علماء کے بیانات نقل کرتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ تاریخ میں پہلے چاروں خلفاء کے بعد امام حسنؑ کو پانچواں خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

"معاویہ چھٹے خلیفہ ہیں اور ساتویں عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ باقی

پانچ خلفاء اہلبیت میں سے اولاد علیؑ میں سے ہوں گے“۔(۶)

مفسر قرآن مولانا محمد شفیع سابقہ مفتی دارالعلوم دیوبند کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔وہ لکھتے ہیں:

”چاروں خلفاء صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ عثمان غنیؓ علی المرتضٰی رضی اللہ عنھم مسلسل ہوئے اور درمیان کی کچھ مدت کے بعد پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز باجماع امت پانچویں خلفیہ برحق مانے گئے“۔(۷)

واضح رہے کہ مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۴ھ نے عمر ابن عبدالعزیز کو پانچواں خلیفہ لکھا ہے جو کہ بقول ان کے خلافت راشدہ کے تقریباً نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ بعد خلیفہ برحق تسلیم کیے گئے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد تقریباً تیرہ صدیاں گزر گئیں اور بقول ان کے سات خلفاء باقی ہیں۔وہ کون ہیں اور پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی کیسے پوری ہوگی؟ بہتر تھا مفتی صاحب مرحوم جیسی مستند علمی شخصیت اس سوال کا جواب دیتی لیکن وہ مزید کسی خلیفہ کا نام نہیں لکھ سکے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں کافی بحث کے بعد اپنا نظریہ یوں لکھا ہے کہ

”رسولؐ اللہ نے جن بارہ خلفاء کی بابت اشارہ فرمایا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں: چاروں خلفاء راشدین، امام حسنؑ، حضرت معاویہ، ابن زبیر، عمر بن عبدالعزیز یہ آٹھ ہوئے۔انہی خلفاء میں

---

۶) مقدمہ ابن خلدون ج ۲، ص ۱۷۸ ترجمہ مولانا راغب رحمانی شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۷) تفسیر معارف القرآن ج ۳، ص ۸۷ طبع جدید مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

المہدی کو بھی شامل کرنا چاہیے کیونکہ عہد عباسی میں یہ ویسے ہی انصاف شعار و عادل ہوئے جیسے بنو امیہ میں عمر بن عبد العزیز گزرے ہیں۔ دسواں خلفیہ الظاہر کو شمار کیا جائے اس لیے کہ یہ بھی عدل و انصاف کا پیکر تھا۔ ان دس کے بعد دو خلفائے منتظر باقی رہے جن میں ایک امام مہدی ہوں گے جو اہل بیت میں سے ہوں گے"۔(۸)

واضح رہے کہ یہاں پر تمام علمائے اہل سنت کے بیانات نقل کرنا چونکہ ناممکن ہے اس لیے اب ہم برصغیر کے بزرگ عالم دین مولانا وحید الزمان خان حیدر آبادی نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے نقل کرتے ہیں۔ مولانا کا علمی مرتبہ کتنا بلند ہے۔ یہ مفسر قرآن بھی ہیں۔ ان کی بخاری شریف کی مفصل شرح نو ضخیم جلدوں میں کراچی سے چھپ چکی ہے۔ اس کے علاوہ صحیح مسلم ابی داؤد' ابن ماجہ' نسائی شریف اور موطاء امام مالک کے شارح ہیں۔ ان کی لغات الحدیث نامی حدیث شریف کی مفصل لغت کئی ضخیم جلدوں میں چھپ چکی ہے اس کے علاوہ کئی کتب کے مصنف ہیں۔

انہوں نے ائمہ اثنا عشر والی حدیث کی شرح کرتے وقت کئی دفعہ اپنا بیان تبدیل کیا ہے۔ ہر بیان بڑا دلچسپ اور دوسرے سے مختلف ہے۔ مولانا کا پہلا بیان حاشیہ بخاری سے ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

"یہ بارہ خلفاء آنحضرتؐ کی امت میں گزر چکے ہیں حضرت صدیقؓ سے لے کر اور عمر بن عبد العزیز تک چودہ حاکم گزرے ہیں۔ ان میں سے دو کا زمانہ انتہائی قلیل رہا ہے۔ ایک

---

۸) تاریخ الخلفاء ص ۲۸ ترجمہ اقبال الدین احمد شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

معاویہ بن یزید اور دوسرا مروان ان کو نکال ڈالو تو وہی بارہ خلیفہ ہوتے ہیں''۔(۹)

سنن ابی داؤد میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اپنے پہلے بیان سے دستبردار ہوجاتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''بظاہر یہ حدیث مشکل ہوگئی ہے۔ علماء پر کیونکہ چار ہی خلیفے ایسے گزرے ہیں جن سے دین قائم ہوا اور کل یا اکثر امت نے اس پر اتفاق کیا۔ باقی حلفائے عباسیہ اور بنوامیہ تو ظالم اور جابر رہے اگرچہ اکا دکا ان میں بھی عادل اور متبع شرع تھے''۔(۱۰)

لغات الحدیث میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تیسرا بیان یوں دیتے ہیں کہ

''ان خلیفوں کے تعین میں بڑا اختلاف ہے۔ امامیہ نے بارہ ائمہ کو مراد لیا ہے اور اہلسنت کے علماء کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ۔ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہ بارہ خلیفہ کون کون تھے؟ بہرحال پانچ خلیفہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؑ اور حسنؑ بن علیؑ تو ان بارہ میں تھے۔ اب سات باقی رہے ممکن ہے وہ فاصلہ کے ساتھ پیدا ہوں اور ان میں سے کچھ گزر گئے ہوں۔ کچھ باقی ہوں۔ امام مھدیؑ سے بارہ کی تعداد پوری ہوجائے گی''۔(۱۱)

لغات الحدیث ہی سے مولانا وحید الزمان کا چوتھا بیان ملاحظہ فرمائیں۔ یہ بارہ خلفاء کون کون سے ہیں؟ لکھتے ہیں:

---

۹) تیسرالباری شرح بخاری ج ۹، ص ۲۶۷ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

۱۰) سنن ابی داؤد ج ۳، ص ۳۴۷ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

۱۱) لغات الحدیث ج ۱، کتاب خ ص ۱۰۸ شائع کردہ میر محمدی کتب خانہ کراچی

''اہلسنت کے علماء ان میں سے تراش خراش کرتے ہیں اور
خلفائے راشدین کے بعد کچھ لوگوں کو بنوامیہ میں سے لیتے ہیں۔
کچھ عباسیہ میں سے جو ذرا اچھے اور عادل گزرے ہیں۔ ہم نے
ھدیۃ المھدی میں لکھا ہے کہ ان بارہ امیروں سے آئمہ اثنا عشر
(بارہ امام) مراد ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد
ہے نہ کہ حکومت ظاہری۔ واللہ اعلم''۔ (۱۲)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''ھدیۃ المھدی'' کی وہ عبارت بھی نقل کی جائے جو مولانا وحیدالزمان نے آئمہ اثنا عشر کے بارے میں لکھی ہے۔ واضح رہے کہ مولانا کی کتاب ''ھدیۃ المھدی'' میور پریس دھلی سے ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئی تھی۔ مولانا وحیدالزمان نے اس میں حضرت علیؑ سے لے کر حضرت امام مہدیؑ تک بارہ آئمہ کے نام لکھے ہیں اور بیان کیا ہے کہ اگر ہم ان کے زمانے میں ہوتے تو ان کے ساتھ ہوتے۔ آئمہ اثنا عشر کا ذکر کرنے کے بعد مولانا وحیدالزمان لکھتے ہیں:

**ھولاء الائمۃ الاثناء عشر ھم الامراء فی الحقیقۃ
انتھت الیھم خلافۃ سید المرسلین و ریاسۃ الدین
المتین فھم شموس سماء الایمان و الیقین**

''یہی بارہ امام ہمارے امام ہیں یہی لوگ امراء ہیں۔ حقیقت
میں منتہی ہوئی ان کی طرف خلافت رسولؐ خدا کی اور ریاست دین
متین کی۔ یہی لوگ آفتاب آسمان یقین ہیں''۔ (۱۳)

---

۱۲) لغات الحدیث ج ۱، کتاب الف ص ۶۱ مطبوعہ کراچی

۱۳، ۱۴) ھدیۃ المھدی ص ۱۰۲ مولفہ مولانا وحیدالزمان بحوالہ عقل وتہذیب اہل حدیث ص ۱۲۲ شائع کردہ امامیہ کتب لاہور (نوٹ) ہدیۃ المھدی مولانا صائم چشتی کے ترجمہ کے ساتھ چشتی کتب خانہ فیصل آباد سے شائع ہو چکی ہے۔

آخر میں مولانا وحید الزمان خدا کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ

اللّٰھم احشرنا مع مولاء الائمة الاثناء عشر و ثبتنا علی حبھم الٰی یوم النشر

''خداوندا ہمارا حشر نشر کرنا ائمہ اثنا عشر کے ساتھ اور ثابت قدم رکھ ہم کو روز قیامت تک ان کی محبت پر''۔(ھدیۃ المھدی ص ۱۰۲)(۱۴)

گذشتہ صفحات میں ہم نے اہلسنت کی کتب احادیث کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ بات یقینی ہوگئی کہ خود پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ میرے برحق نائب بارہ ہیں۔اب ایک طرف علمائے اہلسنت ہیں جو آج تک کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکے کہ پیغمبر اکرمؐ کے وہ بارہ نائب کونسے ہیں۔دوسری طرف شیعہ اس حدیث کی روشنی میں جن بارہ آئمہ کو ہادی و راہنما مانتے ہیں۔ان کی علمیت' ان کی عظمت و جلالت اور ان کے اتقاء و پرہیز گاری کو دنیا تسلیم کرتی ہے۔ہم انتہائی اختصار کے ساتھ ان بارہ آئمہ کا تعارف علمائے اہل سنت کی زبانی کرواتے ہیں۔

ائمہ اثناء عشر کا مختصر تعارف

شیعوں نے بعد از وفات پیغمبر اکرمؐ جن بارہ اماموں کو یکے بعد دیگرے اپنا ہادی و پیشوا مانا' وہ کوئی ایسی ہستیاں نہیں تھیں جو دنیا میں تشریف لائیں اور گمنامی میں زندگی گزار کر چلی گئیں اور دنیا والوں کو پتہ ہی نہ چل سکا' ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ تو ایسے امام تھے کہ بڑے بڑے علمائے اہلسنت نے ان کی علمیت اور ان کی عظمت و بزرگی کا اعتراف کیا ہے۔یہ ہستیاں اتقاء و پرہیز گاری میں اپنی مثال آپ تھیں۔مشکل سے مشکل دینی مسائل میں لوگ ان سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔باوجود اس کے کہ واقعہ کربلا کے بعد ائمہ اہل بیتؑ نے صرف دین کی نشر و اشاعت کی طرف اپنی توجہ

مبذول رکھی بڑے بڑے جابر حکمران ان سے خوفزدہ رہتے تھے اور اپنے اقتدار کو ان سے خطرہ محسوس ہوتا رہتا تھا۔ شیعوں کے بارہ ائمہ کا مختصر تعارف علمائے اہلسنت کی زبانی درج ذیل ہیں:

ا۔ حضرت علی علیہ السّلام:

آپ کو زندگی بھر نبی کریمؐ کی کتنی قربت نصیب رہی؟ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں

> ''حضرت علیؑ بچپن سے رسولؐ اللہ کی آغوش تربیت میں پلے تھے اور جس قدر ان کو آنحضرتؐ کے اقوال وافعال سے مطلع ہونے کا موقع ملا تھا کسی کو نہیں ملا تھا۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ اور صحابہ کی نسبت کثیر الروایۃ کیوں ہیں؟ فرمایا کہ میں آنحضرتؐ سے کچھ دریافت کرتا تھا تو آپؐ بتاتے تھے اور جب چپ رہتا تھا تو خود ابتداء کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ذہانت قوت استنباط ملکہ استخراج ایسا بڑھا ہوا تھا کہ عموماً صحابہ اعتراف کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا عام قول تھا کہ خدا نہ کرے کوئی مشکل مسئلہ آن پڑے اور علیؑ موجود نہ ہوں عبد اللہ بن عباسؓ خود مجتہد تھے مگر کہا کرتے تھے کہ جب ہم کو علیؑ کا فتویٰ مل جائے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی''۔(۱۵)

حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے زمانے میں لوگوں کی نظروں میں حضرت علیؑ کا علمی مرتبہ کتنا بلند تھا؟ علامہ عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں:

> ''حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں خود ان حضرات اور دوسرے صحابہ کے لیے ان کے فتاویٰ نظائر کی

---

۱۵) سیرت النعمان ص ۲۱۳ شائع کردہ اسلامی اکادمی لاہور

حیثیت رکھتے تھے۔ شریعت کا شاید ہی کوئی مسئلہ ہو جس میں حضرت علیؑ کی کوئی واضح رائے نہ ہو"۔(۱۶)

شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ کو ان کی رائے پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ کرتے تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے فرمایا تھا: لو لا علی لهلك عمر، اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔(۱۷)

مصری عالم و محقق عبدالستار آدم حضرت علیؑ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ خوبی جس سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ وہ یہ کہ آپ صاحب فضل و کمال عالم رحمدل اور انصاف پرور قاضی عظیم و رفیع الشان مفتی و فقیہہ تھے۔ دین و فقہ میں آپ کی رائے تمام لوگوں کی آراء پر بھاری ہوتی تھی اسی طرح تمام مشکلات میں آپ مرجع انام تھے کبھی کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ کا ایک لفظ ایسا پیش کرے جو واضح حق کے خلاف ہو"۔(۱۸)

یہی مصری محقق و عالم مزید لکھتے ہیں کہ مورخ ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات ابن سعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت بیان کی ہے، جس میں آپ فرماتے ہیں:

---

۱۶) علیؑ شخصیت و کردار ص ۴۳ مولفہ عباس محمود العقاد مصری ترجمہ منہاج الدین اصلاحی شائع کردہ بستان لاہور

۱۷) خلفائے راشدینؓ ص ۳۲۸ مولفہ شاہ معین الدین احمد ندوی

۱۸) ملاحظہ ہو علی بن ابی طالب المفتی والقاضی ص ۳۶ ترجمہ محمد ناصر قاسمی مطبوعہ لاہور

''اللہ کی قسم قرآن میں کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ
میں اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ آیت کس کی شان میں
کب اور کہاں اتری ہے۔ بے شک میرے رب نے مجھے سوچنے
سمجھنے والا دل اور فصیح البیان زبان عطا فرمائی ہے''۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا بتایئے کہ آپ کے ابن عم (علیؑ) کے علم کے مقابلے میں آپ کے علم کی کیا حیثیت ہے؟ جواب دیا وہی حیثیت ہے جو سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ آب کو ہوتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ سیدنا علیؑ کرم اللہ وجہہ فقہ تفسیر فتویٰ اور قضا کے سلسلہ میں حجۃ المسلمین ہیں یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب اپنے علم وشان کے باوجود جب کبھی مشکل دینی مسئلہ میں الجھ جاتے تھے تو حضرت علیؑ سے رجوع کرتے اور مسئلہ حل کراتے تھے۔(۱۹)

دعوت فکر:

ہم اپنے محترم قارئین سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ علمائے اہلسنت کی مندرجہ بالا عبارتیں بار بار غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ حضرت علیؑ باقی صحابہؓ سے زیادہ حدیثیں بیان کرنے والے (بقول حضرت عمرؓ) سب سے بڑے قاضی مفتی اور قرآن کے سب سے بڑے عالم۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کی بیان کردہ وہ اتنی زیادہ حدیثیں کہاں غائب ہوگئیں اور علمائے اہلسنت نے انہیں اپنی حدیث کی کتابوں میں کیوں جگہ نہیں دی؟ کیا یہ حیرانگی اور افسوس کی بات نہیں کہ بخاری شریف اور مسلم شریف جو اہلسنت کی سب سے بڑی کتب احادیث ہیں ان کی پندرہ ہزار کے لگ بھگ احادیث میں حضرت علیؑ سے کل ۱۳۹ احادیث ہیں (۲۰) دوسری

---

۱۹) ملاحظہ ہو علی بن ابی طالب المفتی والقاضی ص ۳۶ ترجمہ محمد ناصر قاسمی طبع لاہور

۲۰) خلفائے راشدین ص ۳۰۶ مولفہ شاہ معین الدین احمد ندوی مطبوعہ کراچی

اور تیسری صدی ہجری اور اس کے بعد جب اہلسنت محدثین حضرت علیؑ کی روایت کردہ صرف ۵۸۶ حدیثیں اکٹھی کر سکے۔ حضرت علیؑ کی روایت کردہ حدیثوں سے یہ سلوک کیوں کیا گیا؟ اس کا بہتر جواب تو علمائے اہلسنت ہی دے سکتے ہیں البتہ شیعوں کی کتب احادیث حضرت علیؑ کی زبان سے نکلے ہوئے علم وحکمت کے موتیوں سے لبریز نظر آتی ہیں۔

۲۔ امام حسن علیہ السّلام، امام حسین علیہ السّلام

ان بزرگوں کی ابتدائی تربیت آنحضرتؐ کی آغوش مبارک میں ہوئی پیغمبر اکرمؐ کی نسل انہی دو شہزادوں سے چلی۔ انہی کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کا خون میرا خون، ان کا گوشت میرا گوشت، ان سے صلح میرے ساتھ صلح، ان سے جنگ میرے ساتھ جنگ، امام حسنؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے بیس حج پیادہ کیے۔

۳۔ امام حسین علیہ السّلام

امام حسینؑ کے بارے میں آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ الحسین منی و انا من الحسین حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں۔ قصہ مختصر یہ دونوں بزرگوار کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ فرمان پیغمبرؐ کی روشنی میں یہ دونوں شہزادے جوانان جنت کے سردار ہیں۔ انہی کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا:

الحسنؑ و الحسینؑ امامان قاما او قعدا

حسنؑ وحسینؑ دونوں امام ہیں خواہ جہاد کے لیے کھڑے ہوں یا صلح کر کے بیٹھیں۔

۴۔ امام زین العابدینؑ

امام حسینؑ کے فرزند ہیں اور شیعوں کے چوتھے امام ہیں۔ یہ اپنے زمانے میں

کتنی عظمت کے مالک تھے؟ نامور مصری محققین ابوزہرہ مصری اور علامہ شیخ محمد خضری بک آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

زہری نے فرمایا ہے:

"میں نے علیؑ بن حسینؑ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا (۲۱) اور ان کے یعنی زہری کے صاحبزادے کا بیان ہے کہ میں نے کسی ہاشمی کو ان سے افضل نہ پایا اور حضرت ابن مسیبؓ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ پرہیزگار کسی کو نہ پایا"۔ (۲۲)

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:

"علیؑ بن حسینؑ ثقہ و مامون و کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ و بلند پایہ پرہیزگار تھے"۔ (۲۳)

حکیم نیاز احمد فاضل دیوبند لکھتے ہیں:

"حضرت سجاد اپنے کردار اور اپنی عبادت و ریاضت کی وجہ سے مرجع انام اور مرکز خلائق تھے تلامیذ اور مستفیدین کے لیے مطاع اور منقاد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے سرمایہ افتخار تھے"۔ (۲۴)

بنو مروان باوجود حکومت و اقتدار کے آپ سے کس قدر خائف تھے؟ یہی حکیم نیاز احمد فاضل دیوبند لکھتے ہیں:

---

۲۱) حضرت امام جعفر صادق فقہ و اجتہاد ص ۲۲۰ مولفہ ابوزہرہ مصری مطبوعہ لاہور

۲۲) تاریخ فقہ اسلامی ترجمہ مولانا حبیب احمد ہاشمی ص ۲۱۴ مطبوعہ کراچی

۲۳) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۲۶ مطبوعہ کراچی

۲۴) ملاحظہ ہو کتاب امام زہری و امام طبری میں حکیم نیاز احمد فاضل دیوبند کا مضمون ص ۲۰۵، ۲۰۶ شائع کردہ الرحمٰن پبلشنگ کمپنی کراچی

''آپ پر مدینہ منورہ میں بنو مروان کی کڑی نگرانی تھی وہ ان کو اپنی سلطنت کے لیے بہت بڑا خطرہ تصور کرتے تھے۔ ان کے متعلق ہمیشہ بے جا خدشات میں گرفتار رہتے تھے''۔ (۲۵)

عوام کے دلوں میں آپ کا کتنا مقام تھا؟ اہلسنت محقق سید ابوالحسن علی ندوی عہد اموی کی دینی شخصیتوں کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان دینی شخصیتوں میں سب سے بااثر اور محبوب شخصیت حضرت علی بن الحسین (زین العابدین علیہ وعلیٰ آباءٗ السّلام) کی تھی جو عبادت وتقویٰ اور زہد وورع میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مسلمانوں کو ان کے ساتھ جو تعلق تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں طواف کے لیے آیا۔ شدت ہجوم کی وجہ سے وہ حجر اسود تک نہیں پہنچ سکا اور اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ مجمع کچھ کم ہو تو وہ استلام کرے (یعنی حجر اسود کو بوسہ دے) اس درمیان میں حضرت علی بن الحسین آئے ان کا آنا تھا کہ مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا اور انہوں نے بآسانی طواف و استلام کیا۔ وہ جدھر سے گزرتے لوگ احتراماً راستہ چھوڑ دیتے تھے۔ ہشام نے انجان بن کر پوچھا یہ کون ہیں؟ عہد اموی کے مشہور شاعر فرزدق نے برجستہ اشعار میں اس کے تجاہل عارفانہ کا جواب دیا اور ان کا شایان شان تعارف

---

۲۵) ملاحظہ ہو کتاب امام زہری وامام طبری میں حکیم نیاز احمد فاضل دیوبند کا مضمون ص ۲۰۵، ۲۰۶ شائع کردہ الرحمٰن پبلشنگ کمپنی کراچی

کروایا"۔(۲۶)

امام سجادؑ کی عظمت و بزرگی کا اعتراف کرنے کے باوجود اہلسنت محدثین نے شاید گنتی کی چند احادیث ان سے لی ہوں البتہ شیعوں کی کتب امام سجادؑ کی روایتوں سے بھری پڑی ہیں۔آپ کی دعاؤں کا بے نظیر مجموعہ جو"صحیفہ سجادیہ" کے نام سے مشہور ہے جب ایک ہندوستانی طالب علم سید مجتبیٰ حسن کانپوری کے ذریعے ماضی قریب میں الازھر کے اساتذہ کے پاس مصر پہنچا تو وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے اور علامہ طنطاوی جوہری استاد محمد حسین کامل اور استاد جمعہ ابیوتی نے اس کتاب کی عظمت پر"ہدی الاسلام" نامی رسالے میں باقاعدہ مضمون لکھے۔(۲۷)

۵۔ امام محمد باقر علیہ السّلام

شیعہ انہیں اپنا پانچواں امام مانتے ہیں۔ان کا اپنے زمانے میں کیا مقام و مرتبہ تھا؟

معروف مصری سکالر شیخ محمد خضری بک لکھتے ہیں:

"حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین جو باقر کے نام سے مشہور تھے اور شیعہ امامیہ کے پانچویں امام تھے۔۔۔اپنے زمانہ میں بنو ہاشم کے سردار تھے"۔(۲۸)

علامہ محمد ابن سعد امام محمد باقرؑ کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

۲۶) تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول ص ۳۲ تا ۳۳ مولفہ علامہ سید ابوالحسن علی ندوی شائع کردہ مجلس نشریات السلام کراچی استاد احمد حسن زیات مصری نے اپنی کتاب ادب عربی میں ص ۲۶۳ تا ۲۶۹ پر یہ قصیدہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ قصیدہ کہنے پہ ہشام کے فرزدق کو قید کردیا تھا۔ملاحظہ ہو تاریخ ادب عربی ص ۲۶۱ شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۲۷) صحیفہ سجادیہ مترجمہ مفتی جعفر حسینؒ میں مصری علماء کے مضامین دیکھے جاسکتے ہیں۔

''وہ ثقہ اور کثیر العلم والحدیث تھے''۔(۲۹)

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''ابو حنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ وحدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔شیعہ وسنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا''۔(۳۰)

مصری سکالر محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں:

''امام جعفر صادق اور ان کے والد بزرگوار امام محمد باقر ان تمام لوگوں کے خلاف ہمیشہ برسر پیکار رہے جنہوں نے اسلام کے خلاف غارت گری کے منصوبے تیار کیے تھے اور مسلمانوں میں الحاد وزندقہ پھیلانے کی سعی کی تھی''۔(۳۱)

گویا یہ حضرات صرف دین کی نشر واشاعت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے خلاف ہونے والی ہر سازش کا مقابلہ کر کے اسے ناکام کرتے تھے اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ دین الٰہی کا دفاع کرنا ہر امام کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

۶۔ امام جعفر صادق علیہ السلام

شیعہ انہیں اپنا چھٹا امام مانتے ہیں۔یہ اپنے زمانے میں کتنے بلند علمی مقام پر فائز تھے اس سلسلے میں اہلسنت محقق استاد ابو زہرہ مصری علامہ شہرستانی کا یہ بیان نقل

---

۲۸) تاریخ فقہ اسلامی ترجمہ مولانا حبیب احمد ہاشمی ص۲۱۶ مطبوعہ کراچی

۲۹) طبقات ابن سعد ج۵ ص۳۰۲ مطبوعہ کراچی

۳۰) سیرت نعمان ص۵۳ مطبوعہ لاہور

۳۱) امام جعفر صادق فقہ واجتہاد ص۱۹۷ مطبوعہ لاہور

کرتے ہیں:

''علم دین میں وہ مرتبہ عالی پر فائز تھے ادب میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ حکمت میں یکتا تھے دنیا سے نفور حب دنیا اور شہوات سے بے تعلق تھے۔ زہد اور ورع ان کی خصوصیت تھی۔ ایک عرصہ دراز تک مدینہ منورہ میں انہوں نے بود و باش رکھی یہاں طالبان علم کشاں کشاں آتے تھے اور فیض یاب ہو کر واپس جاتے تھے۔ وابستگان دامن پر اسرار علوم منکشف کرتے تھے''۔(۳۲)

دوسری جگہ استاد ابوزہری مصری لکھتے ہیں:

''ان کی مجلس مدینہ میں اہل علم طالبان حدیث اور طلاب فقہ کا مرکز وحید تھی۔ یہ لوگ تشنہ کام آتے تھے اور ان کے در سے سیراب ہو کر واپس جاتے تھے۔ جس شخص کو ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی وہ ان کے علم اور ان کی شخصیت کا کلمہ پڑھنے لگا۔ ان کے خلق و حکمت اور علم و فضل کی خوشہ چینی پر مجبور ہو گیا''۔(۳۳)

اہلسنت دانشور جناب قاسم محمود اپنے انسائیکلوپیڈیا میں امام جعفر صادقؑ کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ کا علم و عمل نوع انسانی کی ہدایت کا باعث تھا۔ آپ صبر و شکر تسلیم و رضا، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا نمونہ تھے۔ ہر زمانے کے علماء نے آپ کی شخصیت اور پاکیزہ کردار کے بارے میں اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا ہے''۔

---

۳۲) امام جعفر صادق فقہ و اجتہاد عہد و آراء ص ۸۵ مطبوعہ لاہور اشاعت دوم ۱۹۶۸ء

۳۳) امام جعفر صادق فقہ و اجتہاد عہد و آراء ص ۸۱ مطبوعہ لاہور

بقول امام نووی لوگ آپ کی امامت وجلالت اور عظمت وسیادت تسلیم کرتے ہیں۔ ابن حجر مکی کے بقول تمام بلاد اسلامیہ میں آپ کے علم و حکمت کا شہرہ تھا۔(۳۴)

امام ابوحنیفہ نے بھی امام جعفر صادقؑ سے علمی استفادہ کیا لیکن علامہ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا۔ علامہ شبلی نعمانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل وکمال میں ان کو حضرت جعفر صادقؑ سے کیا نسبت حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے و صاحب البیت ادری بما فیہا"۔(۳۵)

ہم اپنے محترم قارئین کو ایک مرتبہ پھر باور کراتے چلیں کہ شیعوں نے انہیں کسی ضد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر امام نہیں مانا بلکہ پیغمبر اکرمؐ کی بارہ خلفاء والی حدیث ذہن میں رکھ کر فیصلہ کریں کہ انہیں امام تسلیم کرنے کا شیعوں کا فیصلہ کتنا مبنی بر حقیقت ہے۔

۷۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

شیعوں کے ساتویں امام ہیں۔ اہلسنت عالم علامہ ابن حجر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم عابد اور سخی تھے"۔(۳۶)

علامہ ابن طلحہ شافعی آپ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ

"آپ جلیل القدر امام اور عظیم الشان اور جید مجتہد تھے اور اپنی (۳۷)

---

۳۴) اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۶۲۶ مطبوعہ کراچی

۳۵) سیرت النعمان ص ۵۳ شائع کردہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور

۳۶) صواعق محرقہ ص ۲۰۱ ۳۷) مطالب السئول ص ۶۱

عبادت کی وجہ سے مشہور تھے"۔

قاضی فضل اللہ بن روز بہان جو کہ نامور سنی عالم گزرے ہیں، انہوں نے آپ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"امام موسیٰ کاظمؑ علائم کرامات اور حسبی نسبی بلندیوں کے حامل ہیں۔ آپ سنت نبوی اور طریقہ مصطفوی کو زندہ کرنے والے اور دین وملت کی علامتوں کو واضح کرنے والے ہیں۔ عرب وعجم پر آپ کی محبت فرض کی گئی ہے"۔ (۳۸)

آپ کا کام بھی اپنے آباؤ واجداد کی طرح عبادت خداوندی اور تبلیغ دین تھا لیکن ہارون جو اس وقت کا حاکم تھا، اکثر آپ سے خوفزدہ رہتا تھا۔ علامہ اسلم جیرا جپوری اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہ جس امیر یا وزیر کی نسبت سنتا تھا کہ آل علیؑ میں کسی کی طرف میلان رکھتا ہے، اس کو سزا دیتا تھا۔ امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو مدینہ سے بغداد لا کر خاص اپنی نگرانی میں رکھا تھا"۔ (۳۹)

ہارون نے امام موسیٰ کاظم کو اپنی نگرانی میں نہیں بلکہ بغداد میں قید رکھا اور اسی قید کے دوران زہر سے آپ کی شہادت ہوئی۔ کافی لوگوں نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں آپ کے کچھ شاگردوں کے نام اور ان کی کتب کی فہرست درج کی ہے اور آپ کے صرف ایک صحابی اور شاگرد حسن بن محبوب سراد کی ۴۲ کتب کے نام ابن ندیم نے گنوائے ہیں۔ (۴۰)

---

۳۸) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصومینؑ ص ۲۳۰ تا ۲۳۳ مطبوعہ ایران

۳۹) تاریخ الامت مولفہ حافظ علامہ اسلم جیراجپوری ص ۵۰۰ مطبوعہ لاہور

۴۰) ملاحظہ ہو فہرست ابن ندیم ص ۵۲۲ شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۸۔ امام علی رضا علیہ السّلام

اہلسنت عالم مولانا شبلی نعمانی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت علی رضاؑ ائمہ اثنا عشر میں ہیں اور حضرت موسیٰ کاظمؑ کے خلف الرشید ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ میں جمعہ کے دن پیدا ہوئے نہایت بڑے عالم اور اتقائے روزگار میں سے تھے''۔(۴۱)

دوسری جگہ یہی مولانا نعمانی لکھتے ہیں:

اس زمانے میں حضرت علی رضا امام ہشتم موجود تھے۔ جن سے مامون دلی ارادت رکھتا تھا اور چونکہ زہد و تقدس کے علاوہ ان کا فضل و کمال بھی خلافت کے شایان شان تھا۔ مامون نے ان کو ولی عہد سلطنت کرنا چاہا چنانچہ تمام اعیان سلطنت و اراکین دربار کے سامنے اعلان کیا کہ آج دنیا میں جس قدر آل عباس ہیں۔ میں ان کی لیاقت کا صحیح اندازہ کر چکا ہوں۔ نہ ان میں نہ آل نبی میں آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو استحقاق خلافت میں حضرت علی رضا کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ اس نے تمام حاضرین سے حضرت علی رضا کے لیے بیعت لی''۔(۴۲)

اہلسنت مورخین مفتی زین العابدین میرٹھی و مفتی انتظام اللہ شہابی ولی عہدی کے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت امام زہد و تقدس کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ان کا فضل و تقدس بھی خلافت کے شایان شان تھا''۔(۴۳)

---

۴۱) المامون حصہ اول ص ۸۷ شائع کردہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۴۲) المامون ص ۷۷ تا ۷۸ شائع کردہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۴۳) ملاحظہ ہو تاریخ ملت ج ۲، ص ۲۲۷ شائع کردہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

امام علی رضاؑ کو ولی عہد مقرر کرنا دراصل مامون کی ایک چال تھی کیونکہ علوی اس وقت کافی طاقتور ہو چکے تھے۔ اہلسنت مورخ علامہ حافظ اسلم جیراجپوری اس بارے میں لکھتے ہیں:

''مامون خلیفہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ دولت عباسیہ ہر طرف سے علویہ کے خطرات سے بھری ہوئی ہے۔ خود عباسی امراء اور موالی کے دل ان کی طرف مائل ہیں۔ اس وجہ سے اس کو مدارت کرنا پڑی اور اس نے اپنے وزیر فضل بن سہل کے مشورہ سے شیعہ کے امام ہشتم علی رضا کی ولی عہدی کا فرمان لکھا لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ ایک طرف امامیہ خوش ہوئے تو دوسری طرف بنی عباس مخالف ہو گئے اور انہوں نے بغداد میں اس کے خلع کا اعلان کر کے اس کے چچا ابراہیم کو خلیفہ بنا لیا۔ اس ورطہ سے نکلنے کے لیے آخر کار مامون نے حیلہ سے وزیر ابن سہل کو قتل کرایا اور اس کے بعد ہی امام رضا وفات پا گئے جس کا الزام بھی مؤرخ مامون پر رکھتے ہیں لیکن بجز قرائن کے کوئی دلیل پیش نہیں کرتے''۔ (۴۴)

لیکن ہم کہتے ہیں کہ خود مولانا اسلم جیراجپوری کے بیان سے مامون کی نیت ظاہر ہو رہی ہے۔ پہلے علویوں سے حکومت کو خطرہ محسوس کیا تو ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے امام علی رضاؑ کو ولی عہد مقرر کر دیا لیکن جب دوسری طرف سے مخالفت ہوئی تو پہلے ولی عہدی کا مشورہ دینے والے وزیر کو قتل کرایا اور اس کے بعد امام علی رضاؑ کو راستے سے ہٹوا دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بڑے معنی خیز انداز میں لکھا ہے کہ

---

۴۴) تاریخ الامت ص ۵۰۰ شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

''لوگوں نے مامون کے خلاف خروج کیا۔۔۔لڑائی ہو رہی تھی کہ مامون عراق کی جانب ضروری کام سے گیا اور علی رضا نے ۲۰۳ھ میں انتقال کیا۔ مامون نے اہل بغداد کو لکھا علی رضا کا انتقال ہو چکا ہے اب فتنہ وفساد کیوں جاری ہے''۔(۴۵)

مولانا شبلی کا بیان بھی قابل غور ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''چونکہ ذوالریاستین (وزیر) اور حضرت علی رضاؑ کی وفات نے اہل بغداد کی کل شکایتوں کا فیصلہ کر دیا۔ مامون نے بغداد کے لوگوں کو ایک خط لکھا کہ اب کیا چیز ہے جس کی تم شکایت کر سکتے ہو''۔(۴۶)

خیر ہمارا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ یہ امام ہشتم حضرت علی رضاؑ اپنے زمانے میں کس طرح لوگوں کی عقیدت کا مرکز تھے۔ شیعوں نے کسی تعصب یا ضد کی بنا پر انہیں امام نہیں مانا بلکہ خود علمائے اہلسنت ان کے زہد وتقویٰ اور فضل وکمال کو تسلیم کرتے ہیں۔ حکمرانوں کے دل میں ان کا کتنا رعب تھا۔ مامون کو بھرے دربار میں تسلیم کرنا پڑا کہ آج کوئی شخص ایسا موجود نہیں جو استحقاق خلافت میں امام علی رضاؑ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔

۹۔ امام محمد تقی علیہ السلام

شیعوں کے نویں امام ہیں۔ آپ کی شان ومنزلت کے بارے میں اہلسنت عالم ابن طلحہ لکھتے ہیں کہ

''آپ اگرچہ باعتبار سن وسال صغیر تھے مگر قدر ومنزلت کے لحاظ

---

۴۵) تاریخ الخلفاء ص ۲۹۹ ترجمہ اقبال الدین شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۴۶) سیرت المامون ص ۸۷ مطبوعہ کراچی

سے کبیر تھے اور اور اپنے والد ماجد کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے"۔(۴۷)

مامون نے ایک مرتبہ آپ کا امتحان لینے کے لیے سوال کیا۔ آپ کا برجستہ جواب سن کر وہ بول اٹھا کہ

"انت ابن الرضا حق یعنی آپ واقعی امام رضاؑ کے فرزند ہیں"۔(۴۸)

واضح رہے کہ جس وقت مامون نے امام محمد تقی علیہ السلام سے مختلف علوم سے متعلق بہت سارے مشکل سوالات پوچھے تھے اور امام نے تمام سوالات کے شافی جوابات دیئے تھے۔ اس وقت امام ابھی کم سن ہی تھے یحییٰ بن اکثم اپنے وقت کے مشہور عالم اور قاضی تھے۔ ان سے آپ کا ایک مناظرہ مشہور ہے۔ جس میں آپ کی مدلل گفتگو سن کر قاضی مذکورہ کو خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ آپ عین عالم شباب میں معتصم کے عہد میں زہر سے شہید کیے گئے۔

۱۰۔ امام علی نقی علیہ السلام

اہلسنت مورخ شاہ معین الدین احمد ندوی آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ

آپ کا پورا نام ابوالحسن علی بن محمد ہے بڑے عابد و زاہد اور متقی بزرگ تھے شیعوں کے دسویں امام ہیں۔(۴۹)

علامہ حافظ اسلم جیراجپوری "تاریخ الامت" میں لکھتے ہیں:

"اس عہد میں فرقہ اثناء عشریہ کے امام علی ہادی بن محمد جواد

---

۴۷) مطالب السوال از ابن طلحہ شافعی

۴۸) صواعق محرقہ ص ۲۰۴

۴۹) ملاحظہ ہو حاشیہ تاریخ اسلام ندوی ج ۳، ص ۲۳۶ شائع کردہ مکتب رحمانیہ لاہور

تھے۔ متوکل نے ان کو سامرا میں خاص اپنی نگرانی میں رکھا تھا۔ وہیں بیس سال رہ کر انہوں نے انتقال کیا''۔(۵۰)

آپ کے دور کا مشہور واقعہ اکثر مورخین نے نقل کیا ہے کہ

''متوکل کو اطلاع ملی کہ امام علی نقی علیہ السّلام کے گھر شیعیان علیؑ پوشیدہ ہیں اور انہوں نے گھر میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے۔ اس نے رات کے وقت آپ کے گھر میں سپاہی بھیجے اور ساتھ ہی امام کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس وقت امام گھر میں تنہا سنگ ریزوں کے فرش پر بیٹھے تھے۔ آنجناب نے بالوں کا کرتہ اور صوف کی چادر اوڑھی ہوئی تھی اور تلاوت قرآن اور دعا میں مشغول تھے۔ سپاہی اسی حالت میں آپ کو دربار میں لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ متوکل عباسی اس وقت شراب نوشی میں مشغول تھا۔ وہ باوجود اتنا جابر و ظالم ہونے کے امام کو دیکھ کر گھبرا گیا اور کھڑا ہو گیا پھر خاموشی توڑنے کے لیے بوکھلاہٹ میں شراب کا جام امام علی نقی علیہ السّلام کی طرف بڑھایا۔ آپ نے فرمایا میرا گوشت اور خون کبھی شراب کی آلائش سے آلودہ نہیں ہوئے۔ مجھے اس سے معاف رکھو۔ متوکل نے کہا اگر شراب نہیں پیتے تو مجھے کچھ شعر سنائیے۔ متوکل کے اصرار پر امام نے چند عبرت انگیز اشعار سنائے۔ متوکل ان اشعار کو سن کر بہت رویا اور اس کے درباری بھی گریہ و بکا کرنے

---

۵۰) تاریخ الامت ص ۳۹۳ مطبوعہ لاہور

لگے۔امام علیہ السّلام اس کے بعد واپس تشریف لے گئے۔(۵۱)

۱۱۔ امام حسن عسکری علیہ السّلام

آپ امام علی نقی علیہ السّلام کے لخت جگر ہیں اور شیعوں کے گیارھویں امام ہیں۔علامہ ابن صباغ مالکی سنی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کا اخلاق شریں، سیرت نیک اور عادات وخصائل فاضلہ تھے۔(۵۲)

آپ کا عرصہ امامت تقریباً چھ سال ہے اس دوران حکومت کا آپ سے رویہ کیسا رہا اور حکام کس طرح آپ سے خوفزدہ تھے؟ اہلسنت دانشور جناب قاسم محمود اپنے انسائیکلو پیڈیا میں لکھتے ہیں:

آپ اپنی امامت کے تقریباً چھ برسوں کے دوران میں مسلسل حکومت کی نگرانی میں رہے۔المعتمد نے آپ کو کچھ عرصہ جیل میں ڈالا تھا۔(۵۳)

حکومت وقت نے آپ کو زہر دے کر شہید کروایا اور صواعق محرقہ کے الفاظ ہیں "قیل انہ سم" یعنی کہا جاتا ہے کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔(۵۴)

اہلسنت عالم علامہ ابن صباغ مالکی آپ کے انتقال کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب امام کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو تمام سامرہ ہل گیا اور

---

۵۱) یہ واقعہ تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ مروج الذھب حصہ چہارم ص ۶۰۲ تا ص ۶۰۳ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی تاریخ الاسلام شاہ معین الدین احمد ندوی ج ۳، ص ۲۳۶ تا ۲۳۷ تاریخ الامت از علامہ اسلم جیراجپوری ص ۳۹۳ پر موجود ہے۔

۵۲) فصول المہمہ ص ۲۶۵

۵۳) اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۹۳۷ مطبوعہ کراچی

۵۴) ملاحظہ ہو صواعق محرقہ

غوغہ برپا ہو گیا' بازار سنسان ہو گئے اور دکانیں بند ہو گئیں تمام بنو ہاشم اور ہر شعبہ ہائے زندگی کے لوگ عامہ خلائق ان کے جنازے کو دوڑے۔ سر من رائے اس دن قیامت کا نمونہ تھا۔(۵۵)

۱۲۔ امام مہدی علیہ السّلام

شیعہ انہیں پیغمبر اسلام کا آخری یعنی بارھواں خلیفہ اور امام مانتے ہیں۔ یہ بات شروع ہی سے شیعہ سنی مسلمانوں کے درمیان مسلم چلی آرہی ہے کہ آخر زمانے میں امام مہدی علیہ السّلام کا ظہور ہوگا اور اہلسنت علماء بھی ان کی آمد کے قائل ہیں۔ امام مہدی علیہ السّلام کے بارے میں اہلسنت عالم شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے الفاظ مختصراً ملاحظہ ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

> حضرت امام مہدی سید اور اولاد فاطمہؑ زہرا میں سے ہیں۔۔۔
> آپ کا چہرہ پیغمبرؐ خدا کے چہرے کے مشابہ ہوگا نیز آپ کے اخلاق پیغمبرؐ خدا سے پوری طرح مشابہت رکھتے ہونگے۔۔۔ آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا۔(۵۶)

علامہ ابن خلدون امام مہدیؑ کے بارے میں عام مسلمانوں کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> تمام مسلمانوں میں ہر زمانے میں پرانے زمانے سے یہ بات مسلم و مشہور چلی آرہی ہے کہ آخری زمانے میں خاندان اہلبیت میں سے ایک شخص کا ظہور ہوگا جو دین کو تقویت پہنچائے گا اور

---

(۵۵) فصول المہمہ

(۵۶) شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کا یہ بیان زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی فاضل دیوبند نے کتاب الامام مھدیؑ ص ۶ شائع کردہ مکتب سید احمد شہید اردو بازار لاہور پر نقل کیا ہے

انصاف پھیلائے گا مسلمان اس کے تابع ہونگے اور وہ تمام اسلامی ممالک پر غالب آجائے گا مسلمان اسے ''مہدی'' کہتے ہیں مہدی کے بعد دجّال کا اور قیامت کی دیگر ان شرطوں کا ظہور ہوگا جن کا ثبوت صحیح حدیثوں سے ملتا ہے اور مہدی کے بعد عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے اور نماز میں آپ مہدی کی اقتداء کریں گے اور دجّال کو قتل کریں گے مسلمانوں کا امام مہدی کے بارے میں حدیثوں سے استدلال ہے جن کو ائمہ اپنی اپنی کتابوں میں لائے ہیں۔(۵۷)

شیعہ اپنے اماموں کو معصوم کیوں مانتے ہیں؟

برادران اہلسنت کی طرف سے شیعوں پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ شیعہ اپنے ائمہ کو معصوم مانتے ہیں حالانکہ معصوم صرف انبیاء کرام ہی ہوسکتے ہیں غیر انبیاء معصوم نہیں ہوسکتے یہاں پر بھی ہمارے اہلسنت بھائی اگر تھوڑا سا غور کریں تو انہیں صاف نظر آئے گا کہ شیعوں نے یہ عقیدہ بھی قرآن وحدیث سے لیا ہے اور خود بزرگ علمائے اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔شاہ اسماعیل شہید دھلوی نے تو اپنی مشہور زمانہ کتاب ''منصب امامت'' میں ''عصمت اولیاء'' کا عنوان قائم کیا ہے۔اس کے ذیل میں لکھتے ہیں:

> مقامات ولایت میں سے ایک مقام عظیم عصمت ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عصمت کی حقیقت حفاظت غیبی ہے جو معصوم کے تمام اقوال، افعال، اخلاق، احوال، اعتقادات اور مقامات کو راہ حق کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے اور حق سے روگردانی کرنے سے مانع ہوتی ہے یہی حفاظت جب انبیاء سے متعلق ہو تو اسے عصمت کہتے

---

۵۷) مقدمہ ابن خلدون حصہ دوم ص ۱۵۷ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

ہیں اور جب کسی دوسرے کامل سے متعلق ہو تو اسے حفظ کہتے ہیں پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک ہی چیز ہیں لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے۔ حاصل کلام یہ کہ اس مقام میں مقصود یہ ہے کہ یہ حفاظت غیبی جیسا کہ انبیاء کرام کے متعلق ہے ایسا ہی ان کے بعض متبعین کے متعلق ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ○

میرے بندوں پر تو غلبہ نہ پا سکے گا ان کے لیے تیرا پروردگار کافی ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل) (۵۸)

ہم شیعہ کہتے ہیں کہ یہ بات جب خدا نے شیطان سے کہہ دی کہ تو میرے خالص بندوں پر غلبہ نہیں پا سکے گا۔ غیر انبیاء میں سے جن کے بارے میں خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا اس کے اولین مصداق ہمارے ائمہ ہیں۔ ان کی ساری زندگی خدائے رحمٰن کے حکم کے مطابق گزری ہے۔ شیطان ان کی زندگی میں کسی بھی لمحے ان پر غلبہ نہیں پا سکا۔ یہی ان کے معصوم ہونے کا مفہوم و مطلب ہے۔

عصمت ائمہ کے مزید شواہد:

شیعہ حضرت علیؑ اور باقی ائمہ اہل بیت کی عصمت و طہارت کے بارے میں جو احادیث پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ شاہ اسماعیل شہید نے اپنی کتاب ''منصب امامت'' میں درج کی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا ہے کہ

---

۵۸) منصب امامت ص ۷۷ تا ۷۸ مطبوعہ لاہور

القرآن مع علی و علی مع القرآن

قرآن علی کے ساتھ اور علی قرآن کے ساتھ ہے۔(۵۹)

اور فرمایا آنحضرتؐ نے:

انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی اہل بیتی و لن یفترقا حتّٰی یردا علیّ الحوض

میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسرے میرے اہل بیت (عترت) اور یہ دونوں جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ حوض کوثر پر آئیں گے۔(۶۰)

ہم ہر پڑھے لکھے فرد کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کے ان فرامین کو غور سے پڑھے کہ جب صادق اور امین رسولؐ نے فرما دیا کہ علیؑ اور قرآن جدا نہیں ہونگے یا یہ کہ قیامت تک قرآن اور عترت رسولؐ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے تو پھر اس فرمان پیغمبرؐ کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان کی ساری زندگی قرآن کے مطابق ہے اور جب ان کی ساری زندگی قرآن کے مطابق ہے تو پھر غلطی کا امکان کہاں سے آئے گا۔ یہی مفہوم ہے ان کے معصوم ہونے کا ائمہ اہل بیت نے کس طرح پاکیزہ زندگی بسر کی۔ وہ گذشتہ صفحات میں علمائے اہلسنت کی زبانی ہم لکھ آئے ہیں اور انہیں حقائق کے پیش نظر بعض علمائے اہلسنت نے ائمہ اہل بیت کی معصومیت کو تسلیم کیا ہے۔ اہلسنت کے نامور مولانا وحید الزمان خان حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ

علمائے اہلسنت میں سے صاحب دراسات اللبیب نے ائمہ اثنا عشر کی معصومیت کو تسلیم کیا ہے۔(۶۱)

۵۹، ۶۰) منصب امامت ص ۹۷ مطبوعہ لاہور

۶۱) ملاحظہ ہو لغات الحدیث کتاب ب ص ۱۲۵، ج ۱، مطبوعہ کراچی

یہ بات فرامین پیغمبر کی روشنی میں پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آنحضرتؐ کے برحق نائب بارہ ہی ہیں۔اس کے علاوہ ان کی عصمت کا بیان بھی علمائے اہلسنت کے کلام کی روشنی میں بیان ہو چکا۔اب ہم امامت کی بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہیں۔

اپنا خلیفہ بنانے میں سابقہ انبیاء کی سنت کیا تھی؟

چونکہ شیعہ سنی کے درمیان بنیادی اختلاف مسئلہ امامت وخلافت پر ہے اس لیے شیعہ علماء نے ہر پہلو سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے پیغمبر اکرمؐ پہلے یا درمیان میں تشریف لانے والے نبی نہیں تھے بلکہ سب سے آخری نبی تھے۔آپؐ سے پہلے ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء دنیا میں تشریف لا چکے تھے کیا سابقہ انبیاء دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا کر جاتے تھے یا یہ فریضہ اپنی اپنی امت کے سپرد کر جاتے تھے کہ بعد میں وہ جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں اس سلسلے میں قرآن مقدس میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مثال موجود ہے کہ جب انہوں نے حضرت ہارونؑ کو اپنا نائب بنانا چاہا تو بارگاہ احدیت میں جو التجا کی وہ قرآن میں اس طرح آئی ہے کہ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي (٢٥) وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي (٢٦) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي (٢٧) يَفْقَهُوا قَوْلِي (٢٨) وَ اجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي (٢٩) هٰرُونَ أَخِي (٣٠) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (٣١) وَ أَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي (٣٢)

(طٰہٰ آیت نمبر ۲۵ تا ۳۲)

(حضرت موسیٰؑ عرض کرتے ہیں) کہا: میرے پروردگار! (اس کام کے لیے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری بات سمجھ لیں اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرر فرما

یعنی: ''میرے بھائی ہارون کو اس سے میری قوت کو مضبوط کر اور
اسے میرے کام میں شریک کر''

(ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری)

علامہ محمد شفیع سابقہ مفتی دار العلوم دیو بند نے اپنی تفسیر میں ''جماعتی انتظام کے لیے خلفیہ اور نائب بنانا'' کے زیر عنوان حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ذکر میں بڑی پتے کی بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں:

> حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جب ایک مہینے کے لیے اپنی قوم سے الگ ہو کر کوہ طور پر عبادت میں مشغول ہونا چاہا تو ہارون علیہ السّلام کو اپنا خلفیہ اور نائب بنا کر سب کو ہدایت کی کہ میرے پیچھے سب ان کی اطاعت کرنا تا کہ آپس میں اختلاف ونزاع نہ پھوٹ پڑے اس سے معلوم ہوا کہ کسی جماعت یا خاندان کا بڑا اگر کہیں سفر پر جائے تو سنت انبیاء یہ ہے کہ کسی کو اپنا قائم مقام خلیفہ بنا کر جائے جو ان کے نظم وضبط کو قائم رکھے۔ (۶۲)

شیعہ بھی یہی بات کہتے ہیں کہ جب آخری نبی دنیا سے اپنا آخری سفر اختیار کریں اور کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کیے بغیر دنیا سے تشریف لے جائیں یہ کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا شیعہ عالم سید علی الحائری نے اپنی کتاب ''موعظہ غدیر'' مطبوعہ لاہور کے ص ۴ تا ۱۳ پر حضرت آدم علیہ السّلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک بہت سارے انبیاء اور اوصیاء کے بارے میں کتب اہلسنت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ وہ دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل اپنا خلیفہ اور وصی خود بنا کر گئے ہیں وہ لکھتے ہیں:

---

۶۲) ملاحظہ ہو تفسیر معارف القرآن ج ۶، ص ۹ مطبوعہ لاہور

۱۔ حضرت آدمؑ نے اپنے فرزند حضرت شیث ہبۃ اللہ کو اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کیا۔

۲۔ حضرت شیث نے اپنے فرزند حضرت انوش کو اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کیا۔

۳۔ حضرت انوش نے اپنے بیٹے حضرت قینان کو خلافت و وصایت دی۔

۴۔ حضرت قینان کی بہت ساری اولاد تھی لیکن وصیت جناب مہلائیل کی طرف تھی۔

۵۔ حضرت مہلائیل نے اپنے بیٹے یرد کو اپنا وصی مقرر کیا۔

۶۔ حضرت یرد نے اپنے فرزند حضرت ادریسؑ کو اپنا وصی بنایا جو کہ مشہور پیغمبر ہیں۔

۷۔ حضرت ادریسؑ کے بہت سارے فرزند تھے لیکن آپ نے اپنے بیٹے متوشلح کو اپنی اولاد کے امور میں اور خدا کے امور میں خلیفہ مقرر کیا۔

۸۔ حضرت متوشلح نے اپنے بیٹے حضرت لمک کو اپنا وصی مقرر کیا یہ جناب لمک حضرت نوحؑ کے والد ہیں۔

۹۔ حضرت نوحؑ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت سام کو اپنا وصی مقرر کیا۔

۱۰۔ حضرت ابراہیمؑ نے شام میں حضرت اسحاقؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا حضرت اسماعیلؑ کو عرب میں۔

۱۱۔ حضرت اسماعیلؑ نے اپنے فرزند حضرت قیدار کو اپنا وصی مقرر کیا۔

۱۲۔ حضرت اسحاقؑ نے اپنے فرزند حضرت یعقوبؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

۱۳۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند حضرت یوسفؑ کو اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کیا۔

۱۴۔ حضرت ایوبؑ نے اپنے فرزند حضرت حومل کو اپنا وصی مقرر کیا۔

۱۵۔ حضرت موسیٰؑ نے پہلے حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا

لیکن ان کے انتقال کے بعد اپنی وفات سے قبل حضرت یوشعؑ بن نون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

۱۶۔ حضرت کالبؑ نے اپنے فرزند حضرت لوسا موس کو خود اپنا خلیفہ اور ولی عہد مقرر کیا۔

۱۷۔ حضرت الیاسؑ نے حضرت الیسعؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا۔

۱۸۔ حضرت الیسعؑ نے حضرت ذوالکفل کو اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کیا۔

۱۹۔ حضرت داؤدؑ نے خود اپنے فرزند حضرت سلیمانؑ کو اپنا خلیفہ اور ولی عہد مقرر کیا۔

۲۰۔ حضرت عیسیٰؑ نے حضرت شمعون کو اپنا خلیفہ اور ولی عہد مقرر کیا۔(۶۳)

یہ تو تھی چند مشہور انبیاء اور اوصیاء کی سنت و طریقہ جن کے بارے میں تاریخ اسلام ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ یہ بزرگوار دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل اپنا اپنا خلیفہ و جانشین خود بنا کر گئے ہیں قبل اس کے کہ ہم پیغمبر اسلام ﷺ کا طرز عمل بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا طریقہ بھی کتب اہلسنت سے تحریر کردیں کہ یہ تینوں بزرگوار اپنی اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے بارے میں کس قدر فکر مند تھے اور اپنی زندگی میں ہی یہ لوگ بھی اس بات کا انتظام کر کے گئے کہ ان کے بعد اس امت کا سربراہ کون ہوگا علمائے

---

(۶۳) نوٹ نمبر ۱ تا ۲۰ کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ کامل ابن اثیر ج ۱ ص ۱۷ تا ۴۷ مطبوعہ ذات التحریر المصر روضۃ الصفاج ۱ ص ۱۲ تا ۲۶ نولکشور لکھنو۔ واضح رہے کہ علامہ سید علی الحائری مرحوم نے موعظہ غدیر کے ص ۴ تا ۱۳ پر ان کتب کی اصل عبارتیں مع صفحہ نمبر نقل کی ہیں۔ ہم نے بخوف طوالت اختصار سے کام لیا ہے۔ جن افراد کی رسائی اصل کتب تک نہ ہو سکتی ہو وہ موعظہ غدیر مطبوعہ لاہور کا مطالعہ کریں ہم نے یہ تفصیل وہیں سے نقل کی ہے۔

اہلسنت نے ان بزرگوں کا جو طرز عمل لکھا ہے وہ درج ذیل ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا اپنی نگرانی میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لیے وصیت تحریر کروانا:

اہلسنت مورخ شاہ معین الدین احمد ندوی حضرت ابوبکرؓ کے آخری وقت کے حالات میں لکھتے ہیں:

> سوا دو برس کی خلافت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی رحلت فرمائی اور حضرت ابوبکرؓ کی وصیت اور عام مسلمانوں کی پسندیدگی سے فاروق اعظم مسند آرائے خلیفہ ہوئے حضرت عمرؓ کے استخلاف کا وصیت نامہ حضرت عثمانؓ ہی کے ہاتھ سے لکھا گیا تھا اس سلسلے میں یہ بات بھی لحاظ رکھنے کے قابل ہے کہ وصیت نامہ کے دوران کتابت میں کسی خلیفہ کا نام لکھانے سے قبل حضرت ابوبکرؓ پر غشی طاری ہوگئی حضرت عثمانؓ نے اپنی عقل وفراست سے سمجھ کرا پنی طرف سے حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا حضرت ابوبکرؓ کو ہوش آیا تو پوچھا پڑھو کیا لکھا انہوں نے سنانا شروع کیا اور جب حضرت عمرؓ کا نام لیا تو حضرت ابوبکرؓ بے اختیار اللہ اکبر پکار اٹھے اور حضرت عثمانؓ کی فہم وفراست کی بہت تعریف کی۔(۶۴)

غرضیکہ حضرت ابوبکرؓ اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کا تقرر کر گئے۔

حضرت عمرؓ کی اپنے بعد خلافت کے بارے میں فکرمندی:

حضرت عمرؓ اپنے بعد خلافت اور خلیفہ کے بارے میں اپنی زندگی میں کتنے فکر مند رہتے تھے۔

---

۶۴) خلفائے راشدین ص۹۷ اشائع کردہ ایم۔ایچ۔سعید اینڈ کمپنی

مولانا شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کی شہادت کی زیر عنوان لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور کیا اور اکثر سوچا کرتے تھے بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے سوچ رہے ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں''۔(۶۵)

پھر اپنے آخری وقت میں عبدالرحمٰن بن عوف کی سربراہی میں ایک چھ رکنی کمیٹی بنا کر گئے جس نے خلافت کا فیصلہ کرنا تھا۔

حضرت عثمانؓ کا اپنے بعد خلیفہ کا بندوبست کرنا:

حضرت عثمانؓ بھی اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے خیال سے غافل نہیں تھے مولانا وحید الزمان خان شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

''حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے لیے خلافت لکھ کر اپنے منشی کو دے دی تھی لیکن وہ (یعنی عبدالرحمٰن بن عوف) ۳۲ھ میں گزر گئے''۔(۶۶)

برادران اہلسنت کے پہلے تین خلفاء کے علاوہ تقریباً تمام اموی اور عباسی حکمرانوں کا بھی یہی طریقہ رہا کہ وہ اپنی زندگی میں خود اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو بطور ولی عہد نامزد کر دیتے تھے۔

امام کی ذمہ داری ابن خلدون کی نظر میں:

سابقہ انبیاء کی سنت و طریقہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ وہ دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل اپنا خلیفہ نامزد کر کے جاتے تھے۔

---

(۶۵) الفاروق ص ۱۷۸ شائع کردہ مکتب رحمانیہ اردو بازار لاہور

(۶۶) تیسر الباری شرح بخاری ج ۵ ص ۶۵ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

ان کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کی کتنی فکر تھی وہ بھی آپ نے ملاحظہ کیا۔ اس کے علاوہ اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق جو امام یعنی حاکم ہوتا ہے اسے اپنے بعد لوگوں کو انتشار سے بچانے کی کتنی فکر ہوتی ہے ابن خلدون اپنے مشہور زمانہ ''مقدمہ تاریخ'' میں لکھتے ہیں:

> ''امام قوم کا بہی خواہ مخلص ہمدرد اور محافظ ہوتا ہے جو زندگی کی حالت میں قوم کے مصالح پیش نظر رکھتا ہے اور سوچ سمجھ کر آنے والے حالات کا ایسا انتظام کر جاتا ہے جو اس کی وفات کے بعد ملک وقوم میں انتشار وابتری نہ پیدا ہونے دے چنانچہ وہ اپنی زندگی ہی میں کسی ایسے شخص کو ولی عہد نامزد کر جاتا ہے جو اس کا صحیح جانشین ہونے کی اہلیت رکھتا ہو اور وہی فرائض انجام دے سکتا ہو جو آج تک امام دیتا چلا آیا ہے اور قوم کو بھی اس پر اسی طرح اعتماد ہو جس طرح موجودہ امام پر تھا''۔ (٦٧)

دعوت فکر' کیا پیغمبر اسلامؐ اپنے بعد امت کو بغیر کسی رہبر کے چھوڑ گئے؟

ہم اپنے محترم قارئین کو یہی دعوت فکر دینا چاہتے ہیں کہ یہ سب اگلے پچھلے بزرگ تو اپنے بعد لوگوں کے انتشار کے بارے میں اتنے فکر مند ہوں کہ بغیر اپنے اپنے خلیفہ کا انتظام کیے دنیا سے نہ جائیں اور جب ان تمام انبیاء کے ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کے سردار آخری پیغمبرؐ دنیا سے تشریف لے جائیں تو اپنی امت کو بغیر کسی امام اور رہبر کے یونہی چھوڑ جائیں اس سلسلے میں شیعہ موقف بڑا ٹھوس واضح اور دوٹوک ہے کہ ہمارے پیغمبر بھی سابقہ انبیاء کی طرح اپنی جانشینی کا اعلان اپنی زندگی

---

٦٧) ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون حصہ دوم ص ۲۱ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

میں ہی کر گئے تھے جس کی تفصیل ہم ذرا بعد میں بیان کریں گے۔ پہلے ہم برادران اہلسنت کا موقف بیان کرتے ہیں جن کا نظریہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد امت کا رہبر کون ہوگا؟ اس کا تقرر کون کرے گا؟ کیسے کرے گا؟ اس کی اہلیت کیا ہونی چاہیے؟ اہلسنت کے سکالر مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ انڈیا اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''قرآن اور حدیث میں اسلامی حکومت کی نوعیت متعین نہیں کی گئی ہمارے رسول اکرم ﷺ نے بھی کوئی واضح ہدایت نہیں دی کہ حکومت کی نوعیت کیا ہو اور اس کے سربراہ کا انتخاب کیسے ہو؟''۔(۶۸)

پھر مزید لکھتے ہیں:

> ''رسولؐ اللہ نے اپنے بعد جانشین کے انتخاب کی بھی کوئی خاص ہدایت نہیں دی''۔(۶۹)

مورخ ابن خلدون کا بیان ہے:

> ''آنحضرتؐ نے تو اس کو اتنا ضروری بھی نہیں سمجھا کہ اس کے لیے اپنے بعد کسی کا تقرر فرما دیتے''۔(۷۰)

اس نظریے کا نتیجہ:

پیغمبر اکرمؐ کی خلافت و جانشینی کے بارے میں مذکورہ بالا نظریے کی وجہ سے جو

۶۸،۶۹) ملاحظہ ہو مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب ص ۱۲۷ شائع کردہ مجلس نشریات اسلام کراچی

۷۰) افکار ابن خلدون ص ۶۲ مولفہ مولانا محمد حنیف ندوی شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

صورتحال پیدا ہوئی خود علمائے اہلسنت اسے ہی مسلمانوں کے زوال کا سب سے بڑا سبب قرار دیتے ہیں مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب میں ''طرز حکومت سے متعلق مسلمانوں کا ذہنی انتشار'' کا عنوان باندھا ہے اس کے تحت لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کے زوال کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان کے سامنے اسلامی مملکت کا اب تک کوئی واضح تصور نہیں''۔(۷۱)

پیغمبر اکرمؐ کے صرف تیس ہی سال بعد جسے برادران اہلسنت خلافت راشدہ کا دور کہتے ہیں جو صورت بنی اس کے متعلق مولانا محمد شفیع سابق مفتی دارالعلوم دیوبند اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''خلافت راشدہ کے بعد کچھ طوائف الملوکی کا آغاز ہوا مختلف خطوں میں مختلف امیر بنائے گئے ان میں سے کوئی بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ ہاں کسی ملک یا قوم کا امیر خاص کہا جاسکتا ہے''۔(۷۲)

اور مولانا وحید الزمان خان مرحوم یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ

''ہمارے زمانے میں مسلمانوں کی وہی بات ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کا کوئی امام نہیں ہے جس کی بالاتفاق وہ اطاعت کریں۔ اس کی بات مانیں ہر فرقہ نے مولوی مرشدوں کو امام بنا رکھا ہے کوئی کسی کی نہیں سنتا''۔(۷۳)

دوسری جگہ یہی مولانا لکھتے ہیں:

''یہ ہمارا وقت ہے کہ مسلمانوں کا کوئی شرعی امام نہیں اور ہر ایک

---

۷۱) مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب ص ۱۲۵ مطبوعہ کراچی

۷۲) تفسیر معارف القرآن ج ۱، ص ۱۸۶ مطبوعہ کراچی

۷۳) ملاحظہ ہو تیسر الباری شرح بخاری ج ۹، ص ۱۴۹ مطبوعہ کراچی

شتر بے مہار کی طرح اپنے ہوائے نفس پر چلتا ہے۔ مولویوں کا یہ حال ہے کہ ایک دوسرے کی تکفیر اور تذلیل کے سوا ان کا کوئی شغل نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ مسلمانوں میں اتفاق کرائیں ان میں پھوٹ ڈالتے ہیں۔ اس وقت گوشہ نشینی اور عزلت گزینی اور سب فرقوں سے الگ رہنا بہتر ہے"۔ (۷۴)

تصویر کا دوسرا رخ، پیغمبر اکرمؐ کی خلافت و جانشینی کے بارے میں شیعہ نقطہ نظر

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے خلیفہ اور وصی کا اعلان پہلی دعوت اسلام میں ہی کر دیا تھا

آنحضرتؐ کی خلافت و جانشینی کے متعلق سنی نقطہ نظر معلوم ہو گیا کہ اس بارے میں پیغمبر اسلامؐ نے کوئی واضح ہدایات نہیں دیں کہ حکومت کی نوعیت کیا ہو اور سربراہ حکومت کا انتخاب کیسے ہو اس کے مقابلے میں شیعہ نقطہ نظر یہ ہے کہ جس طرح سابقہ انبیاء دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل خود اپنے جانشین اور اپنے وصی و خلیفہ کا اعلان کر کے جاتے تھے اسی طرح آنحضرتؐ نے بھی اپنی زندگی میں ہی حضرت علیؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ بنانے کا اعلان کر دیا تھا اور شیعہ محض قیاس آرائیوں سے حضرت علیؑ کی امامت و خلافت ثابت نہیں کرتے بلکہ تاریخ و حدیث سے بالکل واضح طور پر حضرت علیؑ کا خلیفہ اور وصی رسولؐ ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس پر مستزاد اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ حکم آیہ تبلیغ کی صورت میں سورہ مائدہ میں موجود ہے جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے لیکن ابتداء ہم آنحضرتؐ کی سب سے پہلی اعلانیہ دعوت اسلام سے کرتے ہیں جسے "دعوت ذوالعشیرہ" کا نام دیا جاتا ہے اس میں آنحضرتؐ نے تمام حاضرین کے سامنے ارشاد فرمایا کہ

و قد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوا زرنی

---

۷۴) لغات الحدیث ج ۱ کتاب ج ص ۹۶ مطبوعہ کراچی

علیٰ ھذا الامر علی ان یکون اخی و وصی و خلیفتی

''خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اس بھلائی کی دعوت دوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس سلسلے میں میرا بوجھ بٹانے کے لیے آمادہ ہوتا ہے تاکہ وہ میرا بھائی بنے میرا وصی اور تم میں میرا جانشین ہو''۔(۷۵)

یہ سن کر سب لوگ خاموش رہے صرف حضرت علیؑ جو عمر میں سب سے چھوٹے تھے کھڑے ہو گئے اور عرض کی یارسولؐ اللہ میں اس کام کے لیے حاضر ہوں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا له و اطیعوا

''یہ میرا بھائی میرا وصی ہے اور تم میں میرا خلیفہ ہے۔ تم اس کی بات سنو اور جو کہے اسے بجالاؤ''۔(۷۶)

یہ تو تھی پہلی دعوت اسلام جو عام مجمع میں دی گئی اب پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کی آخری ایام کا اعلان بھی سن لیں جسے اہلسنت کے بہت سارے محدثین اور مفسرین نے اپنی کتب احادیث و تفاسیر میں نقل کیا ہے۔ ۱۰ھ میں آنحضرتؐ نے اپنی زندگی کا آخری حج ادا فرمایا حج سے واپسی پر آپ غدیر خم نامی جگہ پر پہنچے یہاں سے حاجیوں کے راستے جدا جدا ہوتے ہیں اور مختلف ممالک کو راستے جاتے ہیں۔ اس مقام پر حضرت جبرائیلؑ پیغام الٰہی لے کر حاضر ہوئے اس وقت جو حکم نازل ہوا اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

---

۷۵) ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۱، ص ۸۹ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۷۶) ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۱، ص ۸۹ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

(نوٹ: ہم نے اردو ترجمہ کے ساتھ تاریخ طبری کی اصل عبارت بھی نقل کردی ہے۔)

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

(المائدہ آیت نمبر ۶۷)

''اے پیغمبرؐ! تیرے پروردگار کی طرف سے جو تجھ پر اتراوہ لوگوں کو (بے کھٹکے) پہنچا دو (سنا دے) اگر تو ایسا نہ کرے تو گویا تو نے اللہ کا پیغام (بالکل) نہیں پہنچایا اور اللہ تجھ کو لوگوں سے بچالے گا''۔ (ترجمہ مولانا وحید الزمان)

انتہائی قابل غور امر یہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ فرض ہو چکے تھے۔ اب وہ کونسا اہم کام باقی تھا کہ جس کے لیے خداوند متعال کی طرف سے اتنا تاکیدی حکم نازل ہوا اور عوام الناس کو اس حکم کی اہمیت جتلانے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ سے یہ فرما رہے ہیں کہ '' وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ'' یعنی اگر تم نے (اے رسولؐ) یہ بات لوگوں تک نہ پہنچائی تو تم نے رسالت کا کوئی کام بھی سرانجام نہیں دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ''واللّٰہ یعصمك من الناس'' یعنی خدا تمہیں لوگوں (کی مخالفت) سے محفوظ رکھے گا۔ گویا یہ ایسا حکم تھا جس کے سنانے سے لوگوں کی مخالفت کا بھی اندیشہ تھا۔

اہلسنت کے عالم مولانا عبید اللہ امرتسری: سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶۷ ''یا ایھا الرسول بلغ ما انزل'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کہ ''اے رسول پہنچادے اس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تیری طرف تیرے رب سے'' غدیر خم کے روز نازل ہوئی ہے امام ابوالحسن واحدی نے کتاب

اسباب نزول میں اس کو روایت کیا ہے اور ابو عبداللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی اپنی کتاب مسمی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین النووی علیہ الرحمۃ نے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے اور ابوبکر بن مردویہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السّلام کے ولایت کے بیان میں نازل ہوئی ہے''۔

(اخرجہ بن ابی حاتم وابونعیم فی کتاب مانزل من القرآن فی علی)

پھر عبداللہ بن مسعود کی راویت لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم عہد رسالت میں اس آیت کو حضرت علیؑ کی ولایت کی بابت ہی پڑھا کرتے تھے۔

اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ و الرازی فی التفسیرہ الکبیرہ و نظاما لرعرج فی تفسیر النشا بوری و الحافظ ابن کثیر و ابو نعیم فی الحلیۃ و ابن مردویۃ و عینی فی شرح البخاری و السیوطی فی الدّر المنثور

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت یاایھا الرسول بلغ غدیرخم کے روز نازل ہوئی۔ اجرجہ لواحدی فی اسباب لنزول و لثعلبی فی تفسیرہ

واضح رہے کہ مولانا عبیداللہ امرتسری نے اصل عربی عبارتیں مع ان کے ماخذ نقل کی ہیں جو شخص اصل عبارتیں دیکھنا چاہے وہ ان کی تصنیف ''ارجح المطالب'' سوانح حیات علیؑ بن ابی طالب کی طرف رجوع کرے۔(۷۸)

---

۷۸) ملاحظہ ہو ارجح المطالب ص ۷۹ شائع کردہ مکتبہ رضویہ شاہ عالمی لاہور، مطبوعہ اعجاز پبلشنگ پریس لاہور

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ٦٧ نازل ہونے پر پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ کو جمع کر کے کون سا حکم سنایا؟

علمائے اہل سنت کے کلام سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آیت "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك" غدیر خم کے روز حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اب رہی یہ بات کہ وہ کیا حکم تھا جس کے سنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اتنی تاکید فرمائی؟ اس سلسلے میں اہلسنت مورخین مفسرین اور محدثین لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے تمام صحابہؓ کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ پھر اونٹوں کے پالانوں کو جوڑ کر ایک اونچا سا منبر بنوایا۔ اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ حضرت علیؑ کو لے کر اس منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور حاضرین سے پوچھا کہ "الست اولی بالمؤمنین من انفسھم" یعنی کیا میں تم سے زیادہ تمہاری جانوں پر اختیار نہیں رکھتا۔ سب نے عرض کیا: ہاں پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کر کے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جس جس کا میں حاکم و سردار ہوں اس اس کے یہ علیؑ حاکم و سردار ہیں اور پھر ساتھ ہی یہ دعائیہ کلمات بھی فرمائے کہ اللّٰھم وَال من وَالاہ و عاد من عاداہ یا اللہ تو بھی اس سے محبت رکھ جو علیؑ سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ علمائے اہلسنت اس حدیث کی صحت سے تو انکار نہیں کر سکے البتہ بعض علماء اس حدیث کو انتہائی سرسری انداز میں بیان کر کے گزرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی "سیرت النبیؐ" میں خطبہ غدیر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> "نسائی مسند امام احمد ترمذی، طبرانی، طبری، حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علیؓ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے "من کنت مولاہ

فعلی مولاہ' اللّٰھم و ال من والاہ و عاد من عاداہ''(۷۹)

شیعہ اس حدیث میں لفظ مولا سے مراد حاکم و سردار لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اتنی تاکید سے یہ حکم نازل فرما کر آنحضرتؐ سے یہ فرمانا کہ اگر آپؐ نے یہ حکم نہ سنایا تو گویا آپؐ نے رسالت کا کوئی کام بھی سرانجام نہیں دیا۔ پھر آنحضرتؐ کا تمام صحابہ کو اکٹھے کر کے پالانوں کا منبر بنا کر حضرت علیؑ کو اونچی جگہ پر لے جا کر ان کا بازو بلند فرما کر اعلان کرنا۔ یہ نہ کوئی معمولی سا حکم تھا اور نہ کوئی سرسری سی بات البتہ ہم اپنے اہلسنت بھائیوں پر اپنا فیصلہ مسلط نہیں کر سکتے کیونکہ علمائے اہلسنت کہتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ ''مولاہ'' سے مراد دوست ہے جیسا کہ مولانا وحید الزمان اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ تھاما اور غدیر خم پر صاف صاف فرما دیا کہ میں اس کا دوست ہوں۔علی بن ابی طالب جس کا دوست ہے''۔(۸۰)

سنن ابی ماجہ میں بھی تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ حدیث غدیر موجود ہے۔ اس کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

''یہ حدیث آپؐ نے غدیر خم میں فرمائی ہے جب حجۃ الوداع سے لوٹے۔ یہ ایک مقام کا نام ہے۔ مکہ اور مدینہ کے بیچ حجفہ میں قولہ پکڑا ہاتھ حضرت علیؑ کا یعنی جب سب صحابہ جمع ہو گئے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک منبر اونٹ کے پالانوں کا بنایا اور اس پر چڑھ کر یہ حدیث فرمائی قولہ ''کیا نہیں میں ہر مومن کا دوست الخ'' یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف ''الســــت

---

۷۹) سیرت النبیؐ ج ۲، ص ۲۰۸ مطبوعہ لاہور

۸۰) تیسر الباری شرح بخاری ج ۶، ص ۱۱۰ مطبوعہ کراچی

اولی بالمؤمنین من انفسھم" یعنی مومنوں کو اپنی جان سے زیادہ نبی عزیز ہے اور یہ بڑی دلیل ہے۔ شیعوں کی ثبوت خلافت بلافصل کی حضرت علیؑ کے لیے وہ کہتے ہیں حضرت علیؑ ولی بنے۔ جس کا میں مولا ہوں اس سے اولی بالخلافت مراد ہے اس لیے حضرت نے سب اصحاب کو جمع کر کے یہ امر فرما دیا پھر لکھتے ہیں:

''اہل سنت و الجماعت کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ بے شک روایت کیا ہے اس کو ترمذی نسائی اور احمد نے اور طریق اس کے بہت ہیں اور یہ روایت کی ہے سولہ صحابیوں نے۔ (۸۱) پھر آخر میں لکھتے ہیں:

---

۸۱) واضح رہے کہ یہ حدیث صرف سولہ صحابیوں سے ہی مروی نہیں بلکہ اہل سنت عالم عبید اللہ امرتسری ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس قدر طرق کثیرہ سے روایت ہوئی ہے کہ بعض محدثین نے ان کو جمع کرنے میں بڑی بڑی ضخیم جلدیں تحریر کی ہیں۔ پھر تھوڑا آگے مزید لکھتے ہیں کہ حافظ ابو العباس احمد بن محمد المعروف با بن عقدہ نے اس حدیث کے متعلق ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے اور اس کا نام حدیث الموالاۃ رکھا ہے اور ۱۲۸ طریقوں سے اس کو روایت کیا۔ علامہ ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ الحسکانی متوفی ۴۷۰ھ نے اس حدیث کے اسناد کو ایک بارہ جزو کے رسالہ میں جمع کر کے اس کا نام ''دعاۃ الھداۃ'' رکھا ہے۔ علامہ ابو سعید مسعود بن ناصر السنجری السجستانی متوفی ۴۷۷ھ نے اس حدیث کو ۱۲۰ صحابہ سے روایت کر کے سترہ جزو کا رسالہ لکھا اور اس کا نام درایۃ الحدیث الولایۃ رکھا۔ حافظ شمس الدین الذھبی المتوفی ۸۴۸ھ نے ایک رسالہ میں اس حدیث کے طریقوں کو جمع کیا ہے۔ ان کے ماسواء ائمہ حدیث نے ان سے بڑھ کر اس حدیث کے طریقوں کے جمع کرنے میں اہتمام کیا ہے۔ اس کے بعد مولانا عبید اللہ امرتسری نے ۱۰۱ صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں۔ جن سے یہ حدیث روایت ہوئی ہے۔

پھر تقریباً پانچ صفحات پر ان علماء و محدثین کے ناموں کی فہرست لکھی ہے جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ارجح المطالب ص ۶۸۴ تا ۶۹۱

''ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ولی یا مولا یہاں حاکم اور والی کے
معنوں میں ہے اور احتمال ہے کہ بمعنی محبوب و ناصر ہو''۔(۸۲)

اعلان غدیر کے بعد تکمیل دین والی آیت کا نزول:

جب رسولؐ خدا نے وہ پیغام سنا دیا اور مجمع عام میں حضرت علیؑ کی امامت و جانشینی کا اعلان کر دیا۔ اس سے قبل باقی تمام احکام تو نازل ہو چکے تھے اور لوگوں تک پہنچ چکے تھے۔ اب آنحضرتؐ کے بعد امت کی رہبری کا اعلان بھی ہو گیا۔ گویا دین اسلام تکمیل کو پہنچ گیا اسی موقع پر حضرت جبرائیلؑ امین تکمیل دین والی آیت لے کر حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام آنحضرتؐ تک پہنچایا کہ

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی

یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا
اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۳)

اہلسنت مصنف علامہ عبید اللہ امرتسری اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

عن ابی سعید لحذریؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ دعی الناس فی غدیر خم و امر بما تحت الشجرۃ من شوك فقم کان ذلك یوم الخمیس و دعا علیا فاخذ بضبعیہ فرفعھما حتیٰ نظر الناس ببیاض ابطی رسول اللّٰہ ﷺ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ ثم لم یتفرقوا حتّٰی نزلت ھذا آیہ ''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی'' فقال رسول

۸۲۔ سنن ابی ماجہ ج ۱، ص ۹۲ شائع کردہ مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور

اللّٰہ ﷺ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمة و رضا الرب برسالتی و بالولایة لعلی بن ابی طالب

''ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق غدیر خم کے روز جناب رسالت مآب ﷺ نے لوگوں کو بلا کر درخت کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم دیا۔ وہاں سے کانٹوں کو جھاڑو سے دور کیا گیا۔ پھر آپؐ نے علیؑ کو بلوا کر ان کے دونوں بازو پکڑ کر اٹھائے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے حضرتؐ کی بغل کی سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علیؑ مولا ہے۔ پھر ابھی لوگ متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ ''آج کے روز میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کیا ہے اور میں نے اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا ہے۔ پس رسالت مآبؐ نے فرمایا: اللہ اکبر دین کے کامل ہو جانے اور نعمت کے پورا ہونے اور میری رسالت اور علیؑ کی ولایت پر خدا کے راضی ہونے پر''۔(۸۳)

(اخرجه ابو نعیم و ابوبکر مردویه عنه و عن ابی هریرة و السیوطی فی الدر المنثور و الایلمی و ابو نعیم فیما نزل من القرآن فی علی)

وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد حضرت علیؑ کی بیعت کیوں نہ کی گئی؟

تاریخ اسلام کے ہر طالب علم کے ذہن میں اس سوال کا آنا قدرتی امر ہے کہ اتنے اہتمام اور پیغمبر اکرمؐ کے اتنے اہم اعلان کے باوجود وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد

---

۸۳) ارجح المطالب ص ۸۰ شائع کردہ مکتبہ رضویہ شاہ عالمی لاہور مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس لاہور

حضرت علیؑ کی بیعت کیوں نہ ہوسکی۔ کیا یہ سب کچھ اچانک اور غیر ارادی طور پر ہوگیا۔ اس سلسلے میں مولانا شبلی نعمانی کی ''الفاروق'' سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح ان کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے''۔

علامہ طبری نے اس معاملے کے متعلق حضرت عمرؓ کے خیالات مکالمے کی صورت میں نقل کیے ہیں۔ ہم ان کو اس موقع پر اس لیے درج کرتے ہیں کہ اس سے حضرت عمرؓ کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہوگا۔ مکالمہ حضرت عبداللہ بن عباس سے ہوا جو حضرت علیؑ کے ہم قبیلہ اور طرف دار تھے۔

حضرت عمرؓ: تمہارے باپ رسولؐ اللہ کے چچا اور تم رسولؐ اللہ کے چچیرے بھائی ہو۔ پھر تمہاری قوم تمہاری طرف دار کیوں نہیں ہوئی۔

عبداللہؓ بن عباس: میں نہیں جانتا۔

حضرت عمرؓ: لیکن میں جانتا ہوں۔ تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہیں کرتی تھی۔

عبداللہؓ بن عباس: کیوں؟

حضرت عمرؓ: وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں۔ شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابو بکرؓ نے تم کو خلافت سے محروم کردیا لیکن خدا کی قسم یہ بات نہیں۔ ابو بکرؓ نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہوسکتی تھی۔ اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے تو ان کو ایسا کرنا تمہارے حق میں کچھ مفید نہ ہوتا۔(۸۴)

---

۸۴) ملاحظہ ہو حاشیہ الفاروق ص ۱۷۸ تا ۱۷۹ اشائع کردہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

اہلسنت مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی بنو ہاشم کے بارے میں حضرت عمرؓ کا ایک بیان یوں نقل کرتے ہیں:

فاروق اعظم نے ایک موقع پر صاف صاف فرما دیا تھا کہ اگر شرف نبوت کے ساتھ ان لوگوں کو حکومت بھی مل گئی تو وہ لوگوں کو اپنا حد سے زیادہ محکوم و مغلوب پا کر قومی غرور میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس طرح اسلام کی حقیقی روح کو ضائع کر کے خود بھی ضائع ہو جائیں گے"۔(۸۵)

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری بنو ہاشم کے بارے میں قریش کے خیالات اس طرح بیان کرتے ہیں

"قریش کی اکثریت بنی ہاشم سے خلافت اس خوف سے نکالنا چاہتی تھی کہ مبادا وہ ان کی وراثت ہو جائے اور پھر قیامت تک قریش کے کسی دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو سکے۔ چنانچہ قریش کے اس خطرے نے کہ وہ بنی ہاشم کی رعایا نہ بن جائیں اور خلافت کسی دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو جائے۔ بنی ہاشم کو قصداً اس سے دور رکھا"۔(۸۶)

زمانہ رسالتؐ میں آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ کا پیغمبر اکرمؐ سے قریش کے رویے کی شکایت کرنا

پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں بھی بعض واقعات ایسے ملتے جن سے قریش کی بنو ہاشم کے بارے میں دلی کیفیت کا پتہ چلتا ہے مثلاً حضرت عبدالمطلبؓ بن ربیعہ

---

۸۵) تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۴۸۱ تا ۴۸۲ شائع کردہ نفیس اکیڈمی

۸۶) حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں ۱۶۱ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری موجودگی میں پیغمبر اکرمؐ کے چچا حضرت عباس بڑی افسردگی کی حالت میں آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ پیغمبر اکرمؐ نے پوچھا: چچا جان کس چیز نے آپ کو غم ناک کیا ہے تو انہوں نے جواب میں قریش کے بارے میں کہا کہ

مالنا و لقریش اذا تلاقوا بینھم تلاقوا بوجوہ مبشرۃ و اذا لقونا لقونا بغیر ذٰلك فغضب رسول اللّٰہ حتّٰی احمر وجھہ ثم قال والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتّٰی یحبکم للّٰہ و لرسولہ۔(۸۷)

''(یا رسول اللہؐ) ہمارا اور قریش کا کیا معاملہ ہے کہ جب یہ آپس میں ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے اور جب ہم سے یعنی بنی ہاشم سے ملتے ہیں تو خندہ پیشانی نہیں ہوتی حضورؐ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جو شخص تم سے (یعنی بنو ہاشم سے) خدا اور رسولؐ کے لیے محبت نہیں کرتا۔ اس کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا''۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان مرحوم لکھتے ہیں:

''غیر ہاشمی جو قریش ہیں وہ ہم ہاشمیوں اور غیر ہاشمیوں میں فرق کرتے ہیں۔ ہم بنو ہاشم کو اپنا غیر سمجھتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے اچھی طرح ملتے ہیں اور بنی ہاشم سے منہ بنا کر ملتے ہیں''۔(۸۸)

---

۸۷) مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہلبیت ج ۲، ص ۶۴۲ مطبوعہ اشرف پریس لاہور ۱۹۶۴ء حقائق و استفسار مشتمل پر فضائل اہل بیت اطہار و شان صحابہ کبار مولفہ سید طالب حسین رضوی حنفی ص ۸۱ ۸۸) مشکوٰۃ شریف مترجم حکیم الامت مفتی احمد یار خان ج ۸، ص ۴۷۰ شائع کردہ نعیمی کتب خانہ گجرات

اس قسم کے کئی واقعات بنو ہاشم خصوصاً حضرت علیؑ کے بارے میں علمائے اہلسنت نے نقل کیے ہیں مثلاً ملا علی متقی نے کنز العمال میں اور علامہ محبّ الدین طبری نے ریاض النضرہ میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ جا رہا تھا جب ہم مدینہ کی گلیوں سے باہر نکل گئے جہاں کوئی دوسرا نہ تھا تو پیغمبر اکرمؐ نے مجھے گلے لگا لیا اور رونے لگے۔ میں نے حیران ہو کر پیغمبر اکرمؐ سے رونے کی وجہ دریافت کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قریش کے دلوں میں تمہارے بارے میں ایسی باتیں ہیں جن کو میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد ظاہر کریں گے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا یہ سب کچھ میری سلامتی دین کے ساتھ ہوگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں تمہارا دین سلامت ہوگا۔(۸۹)

باقی رہا ڈاکٹر طہ حسین مصری کا یہ لکھنا کہ قریش نبوت کے بعد خلافت بنو ہاشم میں چلے جانے سے خائف تھے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ نبوت کے بنو ہاشم میں چلے جانے سے قریش کی کونسی حق تلفی ہوگئی تھی اور نبوت کے بعد اگر ظاہری حکومت ان آئمہ اہلبیت کو مل جاتی جن کا مختصر تعارف گذشتہ صفحات میں کرایا گیا ہے تو ان کی حکومت قرآن وسنت کا عملی نمونہ ہوتی۔ ان آئمہ میں سے صرف حضرت علیؑ کو حکومت کرنے کا موقع مل سکا لیکن اتنی مخالفتوں کے باوجود وہ احکام الٰہی کے نفاذ میں کتنے سخت تھے۔

اور ان کا طرز حکمرانی کیسا تھا؟ اہلسنت مصنف عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں:

---

۸۹) ملاحظہ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ ج ۲، ص ۱۶۰ تا ۱۶۱ مولفہ محب الدین طبری طبع بیروت ۱۹۸۸ء

''حضرت علیؑ کا محاسبہ اتنا سخت ہوتا تھا کہ اچھے اچھے صاحب تقویٰ بزرگ بھی گھبرا اٹھتے تھے اور استعفیٰ تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ عبد اللہ بن عباسؓ کا بصرہ کی گورنری سے خود بخود سبکدوش ہو جانا' اسی وجہ سے تھا''۔(۹۰)

اس کے علاوہ بات قریش کی پسند و ناپسند کی نہیں تھی بلکہ یہ معاملہ تو خدا کی مرضی پر منحصر رہا ہے کہ نبوت کس خاندان کو عطا ہونی ہے اور امامت کا مستحق کون ہے؟ نبوت جب بنو ہاشم میں آئی تھی تو اس وقت قریش کو کتنی خوشی ہوئی تھی۔ وہ تاریخ کا حصہ ہے۔

قریش ہی کی مخالفت کی وجہ سے آنحضرتؐ کو مکہ سے ہجرت فرمانا پڑی تھی۔ اب حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان پیغمبر اکرمؐ نے فرما دیا قریش نہ مانیں تب بھی آنحضرتؐ کا حکم اپنی جگہ موجود ہے۔ خیر بات کو آگے بڑھانے کی بجائے ہم واپس اپنے موضوع کی طرف پلٹتے ہیں اور مسئلہ امامت کے بارے میں بعض دیگر سوالوں کا جواب دیتے ہیں جو برادران اہلسنت کی طرف سے اٹھائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

کیا سابقہ امتوں میں بھی امام ہوتے تھے اور کیا لوگ انہیں امام بناتے تھے یا وہ خدا کے حکم سے امام بنتے تھے؟

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے جب ہم قرآن سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں تو اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ سابقہ امتوں میں بھی امام ہوتے تھے۔ وہ نہ تو خود امام بن جاتے تھے اور نہ ہی لوگ انہیں امام بناتے تھے بلکہ قرآن کہتا ہے کہ خدا خود امام مقرر کرتا تھا۔ مولانا محمد شفیع سابق مفتی دار العلوم دیوبند نے اپنی

---

۹۰) علی شخصیت و کردار ص ۱۵۴ از عباس محمود العقاد مصری

شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن میں سورہ السجدہ کی آیت نمبر ۲۴ کی تفسیر میں اس بات پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

و جعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لمّا صبروا و کانوا بٰاٰیٰتنا یوقنون

''ہم نے بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں کو امام ادر پیشوا اور مقتداء بنا دیا جو اپنے پیغمبر کے نائب ہونے کی حیثیت سے باذن ربانی لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا اور جب کہ وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔(۹۱)

ہم شیعہ کہتے ہیں کہ امام بنانا خدا کا کام ہے اور نبی کا کام لوگوں کو اس سے آ گاہ کرنا ہے۔ اس پر ہمارے برادران اہلسنت کو اعتراض ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انبیاء بھیجنا تو خدا کے ذمے ہے۔ امام کو خدا کیسے مقرر کرتا ہے۔ ہم قرآن ہی سے چند مثالیں دیتے ہیں۔ جنہیں خود علمائے اہلسنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔

مثلاً:

اہلسنت عالم شاہ اسماعیل شہید کا بیان کہ غیر انبیاء کا تقرر بھی خدا کی طرف سے ہوتا ہے:

شاہ اسماعیل شہید نے اپنی کتاب ''منصب امامت'' میں ''مقام بعثت غیر انبیاء'' کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے ذیل میں انہوں نے قرآن سے کئی مثالیں بیان کی ہیں کہ سابقہ امتوں میں کئی رہبر اور امام خدا کی طرف سے مقرر کیے گئے اور شاہ اسماعیل شہید نے ساتھ یہ بھی واضح کیا ہے کہ وہ لوگ نبی نہیں بلکہ غیر نبی تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ارشاد باری ہے:

---

۹۱) تفسیر معارف القرآن ج ۷، ص ۴۷ مطبوعہ دہلی

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ نقیب نبی نہ تھے۔(المائدہ آیت ۱۲)

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ○ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَ مَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ○ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ○ وَ مَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○

''جب ان کے پاس ہم نے دو رہبر بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے تیسرے سے قوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں تو وہ بولے کہ تم تو ہماری طرح انسان ہی ہو اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم جھوٹ کہتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہم کو صرف پہنچانے کا حکم ہے''۔(یٰسین ۱۴ تا ۱۷)

اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حوارین میں سے تھے نہ کہ نبی اور فرمایا:

و جعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لمّا صبروا و كانوا بٰايٰتنا يوقنون

(سورہ السجدہ آیت نمبر ۲۴)

''ہم نے ان میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم کی ہدایت دیتے ہیں اور جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین

کیا''۔(۹۲)

ہم نے شاہ اسماعیل شہید کی پیش کردہ آیات میں سے صرف تین آیات اوران کا حرف بحرف ترجمہ نقل کردیا ہے اور شاہ صاحب نے آیات کے ساتھ خود ہی یہ وضاحت بھی کردی کہ یہ لوگ جنہیں خدا نے مقرر کیا تھا' یہ نبی نہیں تھے۔ہم ہر شخص کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ شاہ اسماعیل شہید کی پیش کردہ آیات پر غور کریں کہ سابقہ امتوں میں بھی رہبراورامام خدا کے حکم سے مقرر کیے جاتے تھے اور ہمارے پیغمبر اکرمؐ نے جو اعلان کیا تھا کہ میرے بعد میرے بارہ خلفاء ہوں گے۔یہ غیب کی خبر ہے جو نبی اکرمؐ نے بیان فرمائی ہے اور اپنے پاس سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے یہ خبر دی ہے۔ غدیر خم نامی مقام پر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' جس جس کا میں حاکم ہوں علیؑ بھی اس کے حاکم سردار ہیں۔ یہ بات بھی خدا کے حکم سے بیان ہوئی ہے۔پھر نبی پاکؐ نے اپنے آخری خلیفہ کا نام لے کر بتایا کہ مہدیؑ آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ یہ بات بھی آپؐ نے اپنے پاس سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے بتائی تھی۔

کیا سابقہ امتوں میں امامت کا کوئی معیار بھی ہوتا تھا؟

یہ بات تو قرآن سے معلوم ہوگئی ہے کہ سابقہ امتوں میں بھی امام ہوتے تھے اور وہ لوگوں کے بنانے سے امام نہیں بنتے تھے اور نہ ہی خود زبردستی امام بن جاتے تھے۔اب یہ بات سمجھنے والی ہے کہ سابقہ امتوں میں جن لوگوں کو مقرر کیا جاتا تھا' کیا ان کا کوئی معیار بھی ہوتا تھا۔مفتی محمد شفیع مرحوم سورۃ السجدۃ کی آیت نمبر ۲۴ و جعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا کی تفسیر کرتے ہوئے ''کسی قوم کا مقتدا بننے کے لیے دو شرطیں'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

---

۹۲) منصب امامت ص ۸۲ تا ۸۳ شائع کردہ آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور

''اس آیت میں علماء بنی اسرائیل میں سے بعض کو امامت و پیشوائی کا درجہ عطا فرمانے کے دو سبب ذکر فرمائے ہیں۔ اول صبر کرنا، دوسرے آیات الٰہی پر یقین۔۔۔ صبر سے مراد آیات الٰہیہ کی پابندی پر ثابت قدم رہنا اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام یا مکروہ قرار دیا ہے، ان سے اپنے نفس کو روکنا ہے جس میں احکام شریعت کی پابندی آ جاتی ہے...... خلاصہ یہ ہے کہ امامت و پیشوائی کے لائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہ لوگ ہیں جو عمل میں بھی کامل ہوں اور علم میں بھی''۔(۹۳)

پھر اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

''ابن کثیر نے بعض علماء کا قول اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ بالصبر و الیقین تنال الامامۃ فی الدین یعنی صبر اور یقین ہی کے ذریعے دین میں کسی کو امامت کا درجہ مل سکتا ہے''۔(۹۴)

ہم شیعہ بھی یہی بات کہتے ہیں کہ امامت کا معیار یہی ہے کہ امام عمل میں بھی کامل ہو اور علم میں بھی ہم تمام انصاف پسند احباب سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ گذشتہ صفحات پر موجود آئمہ اہلبیت کے حالات غور سے پڑھیں تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ یہ ہستیاں علم میں بھی کامل تھیں اور عمل میں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ سورہ سجدہ کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۲۴ میں موجود لفظ ''صبر'' کی تشریح کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع مرحوم لکھتے ہیں کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام یا مکروہ قرار دیا ہے۔ان سے اپنے

---

۹۳) معارف القرآن ج ۷، ص ۴۷ مطبوعہ دہلی

۹۴) معارف القرآن ج ۷، ص ۵۷ مطبوعہ دہلی

نفس کو روکنا ہے جس میں تمام احکام شریعت کی پابندی آ جاتی ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اس امت میں جن لوگوں نے حرام ہی نہیں مکروہات سے بھی اپنا دامن بچایا' وہ آئمہ اہلبیت ہیں۔

کیا سابقہ امتوں میں بھی اماموں کے پاس حکومت بھی ہوتی تھی؟

یہ سوال بھی اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اکثر علمائے اہلسنت تحریر اور تقریر کے ذریعے بیان کرتے رہتے ہیں کہ آئمہ اثنا عشر جن کی امامت کے شیعہ قائل ہیں' ان کی بزرگی اپنی جگہ لیکن چونکہ ان ائمہ میں صرف دو کو حکومت مل سکی اور باقی آئمہ حکومت سے محروم رہے ہیں اس لیے انہیں امام کیسے تسلیم کیا جائے۔ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بھی کیوں نہ قرآن سے ہی معلوم کر لی جائے کہ سابق امتوں میں جو لوگ امام ہوتے تھے' کیا ان کے پاس حکومت بھی ہوتی تھی اور کیا کوئی شخص اس وقت تک امام نہیں کہلوا سکتا تھا جب تک اسے حکومت حاصل نہیں ہو جاتی تھی؟ قرآن اس سوال کا جواب بھی نفی میں دیتا ہے۔کیوں کہ جب نبی کے لیے حکمران ہونا شرط نہیں ہے تو پھر امام تو نبی کا نائب ہوتا ہے۔اس کے لیے حکومت کی شرط کہاں سے ضروری قرار دے دی گئی؟ دوسری بات یہ کہ انبیاء کے پاس حکومت اور دنیاوی جاہ وجلال نہ ہونے میں خدا کی یہی مصلحت نظر آتی ہے کہ اگر انبیاء کے پاس نبوت کے ساتھ حکومت بھی ہوتی تو بہت سارے لوگ محض ان کی حکمرانی کی وجہ سے ان کے ساتھ ہو جاتے جیسا کہ دنیاوی رسم چلی آ رہی ہے کہ لوگ حکمرانوں کے منظور نظر بننے کے ضرورت سے زیادہ خواہشمند ہوتے ہیں۔

اس طرح وہ امتحان ختم ہو جاتا جو خدا اپنے بندوں سے لینا چاہتا ہے جب مذکورہ بالا مصلحت خداوندی کے تحت انبیاء حکمران نہ بن سکے تو ان کی نیابت کرنے والے اماموں کے لیے حاکم وقت ہونا کیسے ضروری شرط ہو سکتی ہے۔قرآن کی رو

سے امام بننے کے لیے جو چیزیں ضروری ہیں، وہ علم اور عمل ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک امامت کا مستحق کون ہے؟ خلاصہ بحث:

امامت کے بارے میں جو کچھ گذشتہ صفحات میں تحریر کیا جا چکا ہے، اس کا خلاصہ ہم علمائے اہل سنت کی زبانی تحریر کر دیتے ہیں۔ خدا کے نزدیک امامت و پیشوائی کے لائق کون لوگ ہیں؟ مفسر قرآن مولانا محمد شفیع مفتی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

> ''امامت و پیشوائی کے لائق اللہ کے نزدیک صرف وہ لوگ ہیں جو عمل میں بھی کامل ہوں اور علم میں بھی''۔

(معارف القرآن ج ۷، ص ۴۷)

امامت کا منصب کن لوگوں کے لیے ہے۔ مولانا مودودی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ''حضرت ابراہیمؑ نے جب منصب امامت کے متعلق پوچھا تو ارشاد ہوا تھا کہ اس منصب کا وعدہ تمہاری اولاد کے صرف مومن و صالح لوگوں کے لیے ہے۔ ظالم اس سے مستثنیٰ ہیں''۔

(تفہیم القرآن ج ۱، ص ۱۱۱)

امامت کا درجہ کیسے مل سکتا ہے۔ علامہ محمد شفیع سابقہ مفتی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

> ''صبر اور یقین کے ذریعے دین میں کسی کو امامت کا درجہ مل سکتا ہے''۔

(معارف القرآن ج ۷، ص ۷۵)

صبر اور یقین کیا ہے۔ یہی مفسر مزید لکھتے ہیں:

> ''جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام و مکروہ قرار دیا ہے۔ ان سے

اپنے نفس کو روکنا ہے جس میں تمام احکام شریعت کی پابندی آ جاتی ہے"۔(معارف القرآن ج ۷، ص ۴۷)

جو لوگ شیعہ کے عقیدہ امامت کے بارے میں مختلف غلط فہمیوں کا شکار ہیں یا ان کے ذہنوں میں غلط فہمیاں بھر دی گئی ہیں۔ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ شیعہ کتنی جائز اور معقول بات کہتے ہیں کہ جب سابقہ امتوں میں امامت کے مستحق وہ لوگ ہوتے تھے جو علم اور عمل میں کامل ہوتے تھے اور وہ نہ صرف حرام کاموں سے اپنا دامن بچاتے تھے بلکہ مکروہ کاموں کے بھی قریب نہیں جاتے تھے تو پھر ہماری امت جو کہ سب امتوں کی سردار ہے۔اس میں وہی لوگ امامت کے مستحق ہو سکتے ہیں جن کی ساری زندگی قرآن سے جدا نہ ہوئی ہو جو قرآن کے سب سے بڑے عالم ہوں جو سنت پیغمبرؐ کی عملی تصویر ہوں اور ان اماموں کی تعداد خود پیغمبر اکرمؐ نے فرما دی کہ میرے بعد میرے بارہ نائب ہوں گے۔ (بخاری مسلم وغیرہ)

شیعوں کے نزدیک وہ حضرت علیؑ سے امام مھدیؑ تک بارہ امام ہیں۔اگر کسی کے پاس ان سے بہتر نائب و پیشوا ہیں تو وہ بڑی خوشی سے ان کی پیروی کرے لیکن ان اماموں کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو قرآن نے سابقہ امتوں کے اماموں کے لیے مقرر کر رکھی ہیں یعنی علم اور عمل میں کامل ہونا اور حرام و مکروہات سے اپنا دامن بچانا اور آخری بات یہ کہ فرمان پیغمبرؐ کے مطابق ان ائمہ کی تعداد بھی بارہ ہونی چاہیے۔اس کے علاوہ قرآن نے عہدہ امامت کے لیے کچھ مزید شرائط بھی رکھی ہیں۔مثلاً:

"ظالم امام نہیں بن سکتا" قرآن کا دوٹوک اعلان:

حضرت ابراہیمؑ اللہ کے برگزیدہ نبی تھے۔خدا نے انہیں مزید ایک عہدے سے

سرفراز کرنا چاہا تو ان سے کچھ امتحان لیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِذِابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (بقرہ ۱۲۴)

"جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو چند باتوں میں آزمایا اور ان سب میں پورا اترے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ کیا یہ عہدہ امامت میری اولاد میں بھی رہے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا محمد شفیع سابق مفتی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

"اس آیت میں حق تعالیٰ کے خاص پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے مختلف امتحانات اور ان میں ان کی کامیابی پھر اس کے انعام وصلہ کا بیان ہے اور پھر جب حضرت خلیلؑ اللہ نے از راہ شفقت اپنی اولاد کے لیے بھی اسی انعام کی درخواست کی تو انعام پانے کا ایک ضابطہ ارشاد فرما دیا گیا جس میں حضرت خلیلؑ اللہ کی درخواست کی منظوری مشروط صورت میں دی گئی کہ یہ انعام آپ کی ذریت کو بھی ملے گا مگر جو لوگ ذریت میں سے نافرمان اور ظالم ہوں گے، وہ انعام نہ پا سکیں گے۔ (۹۵) پھر آگے لکھتے ہیں:

"یہ کڑے اور سخت امتحانات تھے جن میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو گزارا گیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے بہت سے اعمال و

---

۹۵) معارف القرآن ج ۱، ص ۳۰۹ مطبوعہ کراچی

احکام کی پابندیاں آپ پر عائد کی گئیں"۔(۹۶) پھران امتحانوں میں کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے یہی مفسر لکھتے ہیں:

"حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام کو اس کامیابی کے صلہ میں امامت خلق اور پیشوائی کا انعام دیا گیا۔ دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوا کہ خلق کے خدا کے امام و مقتداء اور پیشواء بننے کے لیے جو امتحان درکار ہے۔وہ دنیا کے مدارس اور یونیورسٹیوں جیسا امتحان نہیں۔۔۔اس عہدے کے حاصل کرنے کے لیے ان تین اخلاقی اور عملی صفات میں کا ملاور مکمل ہوناشرط ہے' جن کا ذکر ابھی بحوالہ آیات میں آچکا ہے۔قرآن نے ایک دوسری جگہ بھی یہی مضمون اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا قف ط وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ (السجدہ آیت ۲۴)

"ہم نے ان میں سے امام اور پیشواء بنائے کہ وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کریں۔ جب انہوں نے اپنے نفس کو خلاف شرع سے روکا اور ہماری آیتوں پر یقین کیا۔

اس آیت میں امامت و پیشوائی کے لیے ان تین صفات کا خلاصہ دولفظوں میں کردیا گیا ہے یعنی صبر و یقین یعنی علمی اور اعتقادی کمال اور صبر عملی اور اخلاقی کمال اور وہ تین صفات جن کا ذکر ابھی اوپر ہو چکا ہے' سب کی سب انہی دوصفتوں میں سموئی ہوئی ہیں۔(۹۷)

پھر آخر میں لکھتے ہیں:

---

۹۶) معارف القرآن ج ۱' ص ۳۱۳ مطبوعہ کراچی

۹۷'۹۸) معارف القرآن ج ۱' ص ۳۱۵ تا ۳۱۶ مطبوعہ کراچی

''امامت و پیشوائی ایک حیثیت سے اللہ جل شانہ کی خلافت ہے۔ یہ کسی ایسے شخص کو نہیں دی جاسکتی جو اس کا باغی اور نافرمان ہو''۔(۹۸)

امامت کا مقام اہلسنت کی نظر میں:

شیعوں پر عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ مسئلہ امامت کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں اور دوسرا یہ کہ شیعہ امام کا رتبہ بہت زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ امام اور امامت کا مقام خود اہلسنت کے نزدیک بھی انتہائی بلند ہے۔ چند ذمہ دار علمائے اہلسنت کے بیانات سے ملاحظہ فرمائیں۔

امام کا مقرر کرنا کتنا ضروری ہے، علامہ رشید رضا مصری مدیر المنار لکھتے ہیں:

''امام کا مقرر کرنا یعنی قوم کے امور کا اس کے حوالے کرنا مسلمانوں پر نہ صرف عقلاً واجب ہے جیسا کہ بعض معتزلہ کا خیال ہے بلکہ از روئے شرع بھی واجب ہے''۔

پھر علامہ سعد الدین تفتازانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''صحابہؓ نے نصب خلیفہ (خلیفہ مقرر کرنے کا کام) نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین پر بھی مقدم کیا''۔(۹۹)

امامت کیا ہے اور کیوں ضروری ہے علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

''نبوت کی جانشینی کے لیے امامت ہے تاکہ دین کی حفاظت ہو اور دنیا کا نظام برقرار رہے''۔(۱۰۰)

خلافت و امامت کا مفہوم کیا ہے؟ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

---

۹۹) امامت عظمیٰ ص ۱۹ شائع کردہ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی

۱۰۰) الاحکام السلطانیہ ص ۳ شائع کردہ ادارہ اسلامیات لاہور

''خلافت دین کی حفاظت کے لیے اور دنیا کی سیاست کے لیے صاحب شریعت کی جانشینی ہے۔ لہٰذا اس جانشینی اور نیابت کو خلافت اور امامت کہا جاتا ہے اور جو شخص اس کا انتظام کرتا ہے اسے خلیفہ اور امام کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں: جیسے (نماز میں) مقتدی کو امام کی پیروی لازم ہے اسی طرح تمام رعایا کو اپنے خلیفہ کی پیروی لازم ہے اس لیے خلافت کو امامت کبریٰ بھی کہا جاتا ہے''۔(۱۰۱)

امام کا مقام کیا ہے؟ شاہ اسماعیل شہید لکھتے ہیں:

''امام رسولؐ کا نائب اور ظل رسالت ہے''۔(۱۰۲)

پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''جس طرح سنت کو کتاب اللہ سے دوسرا درجہ حاصل ہے۔ ایسا ہی حکم امام سنت سے دوسرے درجے پر ہے''۔(۱۰۳)

خلافت و امامت کا رتبہ کتنا بڑا ہے۔ شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں:

''درحقیقت خلافت و امامت پیغمبر کی قائم مقامی اور اس کے بعد اس کی امت کی پیشوائی ہے۔۔۔ اور نبوت کے بعد اسلام میں سب سے بڑا درجہ ہے''۔(۱۰۴)

احادیث میں امام کا مقام کتنا بلند ہوا ہے؟

محدثین اہلسنت پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں جس میں آنحضرتؐ

---

۱۰۱) مقدمہ ابن خلدون حصہ اول ص ۴۵۳ شائع کردہ نفیس اکیڈمی

۱۰۲، ۱۰۳) منصب امامت ص ۱۴۳ شائع کردہ آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور

۱۰۴) خلفائے راشدین ص ۱۱ شائع کردہ ایچ ایم سعید کمپنی

فرماتے ہیں:

من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ و من عصانی فقد عصی اللّٰہ و من اطاع الامام فقد اطاعنی و من عصی الامام فقد عصانی

"رسول پاکؐ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی، اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ جس نے امام (یعنی حاکم اسلام) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امام کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی"۔(۱۰۵)

واضح رہے کہ اس حدیث میں امام سے مراد مولانا وحید الزمان نے بریکٹ میں حاکم اسلام کیا ہے لیکن اہلسنت کی عقائد کی کتابوں میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک انتہائی اہم اور معنی خیز حدیث موجود ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

من مات و لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ (۱۰۶)

"جو شخص مر جائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے، اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی"۔

مولانا وحید الزمان اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

اگرچہ یہ حدیث اہلسنت کے عقائد کی کتابوں میں اس لفظ سے

---

۱۰۵) ابن ماجہ ج ۲، ص ۵۵۰ باب طاعۃ الامام ترجمہ مولانا وحید الزمان مطبوعہ لاہور

۱۰۶) نشر الفوائد الجلالی شرح العقائد نسفی ص ۱۹۷ مولفہ مولانا عبید الحق فاضل دیوبند شائع کردہ قدیمی کتب خانہ کراچی

مذکور ہے۔ مگر حدیث کی کتابوں میں مجھے اس لفظ سے نہیں
ملی۔(۱۰۷)

مولانا کے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اس حدیث کا اہلسنت کی عقائد کی کتب میں درج ہونا بتاتا ہے کہ امامت کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کا یہ لکھنا کہ حدیث کی کتب میں مجھے یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی۔ اس سے اس حدیث پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ شاہ اسماعیل شہید نے منصب امامت میں اس حدیث کے یہ الفاظ لکھے ہیں:

من لم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة

جس نے امام وقت کو نہ پہچانا' وہ جاہلیت کی موت مرا۔(۱۰۸)

ہمارے محترم قارئین اس حدیث میں اگر معمولی سا بھی غور کریں تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اگر امام سے مراد حاکم وقت ہی ہوتا تو پھر اس کی شخصیت تو پہلے ہی لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہوتی بلکہ کسی بھی ملک کا حاکم تو مشہور و معروف شخص ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس کی معرفت حاصل کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ دوسری بات یہ کہ جس امام کی معرفت کے بغیر انسان جہالت و گمراہی کی موت مرتا ہے' اس کے اپنے بارے میں تو یقین ہونا چاہیے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ اب ہر شخص خود ہی فیصلہ کرے کہ کیا یزید و ولید جیسے فاسق و فاجر اس حدیث کے مصداق ہو سکتے ہیں؟ کیا بنو امیہ اور بنو عباس کے دیگر ظالم و جابر عیاش حکمران اس حدیث کے مصداق بن سکتے ہیں۔ یقیناً نہیں۔

---

۱۰۷) لغات الحدیث کتاب "م" ص ۱۰۲' ج ۴ طبع کراچی

۱۰۸) منصب امامت ص ۱۳۸ مطبوعہ لاہور

قرآن میں امام کی اطاعت کا کس طرح حکم دیا گیا ہے؟

برادران اہل سنت کے بہت بڑے عالم علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

''شریعت نے دین کے معاملہ میں تمام امور کی باگ ایک مجاز شخص کو تفویض کردی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی' اس کے رسول کی اور اپنے حکمرانوں کی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنے حکام کی اطاعت فرض کردی ہے اور یہ حکام وہ امام ہیں جو ہم پر مقرر کیے گئے ہیں''۔(۱۰۹)

علامہ ابن خلدون مذکورہ بالا آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تمام مخلوق پر امام کی اطاعت واجب ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے ارباب امر (امامت) کی اطاعت کرو''۔(۱۱۰)

مذکورہ بالا دو علمائے اہلسنت نے جس آیت کو نقل کیا ہے۔ یہ سورہ النساء کی آیت نمبر ۵۹ ہے جس میں خدا اور رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت میں لفظ ''اولی الامر'' سے کون لوگ مراد ہیں۔ اس بارے میں اہلسنت اور اہل تشیع میں تو اختلاف شروع ہی سے چلا آ رہا ہے لیکن خود اہلسنت کے اپنے اندر بھی اس بات پر اتفاق نہیں کہ اولی الامر سے مراد حاکم وقت ہی ہیں یا اس اولی الامر کے مصداق علماء ہیں جیسا کہ ہم ابھی بیان کرتے ہیں۔

---

۱۰۹) الاحکام السلطانیہ ص ۴ مطبوعہ لاہور

۱۱۰) مقدمہ ابن خلدون حصہ اول ص ۴۵۶ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

’’اولی الامر‘‘ کے تعین میں شیعہ سنی نقطہ نظر:

شیعوں کا تو شروع ہی سے یہ موقف چلا آ رہا ہے کہ مذکورہ بالا سورہ نساء کی آیت نمبر ۵۹ میں ’’اولی الامر‘‘ سے مراد آئمہ اہلبیت ہیں جن کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ’’اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن ہے اور دوسری میری عترت اہلبیت۔ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔ (۱۱۱) جب پیغمبر اکرمؐ نے فرمادیا کہ میری عترت قیامت تک قرآن سے جدا نہیں ہوگی تو پھر عترت پیغمبرؐ میں سے جو آئمہ ہوئے ہیں۔ انہی کا حکم واجب الاطاعت ہے۔ دوسری طرف علمائے اہلسنت آج تک حتمی فیصلہ نہیں کر سکے کہ اس آیت میں اولی الامر سے کون لوگ مراد ہیں؟ اہلسنت کے بہت بڑے اسکالر علامہ محمد شفیع سابقہ مفتی دار العلوم دیوبند اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

> ’’حضرت ابن عباسؓ مجاہد اور حسن بصریؒ مفسرین قرآن نے اولی الامر کے مصداق علماء وفقہا کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے نائب ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے‘‘ پھر لکھتے ہیں: ’’ایک جماعت مفسرین کی جن میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل ہیں۔ فرمایا ہے کہ اولی الامر سے مراد حکام اور امراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے‘‘ پھر اولی الامر کے بارے میں تیسری رائے لکھتے ہیں کہ ’’تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے یعنی علماء کو بھی اور امراء کو بھی کیونکہ نظام

---

۱۱۱) یہ حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم جامع ترمذی مسند امام احمد حنبل وغیرہ بہت ساری کتب احادیث میں موجود ہے۔

امر انہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے''۔(۱۱۲)

پھر تیسری رائے کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آیت مذکورہ میں اولی الامر کی اطاعت سے مراد علماء و حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے۔ اس لیے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہا کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام و امراء کی اطاعت واجب ہوگئی''۔(۱۱۳)

کیا ایک وقت میں دو اولی الامر ہو سکتے ہیں؟

اہلسنت مفسر مولانا محمد شفیع مرحوم نے اپنی تفسیر میں بیک وقت دو اولی الامر ہونے کا نظریہ تو لکھ دیا لیکن یہ نظریہ کس دور میں رائج رہا اور کیا کسی دور میں اس نظریہ کو حتمی طور پر تسلیم بھی کیا گیا یا یہ محض کتابی نظریہ ہے جو صرف کتابوں کی حد تک ہی ہے کیونکہ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حکام وقت اور علماء میں تو اکثر اختلاف ہی رہا ہے اس لئے علماء اور حکام وقت دونوں کو وقت اور علماء میں تو اکثر اختلاف ہی رہا ہے اس لیے علماء اور حکام وقت دونوں کو اولی الامر تسلیم کرنے کی بات تو رہی ایک طرف برادران اہلسنت میں کسی ایک شخص کو اولی الامر تسلیم کرنے پر بھی اتفاق نہیں ہو سکا جس کا اظہار خود اہلسنت دانشور بھی کرتے رہتے ہیں مثلاً جناب محمد امین منہاس امیر تحریک فہم القرآن نے اپنے ایک مضمون میں مذہبی جماعت کی ناکامی کی وجوہات لکھی ہیں۔ اس میں مذہبی جماعتوں کی ناکامی کی تیرھویں وجہ یہ لکھتے ہیں کہ

''سورہ نساء کے پہلے حصے میں اولی الامر کا تعین ہے جو صدیوں سے کاملاً متروک ہو کر رہ گیا ہے یعنی جس پر عمل نہیں کیا جا رہا حالانکہ

---

۱۱۲) معارف القرآن ج ۲، ص ۴۵۰ طبع دہلی ایضاً مطبوعہ کراچی

۱۱۳) معارف القرآن ج ۲، ص ۴۵۲ مطبوعہ دہلی

قرآن کریم تمام زمانوں کے لیے کامل اور اس کے کسی ایک حکم پر شعور اور تسلسل سے عمل ترک کر دینا جو کہ صدیوں سے بالفعل ہو رہا ہے۔ کسی طرح بھی اسلام کے دائرے میں نہیں آتا۔ آج کی امت مسلمہ کے لیے اشد ضروری ہے کہ اولی الامر کے بارے میں انتہائی وضاحت سے بات کو سمجھا جائے اور اولی الامر کی اطاعت کی جائے"۔(۱۱۴)

کیا حاکم اولی الامر کا مصداق ہوسکتا ہے؟

اہلسنت مفسر مولانا محمد شفیع سابقہ مفتی دارالعلوم دیوبند نے اولی الامر کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"ایک جماعت مفسرین نے جن میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل ہیں' فرمایا ہے کہ اولی الامر سے مراد حکام اور امراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے"۔

(معارف القرآن ج ۲' ص ۴۵۰)

لیکن جوں جوں فاسق و فاجر اور بد کردار افراد تخت نشین ہوتے گئے' انہیں اولی الامر کہنے کا نظریہ عوام میں غیر مقبول ہوتا چلا گیا لیکن ہر آنے والے حاکم کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہوتی تھی کہ حکومت کی کرسی ملنے سے آدمی اولی الامر بن جاتا ہے اور لوگوں پر اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف عوام الناس ہیں جو اس نظریے سے آج تک بیزار چلے آ رہے ہیں۔ وہ یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا یزید جیسا فاسق و فاجر اولی الامر کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے اور خدا ایسے شخص کی اطاعت کا حکم دے سکتا ہے جس نے نواسہ رسولؐ کو شہید کروایا؟ مدینہ منورہ کی بے حرمتی کروائی اور واقعہ حرہ میں بے شمار صحابہ کرامؓ کو چن چن کر شہید کروایا اور بے شمار صحابہؓ زادیوں کی

---

۱۱۴) ملاحظہ ہو ماہنامہ "پیام" اسلام آباد بابت ۱۹۹۴ء

بے حرمتی کروانے کا سبب بنا۔ کیا عبدالملک جیسا شخص اولی الامر کہلانے کا حق رکھتا ہے جو حجاج بن یوسف جیسے سفاک اور صحابہ و تابعین کے قاتل کا سرپرست تھا۔ (۱۱۵) قرآن نے جس اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ کیا ولید بن یزید جیسا شخص اس کا مصداق ہوسکتا ہے۔ جس کا تذکرہ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''ولید بڑا ہی فاجر و فاسق اور پکا شرابی تھا۔ اس نے ارادہ کیا تھا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب نوشی کرے گا۔۔۔ (خود) ولید کے بھائی سلیمان بن یزید نے کہا: بخدا ولید بڑا پکا شرابی اور بے باک فاسق تھا۔۔۔ ذھبی کا بیان ہے کہ وہ شرابی اور لواطت کا شوقین تھا۔۔۔ ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے کہ ولید بڑا ہی ظالم، سرکش، حاسد، بے راہ اپنے وقت کا فرعون زمانہ بھر کا عیب دار روز محشر اپنی قوم کے آگے دوزخ میں جانے والا لوگوں کو تکلیف دینے والا بد انجام ہلاک ہونے والا قرآن کریم کو نیزہ پر اٹھانے والا فاسق و فاجر اور گناہوں پر بڑا دلیر تھا''۔ (۱۱۶)

کیا منصور دوانیقی جیسا حریص و بخیل اولی الامر کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔ جس نے ابن ہرمہ نامی شرابی شاعر کے بارے میں اپنے گورنر مدینہ کو حکم دیا تھا کہ جو اسے شراب پینے پر پکڑے، الٹا اس پکڑنے والے کو سو درے مارے جائیں۔ (۱۱۷)

---

۱۱۵) تاریخ الخلفاء ص ۲۲۰ ترجمہ اقبال الدین احمد شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۱۱۶) تاریخ الخلفاء ص ۲۴۹ تا ۲۵۰ ترجمہ اقبال الدین احمد شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۱۱۷) تاریخ الخلفاء ص ۲۶۸ ترجمہ اقبال الدین احمد شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

کیا ہارون الرشید جیسا لہو ولعب کا دلدادہ یا امین و مامون جیسے شرابی یا متوکل جو صرف شراب کا متوالا ہی نہیں تھا بلکہ اس کے پاس چار ہزار لونڈیاں تھیں۔ (۱۱۸) یہ لوگ اولی الامر کہلا سکتے ہیں؟ کیا موجودہ زمانے کے مسلمان حکمران اولی الامر کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں بلکہ موجودہ زمانے میں تو بعض اسلامی ممالک کی حکمرانی عورتوں کے پاس بھی رہی ہے۔ کیا ان کو اولی الامر کہا جا سکتا ہے؟ غرضیکہ حاکم وقت کو اولی الامر کہنے کا نظریہ پہلے ہی اتنا مضبوط نہیں تھا۔ اوپر سے حکمرانوں کے فسق و فجور نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ اس سب کچھ کے باوجود ہم اپنے اہلسنت بھائیوں سے یہی کہیں گے کہ اگر انہیں اس بات میں وزن نظر آتا ہے کہ حاکم وقت اولی الامر کا مصداق ہو سکتا ہے تو بڑی خوشی سے اس نظریہ کو قبول کریں۔

اس کے علاوہ اب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ کیا اہلسنت کے نزدیک علماء کرام اولی الامر کے مصداق ہو سکتے ہیں؟

کیا اہلسنت نے کبھی کسی عالم دین کو اولی الامر تسلیم کیا ہے؟

اہلسنت مفسر مولانا محمد شفیع مرحوم نے سورہ نساء کی آیت نمبر ۵۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ مجاہد اور حسن بصریؒ مفسرین قرآن نے اولی الامر کے مصداق علماء وفقہا کو قرار دیا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اہلسنت میں بڑے بڑے نامور علماء ہر زمانے میں گزرے ہیں لیکن ان میں سے کوئی صاحب نہ ہی خود اولی اولامر ہونے کا دعویٰ کر سکے اور نہ ہی دوسرے علماء اہلسنت نے کسی عالم کو اولی الامر تسلیم کیا۔ انہی حقائق کے پیش نظر امیر تحریک فہم القرآن جناب محمد امین منہاس نے اصل حقیقت کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کروائی ہے کہ اولی الامر کا تعین اہلسنت میں صدیوں سے کاملاً متروک ہو کر رہ گیا ہے اور آج کی امت مسلمہ کے لیے اشد ضروری ہے کہ اولی

---

۱۱۸) تاریخ الخلفاء ص ۳۳۲ ترجمہ اقبال الدین احمد شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

الامر کے بارے میں انتہائی وضاحت سے بات کو سمجھا جائے اور اولی الامر کی اطاعت کی جائے۔(۱۱۹)

برادران اہل سنت اولی الامر کے بارے میں کوئی متفقہ رائے کیوں نہ قائم کر سکے اور اولی الامر کے بارے میں ان کا نظریہ تھوڑے ہی عرصہ بعد ٹوٹ پھوٹ کا شکار کیوں ہوگیا؟ پہلے چار خلفاء جنہیں برادران اہل سنت خلفائے راشدین کہتے ہیں، ان کے دور میں یہ نظریہ کسی حد تک عوام کے ذہن میں بیٹھا رہا تھا کہ حاکم وقت ہی اولی الامر ہوتا ہے لیکن بعد میں آنے والے اموی اور عباسی خلفاء کے پست کردار کی وجہ سے لوگ تذبذب کا شکار ہوگئے۔ اب مشکل یہ آن پڑی کہ ہر حاکم کو اولی الامر قرار دے کر اس کی اطاعت واجب قرار دینے میں ان کا ظلم وستم اور فسق و فجور رکاوٹ تھا اور اگر یہ کہا جاتا کہ علماء وفقہاء ہی اولی الامر ہیں تو اس سے ایک طرف حکمرانوں سے ٹکراؤ ہونا فطری امر تھا۔ دوسری طرف ہر عالم دین کو یہ سند مل جاتی کہ اس کی اطاعت واجب ہے اور اس سے بھی بڑی مشکل یہ تھی کہ اس وقت آئمہ اہلبیت بھی موجود تھے جو اپنے اپنے زمانے میں علم و ہدایت اور تقویٰ کے روشن مینار تھے۔ ان کی موجودگی میں کسی بھی عالم دین کا اولی الامر بننے کا دعویٰ آسان نہیں تھا۔ یہ اور اس جیسی بہت ساری وجوہات کی بناء پر یہ نظریہ بھی کتابوں کی حد تک ہی رہ سکا۔ عوام میں رائج نہ ہو سکا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ

اہلسنت میں امامت کا ایک نیا نظریہ رائج ہوگیا:

شیعوں کا نظریہ امامت چونکہ باقی اسلامی فرقوں سے مختلف تھا جس کے مطابق امام بارہ ہیں اور ہر امام اپنے اپنے زمانے میں قرآن وسنت کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے اور اس کی پوری زندگی قرآن وسنت کی عملی

---

۱۱۹) ملاحظہ ہو ماہنامہ ”پیام“ بابت ۱۹۹۴ء اسلام آباد

تصویر ہوتی ہے لیکن جمہور مسلمین میں بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانے میں ایسے لوگ برسر اقتدار آ کر امام کہلواتے رہے جو اعلانیہ فسق و فجور کے مرتکب ہوتے تھے۔ ایسے میں عوام یہ جاننے کا حق رکھتے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا ایسے اماموں کو معزول کر دینا چاہیے یا خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ اس بارے میں جمہور مسلمین کے علماء نے جو اصول بتائے ہیں، وہ بڑی تفصیل سے ان کی کتب میں درج ہیں مثلاً: ''شرح عقائد نسفی'' اہلسنت کے عقائد کی مشہور کتاب ہے۔ اس کی چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں لکھا ہے کہ

''دیدہ دانستہ اگر فاسق کو امام بنائیں تو گناہگار ہوں گے البتہ امامت اس کی منعقد ہو جائے گی اور پھر خروج اس پر جائز نہ ہوگا۔ اگر تسلط کر کے فاسق بادشاہ بن جائے تو وہ گناہگار ہوگا۔ مگر لوگوں پر اس کی اطاعت فرض ہوگی اور خروج اس پر حرام ہوگا۔(۱۲۰) پھر آگے مزید لکھا ہے کہ

''اگر عورت یا غلام یا ناقص الاعضاء یا غیر مجتہد وغیرہ مسلط ہو جائے تو اطاعت اس کی واجب ہوگی۔ پس ظاہر ہوا کہ اسلام کے سوا امامت میں کوئی اور بات جیسا کہ بنی ہاشم یا اولاد علیؑ ہونا یا افضل زمانہ ہونا یا معصوم ہونا شرط نہیں جو قیدیں کہ شیعہ نے لگائی ہیں۔ و **لایعزل الامام بالفسق و الجور** (اور امام معزول نہیں ہوتا فسق و فجور سے) بلکہ مستحق عزل ہوگا۔ اگر امام سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے

---

۱۲۰) تہذیب العقائد اردو ترجمہ و شرح عقائد نسفی ص ۱۰۲ ترجمہ مولانا نجم الغنی ناشر قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

خواہ کبیرہ، خواہ صغیرہ یا کسی پر وہ ظلم کر بیٹھے تو اس سبب سے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس امام کو برطرف کردیں کیونکہ فتنہ عظیم اور کشت وخون ہونے کا احتمال ہے۔ دوسرے جب امام کیلئے معصوم ہونا شرط نہیں تو گناہ کے سبب سے اس کا معزول کرنا محض بے جا ہے۔ اسی سبب سے سلف کے لوگ خلفائے راشدین کے بعد ظالم اور فاسق اماموں کی بھی اطاعت کرتے رہے اور ان کے ساتھ جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھتے اور ان پر چڑھائی کرنے کو برا سمجھتے تھے۔ ابن عباسؓ سے بخاری اور مسلم نے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اپنے امیر سے اگر کسی بری بات کو سرزد ہوتے دیکھے تو اس پر صبر کرنا چاہیے جو شخص صبر نہیں کرے گا اور جماعت سے جدا ہو جائے گا تو اس طرح مرے گا جیسے اہل جاہلیت مرتے ہیں۔ (۱۲۱)

امامت کے بارے میں یہ تفصیل ہم نے اہلسنت کی نہایت مستند اور مشہور کتاب سے نقل کی ہے۔ اس عبارت کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کی زبانی پیغمبر اکرمؐ کی جو حدیث نقل کی گئی ہے۔ اس بارے میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ایسی حدیثیں ظالم و جابر حکمرانو ں نے سادہ لوح عوام کو خاموش کرنے کے لیے اپنے زرخرید علماء سے تیار کروائیں اور بزرگ شخصیات کے ذریعے آنحضرتؐ سے منسوب کردیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر اس حدیث میں تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر حاکم شرع پانچ دس یا دو چار سو افراد کو کسی مہم پر روانہ کرے اور ان پر کسی ایک آدمی کو امیر مقرر کرے اور راستے میں وہ امیر کوئی غلط کام کر گزرے تو ایسی صورت میں بجائے راستے میں ہی اس امیر کی مخالفت کرنے یا الگ جماعت بنا لینے کے انسان حاکم شرع کے پاس واپس آنے تک صبر کرے اور بس۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بات کو

---

(۱۲۱) ملاحظہ ہو تہذیب العقائد اردو ترجمہ وشرح وشرح عقائد نسفی ص ۱۰۲ ترجمہ مولانا نجم الغنی مطبوعہ کراچی

مزید آگے بڑھا کر بحث کو طول دینے کی بجائے شیعوں کے نظریہ امامت کی مزید تھوڑی وضاحت کر کے اس بحث کو سمیٹ دیں۔

شیعوں کو باقی اسلامی فرقوں سے ممتاز کرنے والی چیز اولی الامر کا تعین ہے:

جو چیز شیعوں کو باقی اسلامی فرقوں سے ممتاز ہی نہیں کرتی بلکہ شیعیت کے استحکام و ترقی میں مرکزی کردار ادا کرتی چلی آ رہی ہے۔ وہ شیعوں کا اولی الامر کے بارے میں واضح دوٹوک اور خوبصورت موقف ہے کہ اولی الامر صرف وہی ہستیاں ہوسکتی ہیں۔ جو اپنے اپنے زمانے میں قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والی ہوں اور سیرت پیغمبرؐ کا عملی نمونہ ہوں اور وہ ائمہ اہلبیت تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کے بعد تقریباً اڑھائی سو سال تک ائمہ اہلبیت بحیثیت اولی الامر موجود رہے اور جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ یہ بزرگوار اپنے اپنے زمانہ کے گم نام افراد نہیں تھے کہ انہوں نے لوگوں سے علیحدہ رہ کر زندگی گزاری اور نہ ہی ایسا تھا کہ یہ ائمہ لوگوں کے درمیان تو رہے لیکن لوگ ان کے علمی مقام و مرتبہ سے ناواقف رہے بلکہ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ان میں سے ہر امام اپنے اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم اور سب لوگوں سے بڑھ کر متقی اور پرہیزگار تھے جیسا کہ ان ائمہ کے حالات میں گذشتہ صفحات میں لکھا جا چکا ہے۔

ائمہ اہلبیت کا اپنے بعد امت کی راہنمائی کا بندوبست کرنا:

پیغمبر اکرمؐ کے بعد تقریباً اڑھائی سو سال تک ائمہ اہلبیت لوگوں کی راہنمائی کے لیے مرجع خلائق رہے۔ ان ائمہ کے بعد لوگ دینی مسائل میں راہنمائی کہاں سے حاصل کریں۔ اس سلسلے میں ان ائمہ نے اپنی زندگی میں ہی راہنما اصول دیئے تا کہ لوگ انتشار کا شکار نہ ہوں اور مرکزیت قائم رہے۔ اس سلسلے میں ائمہ نے

لوگوں کی راہنمائی کے لیے قرآن و سنت کے جاننے والے فقہا کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلے میں گیارہویں امام حسن عسکری علیہ السّلام سے منقول ہے:

فاما من كان من الفقهاء صائنا لنفسه حافظاً لدينه مخالفا لهواه مطيعا لامر مولاه فللعوام ان يقلدوه

''مجتہدین اور فقہا میں سے جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے والا' اپنے دین کی حفاظت کرنے والا' خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنے والا اور خدا کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو تو عوام کو چاہیے کہ اس کی تقلید کریں''۔

اسی طرح امام آخرالزمانؑ ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں:

و اما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة احاديثنا فانهم حجتي عليكم و انا حُجّة اللّٰه عليهم

''(ہمارے بعد) پیش آنے والے واقعات میں ان اشخاص کی طرف رجوع کرو جو ہمارے علوم حاصل کر کے دوسروں تک پہنچاتے ہیں کیونکہ وہ میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے ان پر حجت ہوں''۔ (۱۲۲)

واضح رہے کہ ہر فقیہ اور مجتہد لائق تقلید نہیں بلکہ جس میں ائمہ کی بیان کردہ مندرجہ بالا شرائط پائی جاتی ہوں' اسے مجتہد جامع الشرائط کہا جاتا ہے اور شیعہ اپنے

---

۱۲۲) ملاحظہ ہو تقلید کیا ہے؟ از آیت اللہ علی مشکینی اردبیلی ص ۱۲' ۱۸

ائمہ کے بعد ہر زمانے میں ایسے مجتہدین کی تقلید کرتے چلے آ رہے ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ صرف شیعوں نے ہی اپنے ائمہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے ان مجتہدین کے احکام کو دل و جان سے تسلیم نہیں کیا بلکہ ان مجتہدین نے بھی ہر قسم کے مصائب و آلام سہہ کر اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے سیرت ائمہ کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی وہ مقام حاصل نہ کر سکے جو شیعہ فقہاء کو اپنے زمانے میں حاصل ہوتا رہا ہے۔ ابتدائی صدیوں میں شیخ صدوقؒ شیخ مفیدؒ اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ ہوں یا شیخ ابوجعفر طوسیؒ علامہ حلیؒ یا دسویں گیارھویں صدی میں محقق کرکیؒ شہید ثانیؒ، شیخ مرتضیٰ اردبیلیؒ یا شیخ بہائیؒ ان بزرگوں کو اپنی زندگیوں میں جو مقام حاصل رہا، حکام وقت بھی اس پر حیران و ششدر رہتے تھے اور ان کے بعد چودھویں صدی کے سید حسین بروجردیؒ ہوں یا آقائے محسن الحکیم یا عصر حاضر کے سید ابوالقاسم خوئیؒ (تقلید کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لیے حاشیہ نمبر 122 والی کتاب کی طرف رجوع کریں) ہوں یا طاغوت شکن آیت اللہ خمینی۔ کیا کوئی بڑے سے بڑا حکمران وہ مقام حاصل کر سکا جو ان بوریا نشین فقہاء کو حاصل رہا۔

شیعہ فقہاء مجتہدین کی قدر و منزلت کی وجوہات:

شیعہ فقہاء و مجتہدین کی عوام کی نظروں میں اتنی زیادہ قدر و منزلت اور وقار کی پہلی وجہ تو یہی نظر آتی ہے کہ خود ائمہ اہلبیت نے لوگوں کو ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسری وجہ ان مجتہدین کا ذاتی کردار لوگوں سے ان کا حسن سلوک ان کی خدا خوفی اور خمس کی صورت میں ان کے پاس کروڑوں سے متجاوز روپے ہونے کے باوجود ان کی ذاتی زندگی کا انتہائی سادہ ہونا اور اس جیسی بے شمار باتیں ہیں اور ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات کہ شیعہ فقہاء و مجتہدین کی شروع ہی سے یہ روش

رہی ہے کہ نہ ہی پیچھے والے علماء خواہ مخواہ اور زبردستی آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی آگے والے دوسروں کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ جوں جوں کسی کا علمی مقام و مرتبہ بلند ہوتا جاتا ہے۔ اس کی علمی و فقہی کاوشیں علماء کے سامنے آتی جاتی ہیں۔ وہ خود بخود آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور باقی علماء نہ صرف اس کی علمی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو بھی اس مجتہد کی طرف رجوع کرنے کے لیے کہتے ہیں بلکہ شیعہ مرجعیت کا ایک انتہائی سنہرا واقعہ یہ ہے کہ آیت اللہ حسین کوہ کمری اپنے زمانے کے مرجع تقلید تھے اور بہت سارے لوگ ان کے مقلد تھے لیکن انہوں نے شیخ مرتضٰی انصاریؒ جو عمر میں ان سے کافی چھوٹے تھے لیکن ان کی علمیت دیکھ کر آیت اللہ حسین کوہ کمری نے اپنے تمام مقلدین کو حکم دیا کہ وہ شیخ مرتضٰیؒ کی تقلید کریں۔ (۱۲۳)

یہ فقط ایک مثال ہے ورنہ ایسی بہت ساری مثالیں موجود ہیں جن کی وجہ سے شیعیت ہر دور میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔

---

۱۲۳) ملاحظہ ہو حکایتیں ہدایتیں ص ۶۳ تا ۶۴ تقاریر از شہید مرتضٰی مطہریؒ مرتبہ محمد جواد صاحبی مطبوعہ لاہور

مسئلہ امامت کی بابت شیعوں پر چند بے بنیاد تہمتیں:

جس طرح شیعوں کے باقی عقائد (مثلاً: تقیہ' نکاح متعہ وغیرہ) کو توڑ مروڑ کر سادہ لوح عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح شیعوں کے عقیدہ امامت کے بارے میں بہت ساری بے بنیاد تہمتیں ہر زمانے میں ان پر لگائی جاتی رہی ہیں تا کہ عوام کو نہ صرف ان سے نفرت دلائی جائے بلکہ انہیں اشتعال بھی دلایا جا سکے اور اس بات کا زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ شیعوں پر ایسے من گھڑت الزامات لگانے والے کوئی عام مولوی نہیں بلکہ اپنے وقت کے انتہائی جید علماء ہوتے تھے اور آج بھی ایسے علماء جن کا معاشرے میں بہت بلند مقام ہے۔ وہ اس افسوسناک روش کو اپنائے ہوئے ہیں۔ بطور مثال ہم دیوبندی مکتب فکر کی انتہائی بزرگ شخصیت جن کا تعارف ان کی کتاب کے پیش لفظ میں ان الفاظ میں کروایا گیا ہے۔

قدوۃ السالکین استاد العلماء شیخ المشائخ

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی زادہ اللہ شرفاء و کرامۃ

اس بزرگ دیوبندی عالم نے اپنی کتاب ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' میں ''شیعہ سنی اختلاف'' کے زیرعنوان انتہائی افسوسناک اور بے بنیاد باتیں بلکہ من گھڑت اور خودساختہ عقائد شیعوں سے منسوب کیے ہیں۔ مثلاً: شیعوں کے نظریہ امامت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ شیعوں کا اپنے ائمہ کے بارے میں عقیدہ ہے کہ ''ان پر (یعنی ائمہ پر) وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کی اطاعت نبی کی طرح فرض ہے۔ وہ نبی کی طرح احکام شریعت نافذ کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر

یہ کہ وہ قرآن کریم کے جس حکم کو چاہیں منسوخ یا معطل کر سکتے ہیں۔(۱)

جناب مولانا یوسف لدھیانوی نے یہ بے بنیاد عقائد کہاں سے نقل کیے ہیں؟

ہم جناب مولانا یوسف لدھیانوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ ائمہ پر وحی نازل ہونے کا شیعہ عقیدہ ہونا کس کتاب میں لکھا ہوا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے شیعہ کس دنیا میں رہتے ہیں۔ آپ جیسی بزرگ علمی شخصیت کو اتنی بڑی بات بغیر کسی حوالہ کے لکھتے ہوئے اپنے مقام و مرتبہ کا تو خیال رکھنا چاہیے تھا کہ آپ کے قلم سے نکلی ہوئی بات خود حوالہ بن جائے گی اور آپ کے پیروکار اسے سر آنکھوں پر رکھیں گے اور پھر نفرتوں کی جو آگ جلے گی معاشرے پر اس کے کتنے بُرے اثرات مرتب ہوں گے ہم اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ لکھ چکے ہیں کہ بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتیں جب اپنی ظلم و ستم کی چکیوں میں پیسنے کے باوجود شیعیت کو ختم نہ کر سکیں تو انہوں نے ایسے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات مذہب شیعہ پر لگانے شروع کر دیئے شیعہ علماء ہر زمانے میں ایسے بے سروپا الزامات کی تردید کرتے رہے ہیں۔ مثلاً:

چوتھی صدی ہجری کے بزرگ شیعہ عالم شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ

ائمہ کے متعلق وحی کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔(۲)

شیعہ محدث شیخ یعقوب کلینیؒ نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کی زبانی ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں نبی اور امام کا فرق واضح کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں کہ

فیسمع الوحی و ھم لا یسمعون

یعنی رسول (احکام) بذریعہ وحی خدا سے لیتے ہیں لیکن ائمہ پر

---

۱) ملاحظہ ہو اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۲۳ مطبوعہ کراچی

۲) ملاحظہ ہو اوائل المقالات ص ۷۸ مطبوعہ ایران

وحی نازل نہیں ہوتی۔(۳)

ائمہ پر عقیدہ وحی کی تردید حضرت علیؑ کی زبانی:

امام اول حضرت علیؑ نے بے شمار مواقع پر انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وحی کا تعلق انبیاء سے ہے اور ائمہ پر وحی آنے کا تصور بھی مکتب اہلبیت میں موجود نہیں ہے۔ نہج البلاغہ جو کہ حضرت علیؑ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے ہی خطبے میں فرشتوں کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

و منهم امناء علٰی وحیه و السنة الٰی رسله۔۔۔

یعنی ان میں سے کچھ تو وحی الٰہی کے امین اس کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لیے زبان حق اور اس کی قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں۔(۴)

دوسری جگہ وحی کو خاصہ انبیاء قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

بعث اللّٰه رسله بما خصهم به من وحیه

یعنی اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا۔ (۵)

ایک جگہ آنحضرتؐ کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے بڑے دوٹوک الفاظ میں فرماتے ہیں: **فقفی به الرسل و ختم به الوحی**

(یعنی اللہ تعالیٰ نے) آپ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپ کے ذریعے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔(۶)

---

۳) الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۲، ص ۱۲۷ مطبوعہ کراچی

۴) ملاحظہ ہو نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم

۵) ملاحظہ ہو نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۴۲ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم

۶) ملاحظہ ہو نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۳۱ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم

پھر ایک جگہ آنحضرتؐ کی وفات کے موقع پر فرماتے ہیں:

بابی انت و امی یا رسول اللّٰہ لقد انقطع بموتک ما لم ینقطع بموت غیرک من النبوۃ و الانباء و اخبار السماء

(فرماتے ہیں) یارسولؐ خدا! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے رحلت فرما جانے سے نبوت "خدائی احکام" اور آسمانی خبروں کا سلسلہ ختم ہوگیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا۔(۷)

یعنی سابقہ زمانوں میں ایک نبی کے بعد دوسرے نبی تشریف لے آتے تھے اور وحی کا سلسلہ نہیں رکتا تھا۔لیکن آنحضرتؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد نبوت کا سلسلہ ہی بند ہوگیا اس لیے کسی غیر نبی پر وحی آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ائمہ اہلبیت پر شریعت محمدیہؐ کے حلال وحرام کو تبدیل کرنے کا الزام:

یہ بزرگ دیوبندی عالم خدا معلوم شیعوں کے بارے میں کیسی کیسی غلط فہمیوں کا شکار ہیں کیونکہ تھوڑا آگے ایک اور افسوسناک الزام شیعوں پر عائد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب نبوت کا آفتاب قیامت تک کی ساری دنیا کو منور کرنے کے بعد رخصت ہوتا ہے تو شیعہ عقیدہ کے مطابق خدا ایک دن کیا ایک لمحہ کا وقفہ بھی نہیں کرتا بلکہ فوراً ایک "معصوم امام" کو کھڑا کر کے اسے شریعت محمدیہؐ کے حلال وحرام کو بدلنے اور قرآن کو منسوخ کرنے کے اختیارات دے دیتا ہے اور پھر ایک نہیں لگاتار بارہ امام اسی شان کے بھیجتا رہتا ہے۔(۸)

گذشتہ الزام کے طرح اگر مولانا یوسف لدھیانوی صاحب کے اس الزام میں

---

۷) ملاحظہ ہو نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۳۲ ترجمہ مفتی جعفر حسین مرحوم

۸) اختلاف امت اور صراط مستقیم شائع کردہ مکتبہ لدھیانوی کراچی

بھی رتی بھر صداقت ہوتی تو بطور مثال ایک مسئلہ ہی سامنے لاتے کہ قرآن میں یہ حکم اس طرح نازل ہوا ہے اور شیعوں کے ائمہ نے اسے تبدیل کر دیا ہے۔

شریعت محمدیہؐ کے حلال وحرام کی بابت شیعہ مذہب کا اٹل قانون:

جو لوگ لاعلمی یا سینہ زوری کی بناء پر شیعوں کے ائمہ پر شریعت محمدیہؐ کے حلال و حرام کو بدلنے کا الزام لگاتے ہیں وہ ائمہ اہلبیت کے فرامین سن لیں:

حلال محمد حلال ابدًا الی یوم القیامۃ و حرامہ حرام ابدًا الی یوم القیامۃ

جس کو آنحضرتؐ نے حلال بتایا ہے وہ قیامت تک حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا ہے وہ قیامت تک حرام ہے۔(۹)

اصول کافی میں ایک باب ہے جس میں امام کی صفات کا بیان ہے اس میں امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

الامام یحل حلال اللّٰہ و یحرم حرام اللّٰہ

یعنی امام حلال کرتا ہے حلال خدا کو اور حرام کرتا ہے حرام خدا کو(۱۰)

قرآن وسنت اور ائمہ اہلبیتؑ کی سیرت کے چند نمونے:

جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور ان جیسے دیگر بزرگوں کی خدمت میں ہم ائمہ اہلبیتؑ کی سیرت کے صرف چند واقعات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مثلاً: حضرت علیؑ کے سامنے ایک زانیہ عورت کا مقدمہ پیش ہوا جب شرعی طریقہ سے اس کا جرم ثابت ہو گیا تو آپ اسے سزا دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے اللہ! میں تیری کتاب کی تصدیق اور تیرے نبیؐ کی سنت پر

---

۹) الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۱، ص ۱۰۸، ج ۳، ص ۲۳۰ طبع کراچی

۱۰) الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۲، ص ۶۱

عمل کرتے ہوئے اسے رجم کی سزا دے رہا ہوں۔(۱۱)

دوسری جگہ حضرت علیؑ کے الفاظ اس طرح ہیں:

اے اللہ! میں تیری حدود کو معطل کرنے والا نہیں نہ تیری مخالفت اور تجھ سے دشمنی رکھنے والا ہوں اور نہ تیرے احکام کو ضائع کرنے والا ہوں بلکہ تیرے حکم کی اطاعت کرنے والا اور تیرے نبیؐ کی سنت کی پیروی کرنے والا ہوں۔(۱۲)

ایک شخص امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک مسئلہ پوچھا امام نے اس کا جواب دیا اور اس نے کہا کہ اگر یہ مسئلہ اس طرح ہوتا تو آپ کا کیا جواب ہوتا۔ امام نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا:

خاموش میں نے جو جواب دیا ہے وہ وہی ہے جو میں نے رسولؐ خدا سے نقل کیا ہے، ہم خود اپنی طرف سے نہیں کہتے۔(۱۳)

اعمال حج کی تعلیم دیتے ہوئے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

آنحضرتؐ کی سنت ہی وہ سنت ہے جس کی اتباع کی جاتی ہے۔(۱۴)

تھوڑا آگے اعمال حج کے بیان میں ہی ایک دعا میں فرماتے ہیں:

اے اللہ! تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، نبیؐ کی سنت پر قائم رہتے ہوئے میں رمی کر رہا ہوں۔(۱۵)

---

۱۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۴، ص ۲۱ مطبوعہ کراچی

۱۲) من لایحضرہ الفقیہ ج ۴، ص ۲۴ مطبوعہ کراچی

۱۳) الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۱، ص ۱۰۸ مطبوعہ کراچی

۱۴) من لایحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۳۱۲ مطبوعہ کراچی

۱۵) من لایحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۳۱۵ مطبوعہ کراچی

ہم بات کوطول دینے کی بجائے اپنے بیان کو یہیں ختم کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ بار الہا ہمیں بھی اور ہمارے اہلسنت بھائیوں کو بھی حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے بھائیوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی بدگمانیوں کو دور فرما۔(آمین)

امام کا فریضہ دین الٰہی کی حفاظت ہے:

ہمارے برادران اس بات کو بھی سمجھ لیں کہ شیعہ عقیدہ کی رو سے یہ بات ائمہ کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ احکام اسلامیہ نہ صرف بیان کریں بلکہ اگر لوگ ان میں کمی بیشی کریں تو ان کی راہنمائی کریں۔اس سلسلہ میں امام جعفر صادقؑ امام کی ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ان زاد المؤمنون شیاء ردھم و ان نقصو شیاء اتمہ

اگر مومنین امر دین میں (اپنی کم عقلی کی وجہ سے) کوئی زیادتی کریں تو امام اسے رد کردے اور اگر کمی کریں تو اس کو ان کے لیے پورا کردے۔(۱۶)

جس نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی مخالفت کی اس نے کفر کیا:

امام جعفر صادقؑ بڑے واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

من خالف کتاب اللّٰہ و سنۃ محمدؐ فقد کفر

جس نے کتاب خدا اور سنت محمدؐ کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔(۱۷)

جن مسائل کا جاننا لوگوں کے لیے ضروری ہے ان کا علم قرآن وسنت میں موجود ہے:

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

---

۱۶) الشافی ترجمہ اصول کافی ج۲، ص۲۵ مطبوعہ کراچی

۱۷) الشافی ترجمہ اصول کافی ج۱، ص۱۰۵، ج۱، ص۱۲۳ مطبوعہ کراچی

خدا نے کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑا جس کی امت محتاج تھی اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا اور اپنے رسولؐ پر ظاہر کر دیا۔(۱۸)

اب شیعہ بڑی جائز اور معقول بات کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بعد جن بارہ خلفاء کی پیشن گوئی فرمائی تھی ان کے پاس ہر اس بات کا علم قرآن و سنت کی روشنی میں موجود ہے۔ جن کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے اس سلسلے میں امام محمد تقیؑ فرماتے ہیں:

پورا علم تو خدا کے پاس ہے لیکن جتنا علم بندوں کے لیے ضروری ہے وہ اوصیاء رسولؐ کے پاس ہے۔(۱۹)

اور پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بعد ائمہ اہلبیت کو اس علم کا وارث بنایا ہے اس کی وجہ امام جعفر صادقؑ یوں بیان فرماتے ہیں کہ

اگر رسولؐ اللہ نے اپنے علم میں کسی کو جانشین نہ بنایا ہوتا تو آنحضرتؐ کے بعد آنے والی نسلیں ضائع ہو جاتیں۔(۲۰)

اب ہم اہلسنت علماء مفکرین، عوام الناس اور دانشور حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ

ذرا ایک نظر انصاف ادھر بھی:

ہم نے تو شیعہ کتب احادیث سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ مذہب شیعہ کے مطابق محمد عربیؐ کا لایا ہوا اور ان کا بتلایا ہوا حلال ہی قیامت تک حلال ہے اور انہی کا بتلایا ہوا حرام قیامت تک حرام ہے۔

دعوتِ فکر:

ہم بڑے ادب اور معذرت سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں کہ کیا

---

۱۸) الشافی ترجمہ اصول کافی ج۱، ص۱۱۰ مطبوعہ کراچی

۱۹) الشافی ترجمہ اصول کافی ج۲، ص۱۳۰ مطبوعہ کراچی

۲۰) الشافی ترجمہ اصول کافی ج۲، ص۱۳۱ مطبوعہ کراچی

برادران اہلسنت کے اپنے ہاں بھی یہ قانون رائج ہے کہ ائمہ اہلبیت پر شریعت محمدیہؐ اور قرآن کے احکام کو تبدیل کرنے کا الزام لگانے والے ذرا سوچیں اور غور فرمائیں کہ

۱۔ قرآن نے طلاق کا حکم کس طرح دیا ہے آپ کے ہاں حکم قرآن میں تبدیلی کیوں آئی؟

۲۔ قرآن میں حج تمتع کا حکم سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶ میں موجود ہے اس حکم الٰہی میں تبدیلی کیوں آئی؟

۳۔ قرآن مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینے کا حکم دیتا ہے اور جو لوگ قیامت تک اسلام کی طرف راغب ہوتے رہیں گے ان کا حصہ قرآن کی رو سے موجود ہے لیکن آپ کے ہاں اس حکم میں تبدیلی کیوں آئی؟

۴۔ قرآن میں آل رسول کو خمس دینے کا حکم سورہ انفال کی آیت نمبر ۴۱ میں موجود ہے آپ کے ہاں یہ حکم کیوں تبدیل ہوا؟

(ان احکام کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان ہوگی)

حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ علمائے اہلسنت اس موضوع پر بڑی بڑی کتب تحریر کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ وقت اور حالات کی تبدیلی سے احکام قرآن بدل سکتے ہیں۔ جو انصاف پسند قارئین مطالعہ کرنا چاہیں وہ اہلسنت اسکالر مولانا محمد تقی امینی کی کتاب ''احکام شریعہ میں حالات و زمانہ کی رعایت'' (۲۱ حاشیہ صفحہ مابعد) کا مطالعہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ کیا قصوروار پھر بھی شیعہ ہیں؟

اہلسنت اسکالر پروفیسر ابوزہرہ مصری کے اعتراضات:

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مصر جیسی علمی سرزمین سے تعلق رکھنے والے اور اسلامی یونیورسٹی کے پروفیسر ابوزہرہ جو بڑی حد تک اعتدال پسند سمجھے جاتے ہیں

انہوں نے بھی شیعوں پر الزامات لگانے کو شاید کارِ خیر سمجھ کر ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ بعض شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ نے وحی دراصل حضرت علیؑ کو دینا تھی لیکن غلطی سے پیغمبر اکرمؐ کو دے گئے۔ پھر یہ بھی لکھا کہ بعض شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حضرت علیؑ میں حلول کر گئی ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ہم جناب ابوزہرہ مصری کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ تصویر کا غلط رُخ پیش کر کے ہم سوائے نفرتیں بانٹنے کے اور کیا کر سکتے ہیں۔ اسلام تو اخوت ومحبت کا درس دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی باتوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین!)

---

۲۱) (حاشیہ صفحہ ماقبل) یہ کتاب الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر احمد محمصانی صبحی نے اپنی کتاب ''التاریخ الفلسفۃ التشریح الاسلامی'' میں لکھا ہے کہ کتاب وسنت کے منصوص احکام میں حکومت وقت کو تبدیلی کا حق ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ اہلسنت سکالر مجیب اللہ ندوی کی کتاب ''اجتہاد اور تبدیلی احکام'' ص ۷ شائع کردہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور

فروع دین

- نماز
- نماز کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں
- روزہ
- روزہ رکھنے کی تاکید اور بلا وجہ ترک کرنے کی مذمت قرآن وسنت کی روشنی میں
- زکوٰۃ' قرآن وسنت کی روشنی میں
- حج کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں
- خمس
- جہاد

نماز:

اسلام میں تمام عبادات میں سے زیادہ عظیم عبادت نماز ہے۔ باقی اہل اسلام کی طرح شیعہ بھی نماز کو دین کا رکن سمجھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے کہ جو مرد، عورت، امیر، غریب، بوڑھے جوان حتیٰ کہ تندرست و بیمار سب پر واجب ہے۔ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر پڑھے اور بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے، لیٹ کر نہیں پڑھ سکتا تو اشاروں سے پڑھے۔ چونکہ نماز کا وجوب اسلام کے مسلمہ احکام میں سے ہے۔ پس جو کوئی نماز کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے نماز نہ پڑھے تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن اگر سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے نماز ترک کرتا ہے تو ایسا شخص گنہگار ہے۔

نماز کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں:

سورہ روم میں ارشاد ربانی ہے کہ نماز ادا کرو اور مشرکین میں سے نہ بن جاؤ۔(۱)
اور سورہ مدثر میں ارشاد ہوتا ہے کہ جنتی لوگ اہل جہنم سے سوال کریں گے کہ تمہیں کونسی چیز جہنم میں لے آئی تو جہنم والے جواب دیں گے ہم نماز ادا نہیں کرتے تھے۔(۲)
احادیث میں نماز کی کتنی تاکید وارد ہوئی ہے، اس کیلئے یہی حدیث کافی ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے جس عمل کے بارے میں باز پرس ہوگی، وہ نماز ہے۔ اگر وہ قبول ہوگئی تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر وہ رد کر دی گئی تو باقی اعمال بھی رد

---

۱) سورہ روم آیت ۳۱ ۲) سورہ مدثر آیت ۴۰ تا ۴۳

کردیئے جائیں گے۔ (۳) نماز میں سستی کرنے والے کے بارے میں نبی کریمؑ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اس شخص کو میری شفاعت نہیں پہنچے گی جو واجب نماز میں وقت داخل ہونے کے بعد تاخیر کرے۔ (۴)

روزہ:

روزہ اسلامی شریعت کا ایک اہم رکن ہے۔ اس امت پر بھی روزہ اسی طرح فرض کیا گیا ہے جیسے سابقہ امتوں پر فرض تھا۔

روزہ رکھنے کی فضیلت اور ترک کرنے کی مذمت:

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ خالص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (۵) نبی کریمؑ فرماتے ہیں روزہ جہنم سے بچنے کی ڈھال ہے۔ رمضان کے روزوں کا واجب ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر بغیر کسی شرعی عذر کے روزہ نہ رکھے تو حاکم شرع کو چاہیے کہ وہ ایسے شخص کو سزا دے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے ایک دن بھی روزہ نہ رکھے تو اس سے ایمان کی روح نکل جاتی ہے۔ (۶)

زکوٰۃ

شیعوں کے نزدیک نماز کے بعد جس چیز پر زیادہ زور دیا گیا ہے، وہ زکوٰۃ ہے۔ واجب زکوٰۃ ادا نہ کرنا ایسا گناہ ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہوا ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے تو (اے رسولؐ) ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ (۷)

---

۳) وسائل الشیعہ ج ۳ مستدرک الوسائل وغیرہ ۴) وسائل الشیعہ ج ۳

۵) من لا یحضرہ الفقیہ ۶) من لا یحضرہ الفقیہ

۷) سورہ توبہ آیت ۳۴

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا تو بروز قیامت وہ مال آگ کے اژدھے کی صورت میں اس کے گلے میں ہوگا اور وہ اس کا حساب ختم ہونے تک اس کا گوشت چباتا رہے گا۔(۸)

بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ سانپ اس کے چہرے کو گرفت میں لے کر کہے گا کہ میں تیرا وہی مال ہوں، جس پر تو دوسروں کے سامنے فخر کیا کرتا تھا۔

احادیث میں آیا ہے کہ جب لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا نہ کریں گے تو ان کی زراعت و معدنیات سے برکت اٹھالی جائے گی۔ اس لیے پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے ذریعے اپنے اموال کی حفاظت کرو۔(۹) زکوٰۃ مندرجہ ذیل اشیاء پر واجب ہے:

۱۔ اونٹ ۲۔ گائے ۳۔ بکری ۴۔ گندم

۵۔ جو ۶۔ کھجور ۷۔ کشمش ۸۔ سونا

۹۔ چاندی

شیعہ فقہا کے مطابق سونے اور چاندی پر زکوٰۃ اس وقت ہوگی جب یہ سکے کی شکل میں ہونگے۔ اس کے علاوہ سامان تجارت اور زمین سے اُگنے والی دیگر اجناس پر بھی زکوٰۃ مستحب ہے۔

حج:

شیعہ عقیدہ کی رو سے حج کا وجوب بھی نماز کی طرح اسلام کے ضروری احکام میں سے ہے۔ اس لیے جو شخص اس کے وجوب سے انکار کرتے ہوئے اسے ترک کرے، وہ کافر ہے اور جو شخص اس پر عقیدہ رکھے اور اس کے بجالانے میں سستی کرے اور اسے اہمیت نہ دے تو اس نے گویا حکم خدا کی عملاً توہین کی ہے۔ شہید ثانی نے

---

۸) وسائل الشیعہ ج ۲، باب ۳ ۹) وسائل الشیعہ

مسالک میں فقہائے امامیہ کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے کہ قرآن وسنت کے دلائل سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اگر ایک شخص ایک سال میں حج کی استطاعت رکھتے ہوئے اس میں بلاوجہ تاخیر کرے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ

جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس نے واجب حج ادا نہ کیا ہو جبکہ حج کی ادائیگی میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی یعنی اسے کوئی ضرورت یا پریشانی لاحق نہیں تھی نہ ہی وہ مریض تھا اور نہ ہی کوئی طاقتور شخص اس کی راہ میں رکاوٹ تھا تو قیامت کے دن خدا اسے یہودی یا نصرانی محشور کرے گا۔(۱۰)

ایک حدیث میں پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

اے لوگو! حج کرنے والوں کی خدا مدد کرتا ہے اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اس کا اجر انہیں دنیا میں بھی ملتا ہے اور (آخرت میں) بھی خدا نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(۱۱)

امام جعفر صادقؑ اپنے آباؤ واجداد کے ذریعے سے روایت کرتے ہیں:

ایک اعرابی نبی اکرمؐ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میں حج کے لیے روانہ ہوا تھا لیکن حج پر پہنچ نہیں سکا۔ اللہ نے مجھے مال و دولت دی ہوئی ہے کتنا مال خرچ کروں کہ مجھے حج کا ثواب حاصل ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوقبیس پہاڑ کی جانب دیکھو اگر وہ سونا بن کر تمہاری ملکیت بن جائے اور تم وہ سارا سونا راہ خدا میں خرچ کر دو پھر بھی تم حج کرنے والے کے مرتبے تک نہیں

---

۱۰) وسائل الشیعہ ج ۸ ۱۱) احتجاج طبرسی

پہنچ سکتے۔(۱۲)

خمس:

چونکہ زکوٰۃ وصدقات فرمان پیغمبر اکرمؐ کے مطابق لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل ہے جو کہ آل محمدؐ کے لیے لینا جائز نہیں ہے۔ بخاری شریف میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اولاد رسول کو یہ عزت وتکریم دی ہے کہ ان کے لیے قرآن میں خمس کا حکم نازل فرمایا ہے۔ سورہ انفال میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ

اور جان لو کہ اگر تم کسی چیز سے نفع حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور (رسولؐ کے) قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کے لیے ہے۔ اگر تم خدا پر ایمان لا چکے ہو۔(سورۃ انفال آیت ۴۱)

مسئلہ خمس کی مکمل تفصیل اور اس پر شیعہ سنی نقطہ نظر ہم تھوڑا آگے چل کر بیان کریں گے۔

جہاد:

جہاد کی اسلام میں بہت زیادہ اہمیت وارد ہوئی ہے ظلم اور ظالموں کے خلاف اور اسلام کے خلاف فتنہ وفساد کی روک تھام کے لئے جان و مال کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کا نام جہاد ہے۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک جہاد اکبر اور دوسرا جہاد اصغر۔ اپنے باطنی دشمن یعنی نفس کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر کا نام دیا گیا ہے اور جہاد اصغر سے مراد ظاہری دشمن سے دفاع ہے۔

---

۱۲) تہذیب الاحکام ج ۵

- نماز:۔ آغاز سے اختتام تک مسنون طریقہ
- پیغمبر اکرمؐ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟
- ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والی احادیث کی بابت سعودی عرب سے ایک اہل سنت عالم کی تحریر
- نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں علمائے اہلسنت کے غیر یقینی بیانات
- ائمہ اہلبیتؑ کا طریقہ نماز
- علمائے اہلسنت کے تائیدی بیانات
- مزید نامور اہلسنت محققین کے حقیقت افروز بیانات
- طریقہ نماز میں تبدیلی کب' کیوں اور کیسے ہوئی؟
- رکوع و سجود میں آنحضرتؐ کیا ذکر فرماتے تھے؟

- دونوں سجدوں کے درمیان دعا پڑھنا
- رفع یدین
- قنوت
- تشہد اور نماز کا اختتام کیسے کرنا ہے؟ سنت پیغمبر کی روشنی میں

پیغمبر اکرمؐ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟

ملت اسلامیہ کے لیے یہ بات افسوس ناک ہی نہیں بلکہ حیران کن بھی ہے کہ آج تک مسلمان فرقوں کا اس بات پر ہی اتفاق نہیں ہو سکا کہ پیغمبر اکرمؐ کے نماز پڑھنے کا کیا طریقہ تھا؟ اور یہ اختلاف صرف شیعہ اور اہلسنت کے درمیان ہی نہیں بلکہ خود فقہائے اہل سنت بھی کسی ایک طریقہ پر متفق نہیں ہو سکے۔ انسان جوں جوں اس مسئلے پر غور کرتا جاتا ہے ورطۂ حیرت میں ڈوبتا چلا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ یہ عمل اپنی زندگی میں ایک دو دفعہ ہی نہیں بجا لائے اور نہ ہی آنحضرتؐ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر نماز ادا فرماتے تھے بلکہ یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آنحضرتؐ اپنی زندگی کے آخری دنوں تک ہر روز پانچ نمازوں کی جماعت کرواتے رہے لیکن آج خود اہلسنت میں پانچ طریقوں سے نماز ادا کی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں علمائے اہل سنت کے بیانات ملاحظہ ہوں:

۱۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ مرد تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھیں اور عورتیں دونوں ہاتھ سینہ پر رکھیں۔(۱)

۲۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ناف کے نیچے رکھیں۔(۲)

۳۔ شافعی کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں کا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر (یعنی پیٹ پر) رکھنا سنت ہے۔(۳)

(۱،۲،۳) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱، ص ۳۹۹ تا ۴۰۰ مولفہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری شائع کردہ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب

۴۔ اہلسنت کے یہ تینوں امام تو مدینہ سے سینکڑوں میل دور پیدا ہوئے جبکہ چوتھے امام مالک بن انسؒ مدینۃ النبیؐ میں پیدا ہوئے جب آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو مدینہ کے بڑے بوڑھوں کو جو کہ دراصل اکابر تابعین تھے، ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا چنانچہ انہوں نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا فتویٰ دیا۔ علامہ غلام رسول سعیدی شرح مسلم میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے۔ ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ اور نفل میں جائز ہے۔ (۴)

۵۔ اہلحدیث حضرات صحاح ستہ کی ہاتھ باندھنے والی احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کو سنت قرار دیتے ہیں۔ ان کے مذہب میں عورتیں بھی سینہ پر ہاتھ رکھیں اور مرد بھی سینہ پر ہاتھ رکھیں۔ (۵)

حضرت عمرؓ کا طریقہ نماز:

عرب کے نامور اسکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا ہے جس کی آٹھ جلدیں اردو میں ترجمہ ہو چکی ہیں اور اس کی دوسری جلد ''فقہ حضرت عمرؓ'' کے نام سے کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس میں ''نماز کی کیفیت'' کے زیر عنوان پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس لکھتے ہیں کہ نماز شروع کرتے وقت ''حضرت عمرؓ اپنے دونوں ہاتھ شانوں تک بلند کرتے پھر نیچے کر لیتے'' (٦)

---

۴) ملاحظہ ہو شرح مسلم ج ۱، ص ۵۹۰ از علامہ غلام رسول سعیدی مطبوعہ لاہور

۵) ملاحظہ ہو صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۰ مولفہ مولانا محمد صادق سیالکوٹی مطبوعہ لاہور

''نماز کے مکروھات'' کے زیر عنوان ڈاکٹر محمد رواس لکھتے ہیں کہ

کپڑے میں اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ ہاتھ باہر نہ نکل سکیں مکروہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو اس طرح لپیٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو تم میں سے اگر کسی کے پاس ایک ہی چادر ہو تو اسے ازار کی طرح باندھے لیکن اگر چادر لپیٹ کر اپنا ایک ہاتھ باہر نکال لے تو پھر مکروہ نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر ایک ہاتھ باہر نکال لے تو چادر لپیٹ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۷)

دعوت فکر:

مذکورہ بالا پہلی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ شانوں تک بلند کرتے پھر نہ سینے پر باندھتے نہ زیر ناف بلکہ ڈاکٹر محمد رواس صاحب نے صاف لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ ہاتھ نیچے کر لیتے دوسری روایت جو ڈاکٹر صاحب نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اس میں بھی اگر معمولی غور کیا جائے تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہاتھ زیر ناف باندھے جائیں یا سینے پر چادر میں سے نہ ہی ایک ہاتھ باہر نکالا جا سکتا ہے۔ نہ دونوں بلکہ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جائے۔

پہلی صدی کی نامور علمی شخصیت امام حسن بصری کا طریقہ نماز:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلی صدی کی نامور علمی شخصیت جنہیں برادران اہلسنت سید التابعین بھی کہتے ہیں جو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوئے اور حضرت عمرؓ

---

۶) فقہ حضرت عمرؓ ص ۵۲۸ ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور

۷) فقہ حضرت عمرؓ ص ۵۲۶ ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور

ہی نے ان کی پیدائش پر شہد وغیرہ چٹا کر ان کی تحسنیک کی اور ان کی علمی عظمت و جلالت اہل سنت کے ہاں کسی تعارف کی محتاج نہیں ان کا طریقہ نماز بھی بیان کر دیا جائے تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ صحابہ کرامؓ کے عہد شباب کے یہ بزرگ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی اپنے فقہی انسائیکلو پیڈیا کی جلد نمبر 8 جو کہ فقہ امام حسن بصری کے نام سے چھپی ہے اس میں لکھتے ہیں کہ

> نمازی قیام کے اندر اپنے دونوں ہاتھ چھوڑے رکھے گا اور اپنے سینے پر نہیں باندھے گا امام حسن بصریؒ اسی طرح کیا کرتے تھے۔(۸)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے گھر میں جماعت کروانے والے انکے غلام کا طریقہ نماز:

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کو ایک شخص نے لکھا کہ مجھے منطقہ حائل میں نماز تراویح پڑھنے کا اتفاق ہوا امام صاحب قرآن مجید کو ہاتھ میں پکڑے دیکھ کر پڑھ رہے تھے رکوع میں جاتے وقت وہ قرآن رکھ دیتے دوسری رکعت میں پھر قرآن ہاتھوں میں پکڑ لیتے حتیٰ کہ وہ ساری نماز تراویح اس طرح دیکھ کر پڑھتے ہیں اس کے جواب میں یہ مفتی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز لکھتے ہیں کہ

> قیام رمضان میں قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس طرح مقتدیوں کو سارا قرآن مجید سنایا جا سکے گا۔ کتاب وسنت کے شرعی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور یہ حکم عام ہے اور دونوں صورتوں یعنی دیکھ کر پڑھنے اور زبانی پڑھنے کو شامل ہے اور ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے اپنے غلام ذکوان کو حکم دیا تھا کہ وہ قیام

---

۸) فقہ امام حسن بصریؒ ص ۵۳۸ طبع لاہور (اس کے لیے ڈاکٹر محمد رواس۔ نے ابن ابی شبیہ ۱۱/۵۹ المغنی ۲/۴۷۲ المجموع ۳/۲۷۰ کے حوالہ جات درج کیے ہیں)

رمضان میں ان کی امامت کرائیں اور ذکوان نماز میں قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھا کرتے تھے امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح میں تعلیقاً مگر صحت کے وثوق کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔(۹)

اور سعودی عرب کے فقہاء کی فتویٰ کمیٹی نے اپنے جواب میں مزید لکھا ہے کہ

امام ابی داوٗد نے ''کتاب المصاحف'' میں ایوب عن ابن ابی ملیکہ کی سند سے (یہی بات) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔(۱۰)

اس روایت کی بھی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ام المؤمنین کا غلام ہاتھ میں قرآن بھی پکڑے ہوتا تھا اور تلاوت کرنا پھر اوراق اُلٹنا صاف ظاہر ہے یہ کام نماز میں ہاتھ باندھنے سے تو ہو نہیں سکتا اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ام المؤمنینؓ کے زمانہ میں بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کا رواج شروع نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی ابتداء بعد میں ہوئی۔

امام ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ کا بیان:

ایسے واضح شواہد کو دیکھ کر ہی غالباً امام ابن حزم اُندلسی نے اپنی کتاب ''المحلیٰ'' میں ایک باب باندھا ہے۔جس کا عنوان ہے:''وہ اعمال جو نماز میں مستحب ہیں فرض نہیں'' اس میں رفع الیدین نماز میں دائیں بائیں سلام پھیرنا وغیرہ

---

۹) مقالات وفتاوی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ص ۲۳۸ شائع کردہ ۵۰۔مال روڈ لاہور

۱۰) فتاویٰ اسلامیہ جلد نمبر ا ص ۴۴۲ شیخ عبدالعزیز باز۔شیخ محمد صالح العثیمین شیخ عبد اللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین اردو ترجمہ مولانا محمد خالد سیف اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان شائع کردہ ''دارالسلام'' ۵۰۔لوئر مال لاہور

بہت ساری باتوں کو مستحب لکھا ہے اسی طرح نماز میں ہاتھ باندھنے کی بابت امام ابن حزم لکھتے ہیں کہ

نمازی کے لیے حالت قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا مستحب ہے۔(۱۱)

واضح رہے کہ مستحب اس کام کو کہتے ہیں کہ جو اگر کرلیا جائے تو ٹھیک اور اگر نہ کیا جائے تب بھی درست ہوتا ہے مثلاً شاہ ولی اللہ محدث دھلوی ''ازالۃ الخفاء'' میں لکھتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کو مستحب سمجھتے تھے تو کبھی کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے۔(۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ جب اصل حقائق یہی ہیں تو پھر انہیں عوام الناس تک پہچانا علمائے کرام کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء کرام کو اپنی ذمے داری پوری کرنے کی توفیق دے۔(آمین)

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والی احادیث کے متعلق سعودی عرب سے ایک اھلسنت عالم کی تحریر:

اگر نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے تو ہاتھ زیر ناف باندھے جائیں یا سینے پر۔ اس سلسلے میں علمائے اہلسنت کتنی غیر یقینی صورتحال کا شکار ہیں۔

اسے سمجھنے کے لیے اہلسنت اسکالر شیخ محمد الیاس فیصل کا وہ بیان کافی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ''نماز پیغمبر ﷺ'' میں تحریر کیا ہے اور اپنی اس کتاب کے بارے میں مصنف کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس کتاب کا آغاز بیت اللہ کے سائے میں مقام

---

۱۱) المحلیٰ ج ۳، ص ۱۵۴ ترجمہ غلام احمد حریری طبع لاہور

۱۲) ازالۃ الخفاء ج ۳، ص ۳۴۰ ترجمہ مولانا اشتیاق احمد دیوبندی شائع کردہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

ابراہیمؑ کے پاس بیٹھ کر کیا۔ کچھ مسجد نبوی میں ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر لکھی گئی اور اختتام بیت اللہ کے سائے میں ہوا۔(۱۳)

اس کتاب میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی بابت مذکورہ اہلسنت عالم لکھتے ہیں:

> ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں یا سینے پر؟ اس پر قطعی اور یقینی نص موجود نہیں۔ البتہ دونوں طرف ایسی روایات موجود ہیں جن پر علمائے سند نے کلام کیا ہے۔ تاہم ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات نسبتاً زیادہ واضح اور ثابت ہیں۔(۱۴)

مندرجہ بالا الفاظ سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ نماز میں زیر ناف یا سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں برادران اہلسنت کے پاس کوئی قطعی اور یقینی بات موجود نہیں اور دونوں طرف والی روایات کمزور ہیں باقی رہا کہ شیخ محمد الیاس فیصل کا یہ کہنا کہ زیر ناف والی احادیث نسبتاً زیادہ ثابت ہیں تو یہی بات اہلحدیث کہتے ہیں کہ زیر ناف والی احادیث کمزور ہیں اور سینے پر ہاتھ باندھنے والی احادیث نسبتاً زیادہ ثابت ہیں۔

---

۱۳) ملاحظہ ہو "نماز پیغمبر ﷺ" از شیخ محمد الیاس فیصل ص ۳۰۰ تقدیم محمد شفیق اسعد فاضل مدینہ یونیورسٹی شائع کردہ سنی پبلیکیشنز لاہور

۱۴) "نماز پیغمبر ﷺ" ص ۱۲۰ واضح رہے کہ اس کتاب پر مولانا محمد اسعد مدنی جانشین شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ڈاکٹر سید شیر علی پی۔ایچ۔ڈی مدینہ یونیورسٹی سابق مدرس مسجد نبوی شریف، مولانا محمد مالک کاندھلوی، شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور، مولانا محمد عبداللہ خطیب مرکزی مسجد اسلام آباد اور دیگر علماء کے تائیدی کلمات بھی درج ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳، ۲۳ کتاب مذکورہ

علمائے اہلسنت کے عجیب وغریب بیانات:

اتنی بات تو ہر شخص کے عقل میں آ سکتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ایک ہی طریقہ سے نماز ادا فرماتے تھے اور وہی طریقہ آپ نے اپنے صحابہ کو بھی تعلیم کیا تھا کیونکہ بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے جس میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

صلوا کما رایتمونی اصلی

تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

اب مقام غور ہے کہ برادران اہلسنت کے جو پانچ طریقہ ہائے نماز اوپر تحریر کیے گئے ہیں، ان میں سے کس طریقہ سے آنحضرتؐ نماز ادا فرماتے تھے۔ کیا آپؐ سینے پر ہاتھ رکھتے تھے یا پیٹ پر ہاتھ رکھتے تھے جیسے شافعی حضرات کہتے ہیں۔ زیر ناف رکھتے تھے یا ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے جیسے مالکی سنی کہتے ہیں۔ جب علمائے اہل سنت کوئی حتمی رائے قائم نہ کر سکے تو بعض علمائے اہلسنت نے ایک عجیب وغریب بیان دے دیا جسے امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

> امام احمدؒ اوزاعی اور ابن منذر کا بیان ہے کہ نمازی کو اختیار ہے جیسے جی چاہے کرے۔ امام مالکؒ کا بیان ہے کہ نمازی کو اختیار ہے چاہے تو سینے پر ہاتھ باندھے اور چاہے نہ باندھے اور یہی قول مالکیہ حضرات کے نزدیک رواج یافتہ ہے نیز انہوں نے کہا کہ نفل میں ہاتھ باندھے اور فرض نمازوں میں چھوڑ دے اور لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے۔ (۱۵)

مولانا وحید الزمان خان شرح بخاری میں نماز کی بحث میں لکھتے ہیں:

---

۱۵) ملاحظہ ہو شرح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۲، ص ۲۸ ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

ابن قاسم نے امام مالکؒ سے ارسال (یعنی نماز میں ہاتھوں کا چھوڑ دینا) نقل کیا ہے اور امامیہ کا اسی پر عمل ہے۔(۱۶)

اہلسنت کے ان بزرگ علماء کا بیان پڑھ کر انسان کا ذہن الجھ کر رہ جاتا ہے مثلاً یہ کہ نمازی کو اختیار ہے جیسے جی چاہے کرے لیکن پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں یقیناً ایسا نہیں ہوتا ہوگا کہ نمازی چاہیں تو ہاتھ باندھ لیں اور چاہیں تو کھول کر نماز پڑھیں پھر امام مالکؒ کا بیان مزید الجھاؤ پیدا کرتا ہے کہ آدمی فرض نمازوں میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھے اور نفل نمازوں میں ہاتھ باندھے۔کیا پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں یہ سارے طریقے رائج تھے کہ آنحضرتؐ نے جماعت شروع کروائی تو کچھ صحابہ کرامؓ سینہ پر ہاتھ باندھتے' کچھ زیر ناف اور کچھ پیٹ پر اور باقی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے یقیناً ایسا نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ کا یہ معمول تھا کہ فجر کے وقت ہاتھ سینے پر رکھ کر ظہر میں سینے سے نیچے پیٹ پر اور پھر عصر کی نماز میں زیر ناف رکھ لیتے اور مغرب عشاء ہاتھ کھول کر پڑھا لی کیونکہ آنحضرتؐ کی حدیث ابھی اوپر گزر چکی ہے کہ آپؐ نے بڑے سیدھے سادھے الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

ائمہ اہلبیتؑ کا طریقہ نماز

ائمہ اہلبیتؑ کے طریقہ نماز کے بارے میں یہ بات کسی دلیل کے محتاج نہیں کہ یہ بزرگ ہستیاں ہاتھ چھوڑ کر نماز ادا فرماتی تھیں جیسا کہ شیعہ کتب احادیث میں اپنے صحابی جناب حماد کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے اور نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے امام

---

۱۶) ملاحظہ ہو تیسر الباری شرح بخاری ج۱ص ۴۸۹ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

جعفر صادقؑ نے خود ایسا کر کے دکھایا۔ شیخ محمد بن یعقوب کلینی اور شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں کہ:

حضرت روبقبلہ کھڑے ہوئے۔ اپنے دونوں ہاتھ پوری طرح چھوڑ کر دونوں رانوں پر رکھے اور اپنی انگلیاں ملالیں اور اپنے دونوں پاؤں قریب قریب رکھے۔ (۱۷)

علمائے اہلسنت کے تائیدی بیانات:

نماز میں ہاتھ باندھنے یا کھولنے کے بارے میں علمائے اہلسنت کا مؤقف کتنا نرم ہے حتیٰ کہ ہاتھ باندھنے کے بارے میں کوئی واضح فیصلہ موجود نہیں کہ کہاں باندھے ناف پر یا پیٹ پر یا سینے پر مولانا وحید الزمان حاشیہ ابن ماجہ پر لکھتے ہیں:

اس پر کوئی اعتراض نہ کرنا چاہیے کیونکہ امام ترمذی نے کہا کہ

ولکل واسع عندھم۔

ہر ایک میں وسعت ہے علماء کے نزدیک۔ (۱۸)

اس مسئلے میں علمائے اہلسنت کے ہاں جتنی نرمی ہے، شیعہ فقہا کا موقف اتنا ہی اٹل ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک ہی طریقہ کے مطابق نماز پڑھی اور وہ طریقہ وہی ہے جو ائمہ اہلبیت کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے بلکہ اہلسنت کے مدینہ میں پیدا ہونے والے امام مالک کے پیروکار بھی اسی طریقے سے نماز ادا کرتے چلے آرہے ہیں اور وہ طریقہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہے۔ اس سلسلے میں شیعہ فقہا علمائے اہلسنت کے جو بیانات نقل کرتے ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

---

۱۷) ملاحظہ ہو "الشافی" ترجمہ فرع کافی ج ۲، ص ۶۵ مطبوعہ کراچی من لایحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۱۶۶ مطبوعہ کراچی

۱۸) ملاحظہ ہو ابن ماجہ ج ۱، ص ۴۱۳ تا ۴۱۴ شائع کردہ مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور

۱۔ مولانا شیخ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

عن معاذ ان رسول اللّٰہ ﷺ کان اذا قام فی الصلٰوۃ رفع یدیہ معال اذنیہ فاذ اکبر ارسلھا

(رواہ الطبرانی)

جناب معاذ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر بلند کرتے اور پھر انہیں کھلا چھوڑ دیتے۔

(فتاویٰ شیخ عبدالحی لکھنوی ج ۱ ص ۳۲۶ طبع اول)

۲۔ عینی شرح کنز الدقائق ص ۲۵۰ نولکشور میں لکھتے ہیں:

لان نبی ﷺ کان یفعل کذالك و کذا اصحابہ حتی ینزل الامام من رؤس اصابعھم

آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے یہاں تک کہ ان کی انگلیوں کے سروں میں خون اتر آتا۔

۳۔ امام شوکانی نیل الاوطار ج ۲ ص ۶۷ طبع مصر پر اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ عترت رسولؐ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔(۱۹)

نامور اہلسنت محققین کے حقیقت افروز بیانات:

نماز کے بارے میں شیعہ موقف تو انتہائی واضح اور دوٹوک ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور اس موقف کی مضبوطی کی سب سے پہلی بڑی دلیل یہ ہے کہ عترت رسولؐ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتی تھی۔ شیعہ موقف کی مضبوطی کی دوسری

---

۱۹) اس بحث کے حوالہ جات اور مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو قوانین الشریعہ فی فقہ جعفریہ ج ۱ ص ۳۲۶ طبع دوم

بڑی دلیل علمائے اہلسنت کا اس مسئلے پر غیر یقینی اور کمزور طرز عمل ہے کہ نمازی کو ہر طرح سے وسعت ہے۔ پھر شیعہ موقف کی مضبوطی تیسری بڑی دلیل مدینہ منورہ میں پیدا ہونے والے ائمہ امام حسن بصری اور دوسرے بہت بڑے امام مالک بن انس کا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا فتوئ ہے جس پر آج تک ان کے مقلدین عمل کر کے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں ایسے ہی حقائق کی بنا پر اہلسنت محقق اور سکالر جناب ڈاکٹر حمید اللہ پی ایچ ڈی نے یہ لکھ دیا ہے کہ

> شیعہ اور سنی نمازوں میں جو فرق ہے میری دانست میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ مالکی مذہب کے لوگ جو سنی ہی ہیں وہ بھی ہاتھ چھوڑ کر اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح شیعہ پڑھتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس طرح پڑھا اور کبھی دوسری طرح پڑھا۔ (۲۰)

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

> ہاتھ کھول کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں' باندھ کر بھی' سینے پر بھی باندھ سکتے ہیں۔ بالائے ناف بھی' آمین پکار کر بھی کہہ سکتے ہیں اور آہستہ بھی۔ غرض کہ بعض امور کے سوا کسی خاص طریقہ کی پابندی ضروری نہیں۔ چنانچہ مختلف اماموں نے مختلف صورتیں اختیار کیں۔ (۲۱)

کاش کہ علمائے اہلسنت تھوڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوام الناس کو بھی اس مسئلے سے آگاہ کریں تا کہ شیعہ سنی عوام میں جو دوری موجود ہے' کچھ کم ہو سکے۔

---

۲۰) ملاحظہ ہو خطبات بہاولپور از ڈاکٹر حمید اللہ پی۔ ایچ۔ ڈی ص ۳۴ شائع کردہ ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد

۲۱) ملاحظہ ہو علم الکلام اور کلام ص۳۱۱ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

جن لوگوں کو لیبیا جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ وہاں تمام اہلسنت مالکی ہیں اور ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر بہت سارے ممالک بشمول عرب ممالک میں جو اہلسنت امام مالک کے پیروکار ہیں' وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں بلکہ ایک امام کے پیچھے ہاتھ کھولنے اور باندھنے والے نماز ادا کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی وسیع القلبی عطا فرمائے۔

طریقہ نماز میں تبدیلی کب کیوں اور کیسے ہوئی؟

ہر تحقیق پسند ذہن اور تاریخ کا ہر انصاف پسند طالب علم یہ جاننے کا خواہش مند ہے کہ نماز جو امت کی وحدت کا سب سے بڑا ذریعہ تھی' اس کے پانچ چھ طریقے کیسے رائج ہو گئے اور امت کی وحدت پر یہ کاری ضرب کب لگائی گئی؟ حالانکہ اگر نماز کے قیام رکوع سجود اور تشہد وغیرہ کے اذکار پر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ شیعوں اور اہل سنت کے نزدیک ان میں سے بعض بالکل ایک جیسے ہیں اور بعض میں بہت معمولی سا فرق ہے اور ہمارے محترم علمائے کرام اگر تھوڑی سی برداشت کا مظاہرہ کریں تو امت کی وحدت قائم ہو سکتی ہے خیر جہاں تک ہمارے سوال کے پہلے حصے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں جواباً عرض ہے کہ نماز کے طریقے میں تبدیلی یکدم نہیں ہوئی بلکہ آہستہ آہستہ ہوتی رہی مثلاً بخاری و مسلم کی روایت ہے مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم نے بصرہ میں حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرانؓ بن حصینؓ جو کہ صحابی رسولؐ تھے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا:

لقد صلی لنا هذا صلاته محمد ﷺ او قال لقد ذکرنی هذا صلاته محمد ﷺ

انہوں نے (حضرت علیؑ نے) ایسی نماز پڑھائی جیسی آنحضرتؐ پڑھایا کرتے تھے یا یوں کہا انہوں نے مجھ کو آنحضرتؐ کی نماز یاد دلائی۔(۲۲)

بخاری و مسلم کی اس حدیث میں تھوڑا سا غور کیا جائے تو مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی کہ طریقہ نماز میں تبدیلی کی ابتداء اس عہد میں شروع ہو چکی تھی تبھی تو حضرت عمرانؓ بن حصینؓ کو کہنا پڑا کہ حضرت علیؑ نے ہم کو ویسی نماز پڑھائی جیسی نبی اکرمؐ پڑھایا کرتے تھے۔ اب رہا ہمارے سوال کا دوسرا حصہ کہ نماز کے طریقہ میں تبدیلی کیوں ہوئی؟ اس سلسلے میں ہمارا جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اگر امت ایک مرکز یعنی آل رسولؐ سے وابستہ رہتی تو نماز جیسے روزمرہ کے مسئلہ میں اختلاف رونما نہ ہوتا۔ جب مرکز ایک نہ رہا تو اختلاف پیدا ہونا فطری امر تھا۔

رکوع و سجود میں پیغمبر اکرمؐ کیا ذکر فرماتے تھے؟

ائمہ اہلبیتؑ سے رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم و بحمدہ اور سجدہ میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلٰی و بحمدہ پڑھنا منقول ہے۔(۲۳)

علامہ وحید الزمان مرحوم نے بخاری کے حاشیے پر آنحضرتؐ کے تین قسم کے ذکر نقل کیے ہیں اور پھر لکھا ہے:

اہلبیت رضوان اللہ علیہم سے منقول ہے کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم و بحمدہ کہتے اور سجدہ میں سبحان ربی

---

۲۲) تیسر الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۵۴۴ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۲ ص ۲۰ ترجمہ وحید الزمان

۲۳) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ کراچی الشافی فروع کافی ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ کراچی

الاعلٰی و بحمدہ۔(۲۴)

سنن ابی داؤد کی ایک حدیث میں آنحضرتؐ کا طریقہ بھی اس طرح لکھا ہوا ہے۔حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

کان رسول اللہ ﷺ اذا رکع قال سبحان ربی العظیم و بحمدہ ثلاثا و اذا سجد قال سبحان ربی الاعلٰی و بحمدہ ثلاثا قال ابی داؤد و ھذہ الزیادۃ نخاف ان لا تکون محفوظۃ

رسول پاکؐ جب رکوع کرتے تو تین دفعہ سبحان ربی العظیم و بحمدہ کہتے اور جب سجدہ کرتے تو تین مرتبہ سبحان ربی الاعلٰی و بحمدہ کہتے۔(۲۵)

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد ابی داؤد لکھتے ہیں کہ ہم کو خوف ہے کہ وبحمدہ کی زیادت محفوظ نہ ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ جب خود مولانا وحید الزمان نے تسلیم کیا کہ اہلبیت اطہارؑ سے بھی رکوع وسجود میں یہی ذکر منقول ہے تو پھر اہلبیتؑ سے زیادہ سنت پیغمبرؐ سے کون واقف ہوسکتا ہے۔

دونوں سجدوں کے درمیان دعا پڑھنا:

نماز چونکہ خدا کی بندگی اوراس کے سامنے عاجزی کرنے کا نام ہے اس لیے شیعہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی "استغفراللہ ربی و اتوب الیہ" کہہ کر خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ یہ ذکر بھی اہل بیت اطہارؑ سے منقول

۲۴) تیسر الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ کراچی

۲۵) ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۶۸ ترجمہ وحید الزمان خان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

ہے۔(۲۶)

اور جب ہم اہلسنت کی کتب احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں بھی اس سے ملتا جلتا ذکر موجود ہے۔ سنن ابی داؤد میں لکھا ہے۔ آنحضرت دونوں سجدوں کے بیچ میں فرماتے تھے کہ

اللھم اغفرلی و ارحمنی و عافنی و اھدنی و ارزقنی

اے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما مجھے عافیت دے اور ہدایت دے اور رزق دے۔(۲۷)

تیسر الباری شرح بخاری میں مولانا وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں:

ہمارے امام احمد بن حنبل نے دونوں سجدوں کے درمیان بار بار رب اغفرلی مستحب جانا ہے۔(۲۸)

رفع یدین:

ہوتا تھا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ

شیعہ اپنی نماز میں ہر تکبیر پر دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں یعنی "رفع یدین" کرتے ہیں۔ ہمارے اکثر اہلسنت بھائی اس کو بڑا عجیب محسوس کرتے ہیں حالانکہ یہ بات فریقین کی کتب احادیث میں تواتر سے آئی ہے کہ خود پیغمبر اکرمؐ اس طرح کرتے تھے اس لیے شیعہ حضرات بھی اسے سنت پیغمبرؐ سمجھ کر رکوع و سجود میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہیں۔ **بخاری، مسلم، ابی داؤد اور نسائی شریف** وغیرہ کتب احادیث میں اس کا بڑی تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر

---

۲۶) فروع کافی ج ۲، ص ۹۱ من لایحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۱۶۷ مطبوعہ کراچی

۲۷) سنن ابی داؤد ج ۱، ص ۳۵۹ مطبوعہ لاہور ترجمہ مولانا وحید الزمان مرحوم

۲۸) تیسر الباری شرح بخاری ج ۱، ص ۵۴۲ مطبوعہ کراچی

روایت کرتے ہیں کہ

رأیت رسول اللّٰہ ﷺ اذا قام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتّٰی تکونا حذو منکبیہ و کان یفعل ذالک حین یکبر للرکوع و یفعل ذالک اذا رفع رأسہ من الرکوع و یقول سمع اللّٰہ لمن حمدہ ولا یفعل ذالک فی السجود۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو (تکبیر تحریمہ کے وقت) اپنے دونوں ہاتھ مونڈوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے جب بھی ایسا ہی کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے' اس وقت بھی ایسا ہی کرتے اور فرماتے **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** البتہ سجدوں کے بیچ میں ہاتھ نہ اٹھاتے۔(۲۹)

یہ بخاری شریف کی روایت ہے لیکن سنن نسائی کی ایک حدیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے۔نسائی شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عن مالك بن الحویرث انہ رأی النبی ﷺ رفع یدیہ فی صلاتہ و اذا رکع و اذا رفع رأسہ من الرکوع و اذا

---

(۲۹) ملاحظہ ہو تیسیر الباری شرح بخاری ج ۱' ص ۴۸۷ شائع کردہ تاج کمپنی صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۲' ص ۱۷ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور۔سنن ابی داؤد ج ۱' ص ۳۲۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان مطبوعہ لاہور

سجد وا اذا رفع رأسہ من السجود حتی یحاذی بھما فرع أذنیہ

حضرت مالک بن الحویرث سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے نماز میں (یعنی نماز شروع کرتے وقت) اور جب رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا کانوں کی لو تک۔(۳۰)

اوراسی طرح صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی میں لکھا ہے کہ

ابوبکر بن منذر، ابوعلی طبری اور بعض اہل حدیث کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان میں بھی رفع یدین کرنا مستحب ہے۔(۳۱)

شیعوں کے رفع یدین کرنے پر ان کا مذاق اڑانے والے مندرجہ بالا احادیث کو غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ شیعہ جو کچھ کرتے ہیں وہ تو عین سنت رسول اکرمؐ ہے۔تو پھر ان کے اس فعل پر اعتراض کیسا؟

قنوت:

شیعہ ہر نماز کی دوسری رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتے ہیں۔یہ بات بھی بڑی وضاحت سے اہلسنت کی کتب احادیث میں موجود ہے اور شیعہ یہ فعل سنت پیغمبر سمجھ کر کرتے ہیں۔امام بخاری نے بخاری میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے:"باب القنوت قبل الرکوع و بعدہٗ" یعنی باب

---

۳۰) ملاحظہ ہو سنن نسائی ج ۱، ص ۳۹۷ باب رفع الیدین للسجود ترجمہ مولانا وحید الزمان مطبوعہ لاہور

۳۱) ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۲، ص ۱۸ مطبوعہ لاہور

قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور اہلحدیث کے بہت بڑے عالم مولانا وحید الزمان حاشیہ بخاری پر لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ باب لا کر ان لوگوں کو رد کیا ہے جو قنوت کو بدعت کہتے ہیں۔(۳۲)

اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح درست ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

شافعیہ کہتے ہیں قنوت ہمیشہ رکوع کے بعد پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ رکوع سے پہلے پڑھے۔(۳۳)

اس سلسلے میں بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ ہو راوی کہتا ہے:

سألت أنس بن مالك عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع أو بعده؟ قال قبله

(عاصم بن سلیمان کہتے ہیں) میں نے انس بن مالک سے قنوت کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ قنوت بے شک تھا (یعنی آنحضرتؐ کے زمانے میں) میں نے کہا کہ رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد تو انہوں نے کہا رکوع سے پہلے۔(۳۴)

جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ پیغمبر اکرم اپنی ہر نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور شیعہ کتب تو رہیں ایک طرف برادران اہلسنت کی صحیح ترین کتاب جسے بعد از

---

۳۲) دیکھئے تیسر الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۷ ۹ ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

۳۳،۳۴) دیکھئے تیسر الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۷ ۹ ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

کلام باری سب سے بڑا رتبہ حاصل ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوگیا کہ نماز میں قنوت پڑھنا سنت پیغمبرؐ ہے تو پھر ہم سب کو اس سنت پیغمبرؐ پر عمل کرنا چاہیے نہ کہ سنت پر عمل کرنے والوں کا مذاق اڑانا چاہیے۔

تشہد اور نماز کا اختتام کیسے کرنا ہے؟ سنت پیغمبر اکرم کی روشنی میں:

یہاں پر ہم جس تشہد کا ذکر کریں گے یہ نماز کا وہ آخری تشہد ہے جس پر نماز کا اختتام ہوتا ہے۔ اہلسنت اسے التحیات بیٹھنا کہتے ہیں نماز کا اختتام کیسے ہو؟ یہ مسئلہ بھی شیعہ سنی کے درمیان اختلافی ہے ائمہ اہلبیت کے ذریعے جو سنت پیغمبرؐ ہم تک پہنچی ہے اس کے مطابق جس طرح تکبیر کی آواز بلند کر کے انسان نماز کی ابتداء کرتا ہے اس طرح نماز کا خاتمہ بھی خدا کی بزرگی اور بڑائی بیان کر کے ہوتا ہے۔ شیعہ اپنی نماز کا خاتمہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب تشہد مکمل ہوا تو تین مرتبہ ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کہتے ہیں اور نماز سے فارغ ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ شیعہ دائیں بائیں سلام نہیں پھیرتے بلکہ حالت تشہد ہی میں سلام پڑھ لیتے ہیں اور بعد میں تین مرتبہ تکبیر بلند کرتے ہیں۔ شیعوں کے اس عمل کی تائید خود بخاری شریف سے بھی ہوتی ہے کہ زمانہ رسالتؐ میں نماز کا اختتام تکبیر کی آواز پر ہی ہوتا تھا۔ ملاحظہ:

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلاۃ النبیؐ با التکبیر

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی نماز ختم ہونا اس وقت پہچانتا جب تکبیر کی آواز سنتا۔ (۳۵)

ہم کہتے ہیں کہ یہی وہ تکبیر ہے جو شیعہ اپنی نماز کے اختتام پر پڑھتے ہیں اور اپنی

---

۳۵) تیسر الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ طبع کراچی

نماز ختم کرتے ہیں یہ فعل سنت سے ثابت ہے۔ واضح رہے کہ برادران اہل سنت کے ہاں جو کچھ رائج ہے اس کے مطابق امام صاحب نماز کے آخر میں زور سے دائیں بائیں سلام پھیرتے ہیں جس کی آواز پچھلے نمازیوں تک بھی پہنچتی ہے اور شیعوں میں جو کچھ رائج ہے وہ یہ ہے کہ پیش نماز (امام) تشہد ہی میں سلام پڑھ کر تین بار بلند آواز سے اللہ اکبر کہتا ہے جس سے مقتدی سمجھ جاتے ہیں کہ نماز ختم ہو گئی ہے اب ہم آتے ہیں لفظ ''سلام'' کی بحث کی طرف شیعہ نماز ختم کرنے کیلئے دائیں بائیں سلام نہیں پھیرتے شیعوں کے اس فعل کی تائید ابی داؤد کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرتؐ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو تشہد پڑھنا سکھایا اور پھر فرمایا:

اذا قلت هذا و قضيت هذا فقد قضيت صلٰوتك ان شيئت ان تقوم فقم و ان شيئت ان تقعد فاقعد

(آنحضرتؐ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے فرمایا) جب تو یہ پڑھ چکا تو تیری نماز پوری ہو گئی اب چاہے اٹھ کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھا رہ۔(۳۶)

اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ سلام فرض نہیں ہے جیسے ابو حنیفہ کا قول ہے۔(۳۷)

اس سے ملتی جلتی بات صحیح ترمذی میں بھی ہے کہ جب آخری قعدہ میں بیٹھ چکا ہو تو سلام سے قبل کوئی حدث کیا یعنی کوئی ایسا فعل جس سے پتا چل جائے کہ یہ شخص اب نماز نہیں پڑھ رہا تو ''فقد جازت صلٰوته'' تو اس کی نماز جائز ہو گی۔(۳۸)

۳۶،۳۷) ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد ج۱، ص ۴۰۳ باب التشہد حدیث ۹۵۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان خان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۳۸) صحیح ترمذی ج۱، ص ۱۸۱

اور علامہ عبدالرحمٰن الجزیری اپنی فقہ کی تحقیقی کتاب میں سنن ابی داؤد سے مذکورہ بالا الفاظ جو آنحضرتؐ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو سکھائے تھے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> جب یہ (تشہد) کہہ لیا تو نماز پوری ہوگئی۔ اب کھڑے ہو جانا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ حضورؐ نے نماز سے باہر آنے کے لیے لفظ ''السلام'' کہنے کا حکم نہیں دیا۔ (۳۹)

جب حضورؐ نے نماز سے باہر آنے کے لیے لفظ ''السلام'' کہنے کا حکم نہیں دیا تو پھر ہماری برادران اہلسنت سے اپیل ہے کہ وہ سنت پیغمبرؐ کے مطابق عمل کریں یا پھر کم از کم شیعوں پر اعتراض تو نہ کریں۔

---

۳۹) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۳۷۵ تا ۳۷۶ ترجمہ منظور احسن عباسی شائع کردہ محکمہ اوقاف لاہور

- جمع بین الصلوٰتین یعنی دونمازوں کو اکٹھے پڑھنا
- سنت پیغمبر اکرمؐ سے اس بات کا ثبوت
- حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان اور علمائے اہلسنت کا اقرار حقیقت
- ایک دفعہ اذان دیکر دونمازیں پڑھنا اہلسنت کے نزدیک بھی جائز ہے
- خمرہ یعنی سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا
- آنحضرتؐ خمرہ پر سجدہ کیا کرتے تھے
- ابن الاثیر کا بیان کہ خمرہ سجدہ گاہ ہے جس پر شیعہ سجدہ کرتے ہیں
- مولانا وحید الزمان کا بیان کہ سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا سنت پیغمبر اکرمؐ ہے

جمع بین الصلوٰتین یعنی دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا:

شیعہ ظہر عصر اور مغرب عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھ لیتے ہیں۔ ہم یہ کام بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ سنت پیغمبر کی روشنی میں کرتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

صليت مع رسول الله ﷺ ثمانيا جميعا و سبعا جميعا قلت يا أبا الشقاء أظنه أخر الظهر و عجل العصر عجل العشاء و أخر المغرب قال و أنا أظنه

میں نے آنحضرتؐ کیساتھ (ظہر و عصر) آٹھ رکعتیں اور (مغرب و عشاء) سات رکعتیں ملا کر پڑھیں (بیچ میں سنت وغیرہ کچھ نہیں) عمرو نے کہا میں نے ابوالشقاء سے کہا میں سمجھتا ہوں آپؐ نے ظہر میں دیر کی اور عصر میں جلدی اور عشاء میں جلدی کی اور مغرب میں دیر کی ابوالشقاء نے کہا میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں۔(۱)

اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں:

یہ حدیث صاف ہے کہ دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے۔ دوسری روایت میں ہے یہ واقعہ مدینہ کا ہے نہ وہاں کوئی خوف تھا نہ بارش تھی اوپر گزر چکا ہے کہ اہلحدیث کے نزدیک یہ جائز ہے۔(۲)

دوسری حدیث انہی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

۱،۲) ملاحظہ ہو تیسر الباری شرح بخاری ج ۲، ص ۱۸۷ ترجمہ و شرح مولانا وحید الزمان خان کتاب التہجد شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

عن ابن عباسؓ أن النبیؐ صلی بالمدینۃ سبعا و ثمانیاً اظهر و العصر و المغرب و العشاء أیوب لعله فی لیلۃ مطیرۃ قال عسٰی

عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے مدینہ میں رہ کر (یعنی سفر نہ تھا) سات رکعتیں مغرب اور عشاء کی اور آٹھ رکعتیں ظہر اور عصر کی (ملا کر) پڑھیں۔ ایوب سختیانی نے جابر بن زید سے کہا شاید بارش کی رات میں ایسا کیا ہوگا انہوں نے کہا شاید۔ (۳)

اس آخری فقرہ "یعنی جابر بن زید نے کہا شاید بارش کی رات میں ایسا کیا ہوگا" کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

یہ جابر کی ایک احتمالی بات ہے مسلم کی روایت سے اس کی غلطی ثابت ہوتی ہے اس میں یہ ہے کہ نہ مینہ تھا نہ کوئی اور خوف۔

پھر آگے مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

ابن عباس نے دوسری روایت میں کہا کہ آپؐ نے یہ جمع اس لیے کیا کہ آپ کی امت کو تکلیف نہ ہو۔ (۴)

اب صحیح مسلم کی یہ روایت ملاحظہ ہو:

عن ابن عباسؓ قال جمع رسول اللہ ﷺ بین الظهر و العصر و المغرب و العشاء بالمدینۃ فی غیر خوف ولا مطر و فی حدیث و کیع قال قلت لابن عباسؓ

۳،۴) ملاحظہ ہو تیسر الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۳۷۰ کتاب مواقیت الصلوٰۃ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

لم فعل ذالك كى لا يحرج امته و فى حديث ابى معاوية قيل لابن عباسؓ ما اراد اتى ذالك قال اراد ان لايحرج امته۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو مدینہ میں بغیر خوف اور مینہ کے جمع کیا وکیع کی روایت میں ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ آپؐ نے یہ کیوں کیا؟ انہوں نے کہا تا کہ آپ کی امت کو تکلیف نہ ہو اور ابی معاویہ کی روایت میں ہے کہ ابن عباس سے کسی نے یہ کہا کہ کس ارادے سے آپ نے یہ کیا؟ انہوں نے کہا تا کہ آپ کی امت کو تکلیف نہ ہو۔(۵)

سنن ابی داؤد میں اس باب کے شروع میں جو وضاحت موجود ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

جمع کی دو صورتیں ہیں ایک جمع تقدیم اور دوسری جمع تاخیر ہے جمع تقدیم یہ ہے کہ ظہر کے وقت عصر اور مغرب کے وقت عشاء پڑھ لے اور جمع تاخیر یہ ہے کہ عصر کے وقت میں ظہر اور عشاء کے وقت میں مغرب پڑھے۔ دونوں طرح کی جمع آنحضرتؐ سے ثابت ہیں۔(٦)

مولانا وحید الزمان آخر میں یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

---

۵) ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۲، ص ۲۲۴ تا ۲۲۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ یہی روایت جامع ترمذی ج ۱، ص ۱۰۹ ترجمہ بدیع الزمان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور۔ سنن ابی داؤد ج ۱، ص ۴۹۰ باب جمع بین الصلوٰتین ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ کتب خانہ پر بھی موجود ہے۔ ٦، ۷) ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد ترجمہ مولانا وحید الزمان ج ۱، ص ۴۹۰ مطبوعہ لاہور

جن لوگوں کے نزدیک جمع درست نہیں ہے ان کے دلائل
ضعیف ہیں اور جمع جائز رکھنے والے کے دلائل قوی ہیں۔(۷)

ایک دفعہ اذان دیکر دونمازیں پڑھنا:

جب یہ بات احادیث سے اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ دونمازوں کو اکٹھا پڑھنا شیعوں کی ذاتی اختراع نہیں بلکہ سنت رسول اکرمؐ ہے اور نبی کریمؐ نے یہ کام اس لیے کیا کہ تا کہ میری امت کو تکلیف نہ ہولیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اگر نمازوں کو الگ الگ بھی پڑھ لیا جائے تو بھی درست ہوگا چونکہ پیغمبر اکرمؐ کے حکم میں وسعت اور گنجائش موجود ہے اس لیے ہم اس سہولت کا فائدہ اٹھا لیتے ہیں اب بعض اہلسنت دوستوں کا یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے شیعہ تین اذانیں کیوں دیتے ہیں؟ جواباً عرض ہے کہ چونکہ سنت پیغمبرؐ میں موجود سہولت کی بناپر ہمارے ہاں یہ بات رائج ہے کہ لوگ ایک دفعہ اکٹھے ہوگئے پہلے ظہر یا مغرب کی نماز پڑھ لی اس کے بعد اکثر جگہ پر بغیر سپیکر دوسری اذان مسجد کے اندر ہی اندر دے دی جاتی ہے اس کے بعد عصر یا عشاء کی نماز پڑھ لی جاتی ہے۔یہی طریقہ خود علمائے اہل سنت نے بھی لکھا ہے علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

> نماز جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حسب معمول بلند آواز سے مغرب کی اذان دی جائے اور اذان کے بعد اتنی تاخیر کی جائے جتنی دیر میں تین رکعت نماز پڑھی جاسکے۔اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی جائے پھر مسجد کے اندر ہی عشاء کے لیے اذان دینا مستحب ہے یہ اذان مینارے پر نہ ہونی چاہیے تا کہ یہ خیال نہ کیا جائے کہ حسب معمول عشاء کا وقت ہے اس لیے اذان بھی ہلکی آواز سے دی جائے اور پھر عشاء کی نماز پڑھی

جائے۔(۸)

اگر پڑھے لکھے اہلسنت برادران مندرجہ بالا الفاظ پر غور فرمائیں تو شیعوں پر اعتراض خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا:

شیعہ جب نماز پڑھتے ہیں تو سجدہ کی جگہ پر عام طور پر مٹی کی سجدہ گاہ رکھتے ہیں کیونکہ یہ پیغمبر اکرمؐ کی سنت سے ثابت ہے اور برادران اہلسنت کی کتب احادیث میں بڑی صراحت سے یہ بات آئی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ جب نماز پڑھتے تو سجدہ گاہ پر سجدہ کرتے تھے۔ احادیث میں لفظ خمرہ آیا ہے۔ جس کا ترجمہ علمائے اہلسنت نے سجدہ گاہ کیا ہے۔ بخاری شریف میں ام المؤمنین حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ

قالت و کان یصلی علی الخمرۃ

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ سجدہ گاہ پر سجدہ کیا کرتے تھے۔(۹)

مولانا وحید الزمان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تمام فقہاء نے اس پر اتفاق کیا کہ سجدہ گاہ پر نماز درست ہے مگر عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ ان کے لیے مٹی لائی جاتی وہ اس پر سجدہ کرتے اور ابن ابی شیبہ نے عروہ سے بیان کیا کہ وہ سوائے مٹی کے کسی اور چیز پر سجدہ کرنا مکروہ جانتے تھے۔(۱۰)

---

۸) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۷۸۱ ترجمہ منظور احمد عباسی شائع کردہ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب

۹) بخاری شریف ج ۱ ص ۱۱۸ ترجمہ علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور

۱۰) تیسر الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۷۵ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

بلکہ امام بخاری نے بخاری شریف (۱۱) اور امام ابوداؤد نے سنن ابی داؤد (۱۲) میں ایک الگ باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے الصلوٰۃ علی الخمرۃ یعنی سجدہ گاہ پر نماز پڑھنا۔

پیغمبر اکرمؐ کا سجدہ گاہ پر نماز پڑھنا ایسی مشہور بات ہے کہ جسے اکثر بڑے بڑے محدثین نے اپنی کتب احادیث میں نقل کیا ہے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی روایت جو پیچھے بخاری کے حوالے سے نقل ہوئی ہے۔ وہی روایت مسلم شریف (۱۳) میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ترمذی شریف (۱۴) میں بھی حضرت ابن عباس سے آنحضرتؐ کی سجدہ گاہ پر نماز پڑھنے کی روایت موجود ہے۔ انہی حقائق کی بناء پر اہل سنت کے مدینہ میں پیدا ہونے والے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ

> زمین کے علاوہ کسی اور چیز پر یا نباتات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (ملاحظہ ہو اردو ترجمہ المحلیٰ جلد نمبر ۳ ص ۱۱۵ از امام ان حزم اندلسی مطبوعہ لاہور)

خمرہ کیا ہے؟

جن احادیث میں آنحضرتؐ کا سجدہ گاہ پر نماز پڑھنا نقل ہوا ہے ان کے الفاظ عام طور پر یہ ہیں: "و کان یصلی علی الخمرۃ" یعنی آنحضرت خمرہ پر سجدہ کرتے تھے۔ مولانا وحید الزمان خان حیدر آبادی نے لغات الحدیث نامی کتاب لکھی جو کئی جلدوں میں ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

> خمرہ وہ چھوٹا ٹکڑہ بوریے کا یا کھجور کے پتوں کا بنا ہوا جس پر ہر

---

۱۱) تیسر الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۷۶

۱۲) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۱ ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ

۱۳) مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۲ ص ۱۹۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

۱۴) ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۵۶ ترجمہ بدیع الزمان مطبوعہ لاہور

سجدے میں آدمی کا سر فقط آ سکتا ہے۔ پھر تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

ابن الاثیر نے شرح جامع الاصول میں کہا کہ "خمرہ سجدہ گاہ ہے" جس پر ہمارے زمانے میں شیعہ سجدہ کرتے تھے۔ (۱۵)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اگرچہ ہمارے مذہب میں کپڑے پر جائز ہے پر بہتر یہ ہے کہ مٹی یا بوریے پر سجدہ کرے۔ (۱۶)

مولانا وحید الزمان خان کا اعتراف:

سجدہ گاہ پر سجدہ کرنے کی بحث سمیٹتے ہوئے مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں اس حدیث سے سجدہ گاہ رکھنا مسنون ٹھہرا اور جن لوگوں نے اس سے منع کیا اور رافضیوں کا طریقہ قرار دیا ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ میں تو کبھی کبھی اتباع سنت کے لیے پنکھ جو بوریے سے بنا ہوتا ہے بجائے سجدہ گاہ کے رکھ کر اس پر سجدہ کرتا ہوں اور جاہلوں کے طعن و تشنیع کی کچھ پرواہ نہیں کرتا ہمیں سنت رسول اللہ سے غرض ہے۔ کوئی رافضی کہے یا کوئی خارجی پڑا بکا کرے۔ (۱۷)

دوسری جگہ پر اہلحدیث عالم لکھتے ہیں کہ

جس مسجد میں کپڑے کا فرش ہوتا ہے تو میں اکثر اس پر اپنا بوریا بچھا کر نماز پڑھتا ہوں بعضے اہل سنت والجماعت حضرات خواہ مخواہ مجھ پر لعن طعن کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم ایسی نماز کیوں نہ

---

۱۵) لغات الحدیث ج ۱ (ص ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۱۳) کتاب "خ" مطبوعہ کراچی

۱۶) لغات الحدیث ج ۱ (ص ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۱۳) کتاب "خ" مطبوعہ کراچی

۱۷) لغات الحدیث ج ۱ (ص ۴، ۱۲) کتاب "خ" مطبوعہ کراچی

پڑھیں جو سب کے نزدیک جائز ہو۔اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔
آنحضرتؐ سے کپڑے پر بھی نماز پڑھنا منقول ہے۔مگر فرائض کا
کپڑے پر پڑھنا جائز نہیں ہے۔گو صحابہؓ سے منقول ہے آنحضرتؐ
کی عادت شریف یہ تھی کہ یا تو مٹی پر نماز پڑھتے یا بوریے پر(۱۸)
ہماری دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اس سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

---

۱۸) ملاحظہ ہو لغات الحدیث ج ا کتاب "ب" صفحہ ۱۱۳

- وضو میں پاؤں کا مسح کرنے یا دھونے کا اختلاف
- طریقہ وضو میں شیعہ سنی اختلاف کیا ہے؟
- شیعوں کا طریقہ وضو اور برادران اہلسنت کی ایک غلط فہمی
- برادران اہلسنت کی جرابوں جوتوں اور موزوں پر مسح کرنے والی چند روایات
- سنن ابن ماجہ کی ایک واضح حدیث
- حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت
- حضرت علیؑ کا طریقہ وضو
- سید ابوالاعلیٰ مودودی وضو کی آیت کے بارے میں لکھتے ہیں

وضو میں پاؤں کا مسح کرنے یا دھونے کا اختلاف:

وضو کا طریقہ قرآن میں انتہائی سادہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سورہ مائدہ کی آیت ٦ میں ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ ؕ

شیعہ سنی علماء کا اتفاق ہے کہ وضو میں چار چیزیں فرض ہیں۔ باقی امور دھونا اور منہ اور ناک میں تین تین بار پانی ڈالنا سنت ہیں جو امور فرض ہیں ان کا ذکر مذکورہ بالا آیت میں موجود ہے۔ اس آیت پر اگر سرسری نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس آیت کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ایمان والوں سے خطاب ہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو۔ دوسرے حصے میں جن اعضاء کو دھونا ہے ان کا ذکر ہے اور تیسرے حصے میں جن اعضاء پر مسح کرنا ہے ان کا ذکر ہے۔ اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ ؕ

اے ایماندارو! جب تم نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں کا مسح کرلیا کرو۔(۱)

ایمان والوں کو خطاب کرنے کے بعد دھونے والے اعضاء یعنی کہنیوں تک

---

۱) ملاحظہ ہو سورہ مائدہ آیت نمبر ٦ ترجمہ شیعہ مفسر حافظ سید فرمان علی طبع لاہور

ہاتھ اور منہ کا ذکر "فاغسلوا" کے بعد آیا ہے اور مسح کرنے والے اعضاء یعنی سر اور پاؤں کا ذکر "وامسحوا" کے بعد آیا ہے۔ یہ آیت بڑی واضح ہے جسے سمجھنا بڑا آسان ہے۔

وضو میں شیعہ سنی اختلاف کیا ہے؟

واضح رہے کہ وضو میں شیعہ سنی اختلاف جو کچھ بھی ہے وہ اس آیت کے آخری حصہ میں ہے۔ شیعہ موقف تو واضح اور دوٹوک ہے کہ آیت میں جن دو اعضاء کے دھونے کا حکم ہے وضو میں انہیں دھونا ہی ہے اور جن دو اعضاء کے مسح کا حکم ہے یعنی سر اور پاؤں ان کا مسح کیا جائے وضو والی آیت کا شیعہ نقطہ نگاہ سے ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔

اب علمائے اہلسنت کے تراجم ملاحظہ فرمائیں۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

> اے ایمان والو! جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک۔ (۲)

ایک دوسرے اہلسنت مفسر مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

> اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پاؤں کو بھی ٹخنوں تک۔ (۳)

ہمارے پیش نظر مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کا جو ترجمہ ہے 1954ء کا'

---

۲) ملاحظہ ہو ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن طبع لاہور

۳) ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی ص ۱۷۱ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور مطبوعہ ۱۹۵۴ء

مطبوعہ ہے اور شیخ برکت اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور کا شائع کردہ ہے۔ لیکن مولانا کے اس ترجمہ میں تحریف کر دی گئی ہے اور موجودہ ترجمہ اس طرح ہے کہ

اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور (دھوؤ) اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت۔ (۴)

اسی طرح اکثر اہلسنت مترجم حضرات نے بریکٹ میں دھونے کا لفظ لکھ دیا ہے۔

شیعوں کا طریقہ وضو اور برادران اہلسنت کی ایک غلط فہمی:

اکثر برادران اہلسنت کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے شیعہ وضو میں پہلے پاؤں دھوتے ہیں۔ حالانکہ اصل حقیقت اس طرح نہیں بلکہ اسلام کے احکام ہر غریب' امیر اور مزدور کیلئے یکساں ہیں۔ انسانی معاشرے میں ہر دور میں ایسے افراد موجود رہے ہیں اور آج بھی اکثریت ایسے افراد کی ہے جنہیں اپنے کام کاج کے سلسلے میں محنت مزدوری کرنی پڑتی ہے وہ ہر وقت بند جوتا پہن کر اپنے پاؤں پاک و پاکیزہ نہیں رکھ سکتے اس لیے وضو کرنے سے پہلے انہیں دھو کر پاک کر لیا جاتا ہے اور وضو کے آخر میں ان پر مسح کر لیا جاتا ہے البتہ اگر کسی شخص نے ظہر عصر کی نماز پڑھی ہے اس کے بعد جرابیں پہن کر بند جوتا پہن لیا پھر مغرب عشاء تک اس کے پاؤں پاک رہے ہوں تو ایسی صورت میں پاؤں پہلے نہیں دھوئے جاتے بلکہ ان پر صرف مسح کر لیا جاتا ہے۔

برادران اہلسنت کی جرابوں جوتوں اور موزوں پر مسح کرنے کی چند روایات پر ایک نظر:

برادران اہلسنت شیعوں پر یہ کہہ کر تنقید کرتے ہیں کہ قرآن تو وضو میں پاؤں

---

۴) ترجمہ قرآن مولانا اشرف علی تھانوی ص شائع کردہ تاج کمپنی

دھونے کا حکم دیتا ہے۔

جب کہ شیعہ پاؤں پر مسح کرتے ہیں لیکن جب اہلسنت کی کتب احادیث پر نظر ڈالی جائے تو وہاں صرف پاؤں پر مسح کی روایات موجود نہیں بلکہ جرابوں، جوتوں اور موزوں پر مسح کی بہت ساری روایات موجود ہیں ہم بطور مثال صرف چند روایات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

سنن ابن ماجہ کی حدیث ملاحظہ ہو:

عن المغیرۃ بن شعبہ ان رسول ﷺ توضا و مسح علی الجوربین و النعلین

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایات ہے کہ آنحضرت نے وضو کیا اور مسح کیا جرابوں اور جوتوں پر۔(۵)

اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

شارع نے اپنی امت پر آسانی کیلئے پاؤں کا دھونا ایسی حالت میں جب موزہ یا جراب یا جوتا پڑھا ہو معاف کردیا جیسے سر کا مسح عمامہ بندھی ہوئی حالت میں پھر اس آسانی کو قبول نہ کرنا اور اس میں عقلی گھوڑے دوڑانا کیا ضروری ہے۔(٦)

سنن ابی داوٗد کی ایک حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان خان مرحوم لکھتے ہیں:

سورہ مائدہ میں جو آیت پاؤں دھونے کی ہے وہ خاص ہے اس صورت میں جب پاؤں میں موزے نہ ہوں اور اگر موزے ہوں تو موزوں پر مسح درست ہے۔(۷)

---

۵) سنن ابی ماجہ ج ۱ ص ۲۹۰ شائع کردہ مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور

٦) سنن ابی ماجہ ج ۱ ص ۲۹۰ شائع کردہ مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور

۷) سنن ابی داوٗد ج ۱ ص ۹۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان

جوتوں اور پاؤں پر مسح کرنے والی سنن ابی داؤد کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔اوس ابن اوس ثقفی روایت کرتے ہیں کہ

ان رسول اللّٰہ ﷺ توضا و مسح علی نعلیہ و قدمیہ

رسول پاکؐ نے وضو کیا اور مسح کیا اپنے جوتوں پر اور پاؤں پر۔(۸)

ہم اس روایت کے بارے میں اتنا ہی عرض کریں گے کہ آنحضرتؐ نے صرف پاؤں پر ہی مسح کیا ہوگا کیونکہ یہی حکم قرآن میں ہے باقی راوی کی غلط فہمی ہوسکتی ہے کیونکہ بیک وقت جوتوں پر اور پاؤں پر مسح کرنا خلاف عقل ہے۔

سنن ابن ماجہ کی ایک واضح حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت گزرے۔ایک شخص وضو کر رہا تھا اور موزوں کو دھو رہا تھا (وہ سمجھا کہ پیر دھونا فرض ہے پھر جب موزہ پیر پر ہو تو وہ موزہ دھونا فرض ہے) تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا اس کے خیال کو دور کیا اور فرمایا کہ

انما امرت بالمسح و قال رسول اللّٰہ ﷺ بیدہ هكذا من اطراف الاصابع الی اصلی الساق و خطط بالاصابع

مجھے حکم ہوا ہے مسح کا اور فرمایا آپ نے اپنے ہاتھ سے (اشارہ کیا) انگلیوں کی نوکوں سے پنڈلی کی جڑ تک اور انگلیوں سے لکیر کھینچی۔(۹)

---

۸) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۹۹ ترجمہ مولانا وحید الزمان

۹) سنن ابی ماجہ ج ۱ ص ۲۸۷ شائع کردہ مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور

یہ حرف بہ حرف ترجمہ مولانا وحید الزمان مرحوم کا ہے جو کچھ انہوں نے بریکٹ میں لکھا ہم نے وہ بھی لکھ دیا ہے اس حدیث کے آخری فقرے یعنی مجھے حکم ہوا ہے مسح کا پھر آنحضرتؐ اپنے ہاتھ سے پاؤں کی انگلیوں کی نوکوں سے مسح شروع کر کے پنڈلی کی جڑ تک لکیر کھینچ کر بھی بتا رہے ہیں۔ یہ حدیث ہر ذی شعور کو دعوت فکر دے رہی ہے کہ آنحضرتؐ کا سنت طریقہ وہی تھا جو آپ اپنے ایک صحابی کو بتا رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت:

قال تخلف النبی ﷺ عنا فی سفرۃ فادرکنا و قدا رھقنا العصر فجعلنا فتوضا و نمسح علٰی ارجلنا فنادیٰ باعلٰی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین اوثلٰثا

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ کسی سفر میں رسول اکرمؐ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ہم سے مل گئے۔ ہمیں نماز عصر میں دیر ہوگئی تھی۔ ہم (جلدی کے باعث) پاؤں پر مسح کر رہے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے پکارا اور دو یا تین مرتبہ فرمایا ایڑیوں کے لئے آگ سے تباہی ہوگی۔ (۱۰)

یہ حدیث بھی اپنے اندر غور و فکر کا بہت سارا سامان رکھتی ہے اور ہر انصاف پسند کو دعوت فکر دے رہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کے الفاظ پر غور فرمائیں: "فتوضاء و نمسح علی ارجلنا" یعنی ہم نے وضو کیا اور پاؤں پر مسح کر رہے تھے۔ اب فاضل مترجم مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری نے عجیب و غریب تاویل کرتے ہوئے

---

۱۰) بخاری ج ۱ ص ۶۰۔ ۱۵۹ ترجمہ فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری شائع کردہ فریدیہ بک اسٹال ۴۰ اردو بازار لاہور

بریکٹ میں جلدی کے باعث پاؤں پر مسح کرنے کا لکھا ہے۔ ہر ذی شعور فرد کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ اگر وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہو نماز کی خواہ کتنی ہی جلدی کیوں نہ ہوتی۔ کیا ایک صحابی رسول اور پھر رسول پاکؐ کے سامنے غلط وضو کر سکتا تھا؟ حدیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ نماز ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ پھر نماز کی تو آخری رکعت میں بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ ہم یہ بھی فرض کر لیتے ہیں کہ

جناب عبداللہ بن عمرو نے پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کر لیا اور آنحضرتؐ سامنے دیکھ رہے ہیں۔ آپ بانی شریعت تھے۔ آپ فوراً فرماتے کہ عبداللہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہے اور آپ لوگ مسح کر رہے ہیں۔ حدیث کے الفاظ پر ذرا غور کریں تو شیعہ موقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ شیعہ کہتے ہیں۔ وضو میں پاؤں پر مسح کرنے کا حکم ہے اور اگر پاؤں ناپاک ہوں یا مٹی وغیرہ سے آلودہ ہوں تو وضو سے پہلے انہیں اچھی طرح دھو کر صاف کر لیں۔ اب حدیث شریف کے جو الفاظ ہیں، اس میں آنحضرتؐ نے حضرت عبداللہ بن عمرو وغیرہ کی صرف ایڑیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس کی یہی وجہ سمجھ آتی ہے کہ ان کی ایڑیاں مٹی وغیرہ سے آلودہ ہوں گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے طور پر اپنے پاؤں کو پاک ہی سمجھتے ہوں گے اور آنحضرتؐ نے بھی ان کی ظاہری حالت کی طرف توجہ فرمائی تو ان کی توجہ ایڑیوں کی جانب مبذول کروائی ورنہ آپ سیدھا حکم دیتے کہ پاؤں پر مسح کرنے کی بجائے انہیں دھوؤ۔ اب پاؤں کا مسح کرتے ہوئے دیکھ کر انہیں نہ ٹوکنا صاف بتا رہا ہے کہ وضو میں پاؤں کے

مسح کا ہی حکم ہے۔

حضرت علیؑ کا طریقہ وضو:

حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما ہیں۔ نماز کا وقت ہوتا ہے۔ فزال بن سیرہ حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں:

ثـم اتی بمـاء فشرب و غسل وجهه و يديه و ذكر رأسه و رجليه

اس وقت ان کے (حضرت علیؑ کے) پاس پانی آیا۔ انہوں نے پیا اور ہاتھ منہ دھوئے۔ راوی نے سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا۔

یہ ترجمہ مولانا وحید الزمان کا ہے۔ اب حاشیے پر پاؤں کے بارے میں حضرت علیؑ کا طرز عمل لکھتے ہیں کہ

ان پر مسح کیا شاید پاؤں میں موزے ہونگے۔(۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ جب بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے وضو میں پاؤں پر مسح کیا تو پھر وحید الزمان کا انداز ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے تو ترجمہ کرتے وقت بات کو گول کر گئے اور حاشیے پر لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے پاؤں پر مسح کیا پھر اپنے دل کو تسلی دینے کیلئے لکھتے ہیں کہ "شاید پاؤں میں موزے ہوں گے۔" مولانا وحید الزمان یا دیگر علمائے اہلسنت جو ان کے جی میں آئے تاویلیں کرتے رہیں۔ قرآن وسنت سے پاؤں کا مسح ہی ثابت ہوتا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی وضو کی آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ارجلکم کی دو متواتر قرأتیں منقول ہوئی ہیں۔ نافع عبداللہ بن عامر حفص کسائی اور یعقوب کی قرات اَرْجُلَکُمْ ہے۔ جس سے پاؤں دھونے کا حکم ثابت

---

۱۱) ملاحظہ ہو تیسر الباری شرح بخاری ج ۷، ص ۴۲۹ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

ہوتا ہے اور عبد اللہ بن کثیر حمزہ بن حبیب ابو عمرو بن الاعلاء اور عاصم کی قرأت اَرْجُلِکُمْ ہے۔ جس سے مسح کرنے کا حکم نکلتا ہے۔ بظاہر ایک شخص محسوس کرے گا۔

یہ دونوں قرأتیں متضاد ہیں لیکن نبی اکرمؐ کے عمل سے معلوم ہو گیا کہ دراصل ان میں تضاد نہیں ہے بلکہ یہ دو مختلف حالتوں کیلئے الگ الگ احکام کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس آدمی کو وضو کرنا ہو تو اسے پاؤں دھونا چاہیے باوضو اگر تجدید وضو کرے تو وہ صرف مسح پر اکتفا کر سکتا ہے۔(۱۲)

تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہی بات علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان میں بھی لکھی ہے۔(۱۳)

صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی کی عبارت ملاحظہ ہو:

محمد بن جریر اور جبائی معتزلہ کے امام نے کہا ہے کہ اختیار ہے خواہ مسح کرے دونوں پاؤں پر خواہ ان کو دھوئے اور بعض نے یہ کہا کہ مسح اور دھونا دونوں واجب ہیں۔(۱۴)

مولانا وحید الزمان کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

اہلسنت کے یہ بہت بڑے سکالر لکھتے ہیں:

علامہ ابن جریر طبری اور شیخ محی الدین بن عربی نے یہ کہا ہے کہ نمازی کو اختیار ہے چاہے وضو میں پاؤں دھوئے، چاہے مسح کرے۔ عکرمہ اور چند تابعین سے بھی مسح منقول ہے۔(۱۵)

---

۱۲) ملاحظہ ہو رسائل و وسائل ج ۳، ص ۱۳۲-۱۳۳

۱۳) تفسیر اتقان ج ۲، ص ۷۹ ترجمہ مولانا محمد علیم انصاری شائع کردہ ادارہ اسلامیات لاہور

۱۴) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۱، ص ۳۷۷ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ

۱۵) لغات الحدیث کتاب ''س''، ص ۸۶ شائع کردہ میر محمدی کراچی

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اکثر اہلسنت کے نزدیک پاؤں دھونا فرض ہے اور بعضوں نے کہا کہ مسح اور دھونا دونوں کافی ہیں اور نمازی کو اختیار ہے خواہ ان کو دھوئے یا ان پر مسح کرے۔(۱۶)

ہماری گزارش:

ہم معزز علمائے اہلسنت سے اتنی گزارش کرتے ہیں کہ جب بڑے بڑے علمائے اہلسنت نے یہ لکھا ہے کہ وضو میں پاؤں پر مسح کرنے کا نمازی کو اختیار ہے بلکہ حضرت عکرمہ اور کئی تابعین سے مسح منقول ہے اور تابعی اسے کہتے ہیں جس نے صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہو اگر یہ بات عوام کو بھی بتا دی جائے تو ایک طرف ان کے لیے سہولت پیدا ہوگی اور دوسری طرف مسلمان ایک دوسرے کے قریب آسکیں گے کیونکہ شیعہ وضو نہ صرف قرآن وسنت، بلکہ صحابہ وتابعین سے بھی ثابت ہے۔

روزہ افطار کرنے کا وقت قرآن وسنت کی روشنی میں:

تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے فرض کیے ہیں لیکن بدقسمتی سے یہاں بھی اختلاف کی ایک صورت پیدا ہوگئی ہے۔ برادران اہلسنت جونہی سورج غروب ہوتا ہے، روزہ افطار کردیتے ہیں لیکن مکتب اہلبیت کے پیروکار یعنی شیعہ چند منٹ دیر سے روزہ کھولتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں روزہ کھولنے کا وقت اتنے واضح اور صاف لفظوں میں بیان ہوا ہے کہ معمولی عقل وفکر رکھنے والا آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے اس لیے ہم قرآن وسنت کی روشنی میں ہی اس پر غور کرتے ہیں۔

---

۱۶) لغات الحدیث کتاب ''ض'' ص ۴۸

قرآن کس وقت روزہ کھلنے کا حکم دیتا ہے؟

سورہ البقرہ میں ارشاد الٰہی ہے:

وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۷)

اور کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (یعنی نور) صبح (صادق) کا متمیز ہو جائے۔ سیاہ خط سے پھر (صبح صادق سے) رات تک روزہ کو پورا کیا کرو۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے پھر پورا کرو روزہ کو رات تک۔

(ترجمہ مولانا محمود الحسن دیوبندی)

اس آیت کے آخری حصہ میں روزہ کھولنے کے وقت کی وضاحت موجود ہے کہ اتموا الصیام الی اللیل یعنی تمام کرو روزہ رات تک چونکہ شیعہ اور اہلسنت کے درمیان اس بات پر اختلاف موجود ہے کہ افطاری کس وقت کی جائے؟ مناسب معلوم ہوتا ہے احادیث سے رجوع کر کے اصل صورتحال معلوم کی جائے۔

وقت افطار احادیث کی روشنی میں:

احادیث اس سلسلے میں کیا کہتی ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں:

آنحضرت کہیں تشریف لے جا رہے ہیں، صحابہ کرامؓ ساتھ ہیں، رمضان کا مہینہ ہے، سورج غروب ہو جاتا ہے۔ حدیث کے اصل

الفاظ بخاری شریف میں اس طرح آئے ہیں:

فلما غربت الشمس قال انزل فاجدح لنا

یعنی جب سورج ڈوب گیا تو آپؐ نے (ایک شخص سے) فرمایا: اتر ہمارے لیے ستو گھول۔ اس نے کہا کہ ابھی تو بہت وقت باقی ہے۔ آپ نے فرمایا:

اذا رایتم اللیل اقبل من ھٰھنا فقد افطر الصّائم و اشار باٗ صبعہ قبل المشرق

جب تم دیکھو رات کی تاریکی ادھر پورب (مشرق) کی طرف سے آن پہنچی تو روزے کے افطار کا وقت آ گیا اور آپؐ نے انگلی سے پورب (مشرق) کی طرف اشارہ کیا۔(۱)

صحیح مسلم کی حدیث میں آنحضرتؐ کے الفاظ زیادہ تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں:

قال بیدہ اذا غابت الشمس من ھٰھنا وجاء اللیل من ھٰھنا فقد افطر الصائم

آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ جب سورج ڈوب جائے اس طرف کو (مغرب میں) اور آ جائے رات اس طرف سے (مشرق سے) پس روزہ کھل چکا صائم کا۔(۲)

امام ترمذی نے افطاری کے متعلق ایک باب باندھا ہے۔ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

---

۱) تیسر الباری شرح بخاری ج ۳، ص ۱۱۶ ترجمہ وحید الزمان خان شائع کردہ تاج کمپنی کراچی + بخاری شائع کردہ مکتبہ تعمیر انسانیت ج ۱، ص ۶۹۵ مطبوعہ لاہور

۲) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۳، ص ۱۰۹ تا ۱۱۰ ترجمہ مولانا وحید الزمان

اذا اقبل الـلـيـل و ادبر الـنـهـار و غـابـت الـشـمـس فـقـد افـطـرت

جب سامنے آئے سیاہی رات کی مشرق سے اور پیٹھ موڑے
دن اور غروب ہو جائے آفتاب تو تجھ کو روزہ کھولنا چاہیے۔(۳)

کتنے صاف الفاظ میں روزہ کھولنے کا مسئلہ آنحضرتؐ نے بیان فرمایا ہے۔ ہم اپنے محترم قارئین سے گذارش کریں گے کہ وہ مندرجہ بالا احادیث کے الفاظ بار بار غور سے پڑھیں۔ کیا نبی اکرمؐ نے یہ فرمایا ہے کہ جونہی سورج غروب ہو جائے تو روزہ کھول دیا جائے جیسا کہ برادران اہل سنت کا معمول ہے۔ آنحضرتؐ نے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ایک تو سورج مغرب کی طرف غروب ہو جائے اور دوسرا مشرق کی طرف سے رات کی سیاہی نمودار ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی روزہ افطار نہیں کرتے بلکہ مشرق کی طرف سے رات کے آثار نمودار ہونے تک تقریباً دس منٹ انتظار کرتے ہیں۔ یہی حکم بانی شریعت نے ہم سب مسلمانوں کو دیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو اس کا کوئی علاج نہیں اب ہم اس مسئلے میں تھوڑا مزید غور کرتے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اکثر علمائے اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ روزہ کھولنے میں جلدی کی جائے۔ جیسا کہ مولانا وحید الزمان خان نے ابن ماجہ کے ترجمہ میں آنحضرتؐ کے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ

ہمیشہ لوگ بہتری کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار جلدی کیا

---

۳) جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۶۶ ترجمہ مولانا بدیع الزمان خان مطبوعہ لاہور

کریں گے۔ اس لیے کہ یہود افطار میں دیر کرتے ہیں۔ (۴)

اب اس جلدی کا مطلب بھی یہی ہوسکتا ہے کہ حکم قرآن کے مطابق اور پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کے مطابق جونہی سورج غروب ہونے کے بعد مشرق سے رات کے آثار نمودار ہوں، روزہ کھولنے میں جلدی کی جائے نہ کہ وقت آنے سے پہلے روزہ افطار کر دیا جائے۔ حاشیہ ابن ماجہ پر مولانا وحید الزمان بھی یہی بات لکھتے ہیں کہ

> وقت آنے کے بعد پھر روزہ کھولنے میں دیر نہ کریں یہ مطلب نہیں ہے کہ وقت سے پہلے کھول ڈالیں۔ (۵)

یہود کیسے روزہ کھولتے تھے؟

یہ جو اوپر مولانا وحید الزمان خان نے پیغمبر اکرمؐ کا فرمان نقل کیا ہے کہ یہود افطار میں دیر کرتے ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟ یہود افطار میں کتنی دیر کرتے تھے۔ مولانا وحید الزمان خان حاشیہ موطا امام مالک اور (۶) شرح بخاری (۷) میں لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ روزہ کھولنے کے لیے تارے نکلنے کا انتظار کرتے تھے لیکن اسلام نے اس طریقہ کے برعکس دوسرا حکم دیا جو کہ اوپر قرآن وسنت کی روشنی میں بیان ہوا ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد مشرق سے جونہی رات کے آثار شروع ہوں، روزہ افطار کرنے کا وقت ہوجاتا ہے۔

---

۴) ملاحظہ ہو ابن ماجہ ج ۱، ص ۸۴۰ شائع کردہ مہتاب کمپنی لاہور

۵) ملاحظہ ہو ابن ماجہ ج ۱، ص ۸۳۹ شائع کردہ مہتاب کمپنی لاہور

۶) موطا امام مالک ص ۲۰۸ طبع لاہور

۷) تیسر الباری شرح بخاری ج ۳، ص ۱۱۷ طبع کراچی

حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا طرز عمل:

مزید وضاحت کے لیے ہم حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا طرز عمل بھی بیان کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی پروفیسر ظہران یونیورسٹی سعودی عرب اپنی تحقیقی کتاب فقہ حضرت ابو بکرؓ میں لکھتے ہیں کہ

حضرت ابو بکرؓ مغرب کی نماز کو افطار پر مقدم کرتے تھے ان کی رائے یہ تھی کہ افطار میں تاخیر کی کافی گنجائش ہے۔ (۷ A)

موطا امام مالک میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیں۔ اصل روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

عن حميد بن عبد الرحمٰن ان عمر ابن الخطاب و عثمان بن عفان كانا يصليان المغرب حين ينظر ان الى الليل الاسود قبل ان يفطر ثم يفطر ان بعد الصلٰوة و ذالك فى رمضان

حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان نماز پڑھتے تھے۔ مغرب کی رمضان میں جب سیاہی ہوتی تھی پچھان (مغرب) کی طرف پھر بعد نماز کے روزہ کھولتے تھے۔ (۸)

یہی روایت موطا امام محمدؒ میں بھی ہے۔ ہم صرف اردو ترجمہ ہی لکھتے ہیں۔ امام محمدؒ لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما رمضان

---

۷ A) فقہ ابو بکرؓ ج ا ص ۲۰۶ شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

۸) موطا امام مالک ص ۳۰۸ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

میں رات کی سیاہی نمودار ہوتے ہی روزہ افطار کرنے سے قبل نماز
مغرب ادا کرتے تھے پھر نماز کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔(۹)

یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام محمدؒ لکھتے ہیں:

اس میں ہر طرح کی گنجائش ہے جو چاہے نماز سے پہلے افطار کرے اور جو چاہے بعد میں کرے۔ دونوں صورتوں میں کوئی حرج نہیں۔(۱۰)

افطاری میں بے صبری کرنے والوں کے لیے نامور اہلسنت مفسرین کا فکر انگیز پیغام:

آج کل جس طرح برادران اہل سنت کے ہاں افطار کے وقت افراتفری اور گھبراہٹ کا عالم ہوتا ہے، اسے خود بزرگ علمائے اہل سنت بھی جانتے ہیں لیکن خدا معلوم کس مصلحت کی بناء پر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں؟ بعض اہل سنت علماء نے اگر کچھ کہا بھی ہے تو وہ کتابوں کی زینت بنا ہوا ہے مثلاً مولانا محمد شفیع سابقہ مفتی دارالعلوم دیوبند "روزہ کے معاملے میں احتیاط" کے زیر عنوان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

افطار میں دو تین منٹ تاخیر کرنا بہتر ہے۔(۱۱)

سید ابوالاعلیٰ مودودی جنہیں بات کو سمجھنے اور سمجھانے کا سلیقہ آتا ہے۔
لیکن وقت افطار کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں خود الجھ گئے ہیں، وہ بھی اتنی بات لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ

آج کل لوگ سحری اور افطار دونوں کے معاملے شدت احتیاط کی بنا پر کچھ بے جا تشدد برتنے لگے ہیں مگر شریعت نے

۹، ۱۰) موطا امام محمد ترجمہ حافظ نذر احمد ص ۱۸۳ شائع اسلامی اکادمی لاہور
۱۱) معارف القرآن ج ۱، ص ۴۵۶ طبع لاہور

ان دونوں اوقات کی کوئی ایسی حد بندی نہیں کی ہے جس سے
چند سیکنڈ یا چند منٹ ادھر ادھر ہو جانے سے آدمی کا روزہ خراب
ہو جاتا ہے۔

پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ''جب رات کی سیاہی مشرق سے اٹھنے لگے تو روزے کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ (۱۲)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازھری وقت افطار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

حضور ﷺ نے اپنے ارشاد سے وضاحت فرمادی ''اذا ادبر
النّہار من ھٰھنا و اقبل اللیل من ھٰھنا'' جب ادھر
(مغرب) سے دن پیٹھ پھیر دے اور ادھر (مشرق) سے رات
آجائے وہ وقت ہے افطار کا۔ پھر لکھتے ہیں: بعض لوگ روزہ کے
افطار میں اتنی جلدی کرنے لگے ہیں کہ سورج بھی صحیح طور پر غروب
نہیں ہوتا کہ وہ افطار کا نقارہ بجادیتے ہیں۔ (۱۳)

اھلسنت مفسر جناب جاوید احمد غامدی مدیر ماھنامہ اشراق اپنے ایک مضمون ''روزہ قرآن کی روشنی میں'' تحریر فرماتے ہیں کہ

بعض فقہا کا خیال ہے کہ غروب آفتاب کے ساتھ رات کا
آغاز ہوتے ہی روزہ کھول لینا چاہیے بعض اھل علم کے نزدیک
جب کچھ رات گزر جائے تو پھر روزہ افطار کرنا چاہیے اس اختلاف
کے نتیجے میں عملاً دس پندرہ منٹ کا فرق پڑتا ہے یہ بات کو سمجھنے کا
اختلاف ہے اسے بڑا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے جس بات پر اطمینان

---

۱۲) تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۴۶

۱۳) تفسیر ضیاء القرآن ج ص ۱۲۸ طبع لاہور

محسوس ہوا سے اختیار کر لینا چاہیے۔(۱۴)

ہم محترم جاوید احمد غامدی صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جب تک آپ جیسے علماء کا طبقہ خود پہل نہیں کرے گا اس وقت تک عوام الناس کی کیا مجال کہ دس پندرہ منٹ تو دور کی بات ہے وہ افطاری کا اعلان ہونے کے بعد دس پندرہ سیکنڈ کی بھی تاخیر کر سکیں اگر آپ پوری دیانتداری سے یہ سمجھتے ہیں کہ افطاری کے مسئلے پر امت سے اجتماعی غلطی ہو رہی ہے تو پھر جرأت کا مظاہرہ کریں لیکن یہ سعادت کس خوش قسمت کے حصے میں آتی ہے اس کا اصل طریقہ یہ ہے کہ بڑی مسجد سے چھوٹی مسجد تک کا خطیب عوام الناس کو احسن انداز میں صحیح صورتحال سے آگاہ کرے کیونکہ لوگوں کے ذہن میں تو یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ روزہ کھولنے میں ذرہ برابر تاخیر ہوئی تو روزہ مکروہ ہو جاتا ہے تحریراً تو عرب وعجم کے علماء وفقہا بیان کرتے ہی رہتے ہیں۔ مثلاً سعودی عرب کے مفتی شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین سے ایک سائل نے پوچھا کہ:

> کیا مغرب کی اذان ہوتے ہی افطار کرنا ضروری ہے یا اس میں کچھ تاخیر کر لینا بھی جائز ہے کیونکہ میں اپنی ڈیوٹی سے نماز مغرب کی ادائیگی کے تقریباً نصف گھنٹہ بعد ہی گھر جا سکتا ہوں۔

اس کے جواب میں شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین نے بخاری کی وہ حدیث بھی نقل کی ہے جو سید مودودی اور جسٹس ازھری کی زبانی ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں کہ

> کھانے کے انتظار کا عذر ہو یا کوئی بہت ضروری کام ہو یا آدمی

---

۱۴) ماھنامہ اشراق ص ۳۰ بابت دسمبر ۲۰۰۱ء لاہور

مسلسل چلنے کی حالت میں ہو تو افطاری میں تاخیر کرنا جائز ہے۔(۱۵)

دعوت فکر:

ہماری تمام انصاف پسند اہل سنت بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ وقت افطار کے بارے میں قرآن اور پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر غور فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے بڑے سیدھے سادھے الفاظ میں فرمایا ہے کہ جب سورج مغرب میں ڈوب جائے اور مشرق کی طرف سے رات کی سیاہی نمودار ہو تو روزہ افطار کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ نماز مغرب پڑھ کر روزہ افطار کرتے تھے۔ مفسرین اہل سنت نے بھی آپ کو پیغام دے دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہمارے اہل سنت بھائیوں کو بھی قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

مسافر کے روزہ کے احکام قرآن وسنت کی روشنی میں:

شیعہ حضرات ماہ رمضان میں اگر کہیں سفر پر جائیں تو روزہ قضاء کرتے ہیں بشرطیکہ سفر شرعی ہو۔ مثلاً کسی کے خلاف ناجائز عدالتی کارروائی یا جھوٹی گواہی دینے کے لیے سفر اختیار نہ کیا گیا ہو یا لہو ولعب کی کسی محفل میں شرکت کے لیے بھی وہ سفر نہ ہو۔ دوسری طرف برادران اہل سنت سفر میں بھی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ ہم اس مسئلہ پر قرآن وسنت کی روشنی میں غور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں سورۃ البقرہ میں حکم دیا ہے کہ اے ایمان والو! تم پر بھی اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے اور ساتھ مریض اور مسافر کے روزے کے بارے میں حکم دیا کہ

---

۱۵) فتاویٰ الصیام از شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین ومحمد بن صالح العثیمین ترجمہ عبدالمالک مجاہد طبع دارالسلام لاہور

فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ؕ

(البقرہ آیت ۱۸۴)

جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (روزوں کی) اتنی ہی تعداد پوری کرے۔

اہل سنت مفسر مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو ایسا بیمار ہو کہ روزہ رکھنا دشوار ہو یا مسافر ہو تو اس کو اختیار ہے کہ روزہ نہ رکھے اور جتنے روزے کھائے اتنے ہی رمضان کے سوا اور دنوں میں روزے رکھے۔(۱۶)

یہ تو تھا حکم قرآن اب ہم احادیث کی روشنی میں مسافر کے روزہ کا حکم معلوم کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے فرامین سے کیا بات ثابت ہوتی ہے؟

آنحضرتؐ کا سفر میں روزہ رکھنے کی ممانعت کرنا:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ایک سفر میں تھے ایک جگہ لوگوں کا ہجوم دیکھا اور ایک شخص (قیس عامری) کو دیکھا کہ لوگ اس پر سایہ کیے تھے۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو لوگوں نے کہا کہ یہ روزہ دار ہے تو آپؐ نے جو کچھ فرمایا۔ بخاری شریف میں موجود ہے۔ آنحضرتؐ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا ہے کہ لیس من البر الصوم فی السفر

سفر میں روزہ رکھنا کچھ اچھا کام نہیں۔(۱۷)

سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کے الفاظ ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

لیس من البر الصیام فی السفر سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔(۱۸)

---

۱۶) ترجمہ قرآن مولانا محمود الحسن مع تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۳۵ شائع کردہ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور

۱۷) تیسر الباری شرح بخاری ج ۳، ص ۱۰۸

۱۸) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۶۳ ترجمہ وحید الزمان سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۸۲۶ ترجمہ مولانا وحید الزمان

اور صحیح مسلم میں آنحضرتؐ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ

لیس البر ان تصوموا فی السفر

مطلب اس کا بھی وہی بنتا ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔(۱۹)

سفر میں روزہ رکھنے والا ثواب سے محروم ہے۔(حدیث نبویؐ)

سنن نسائی شریف میں فاضل مترجم نے بڑے موٹے الفاظ میں لکھا ہے کہ

سفر میں روزہ رکھنا ایسا ہے جیسے بے روزہ ہونا۔

اور حاشیہ پر لکھا ہے کہ

سفر میں روزہ رکھنے کا ثواب نہیں ہے یا روزہ رکھنا گناہ ہے۔

یعنی جس سفر میں ضرر کا احتمال ہو۔(۲۰)

یہ ضرر کا احتمال والی بات بھی مترجم کا ذاتی خیال ہے۔اصل حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں۔اسی طرح سنن ابن ماجہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

صائم رمضان فی السفر کا المفطر فی الحضر

سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا ہے جیسے حضر (یعنی گھر) میں افطار کرنیوالا۔(۲۱)

اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

ثواب نہیں یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا تا کہ لوگ سفر میں روزہ رکھنے سے باز رہیں۔(۲۲)

---

۱۹) صحیح مسلم کتاب الصیام ج ۳، ص ۱۲۴ ترجمہ مولانا وحید الزمان

۲۰) سنن نسائی شریف ج ۲، ص ۶۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان خان طبع لاہور

۲۱، ۲۲) ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ ج ۱، ص ۸۲۶ تا ۸۲۷ مطبوعہ لاہور

ہم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے صرف یہی نہیں فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنے کا ثواب نہیں بلکہ ابھی اوپر نسائی شریف کے الفاظ گزر چکے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا ایسا ہے جیسے بے روزہ ہونا۔ جب وہ روزہ شمار ہی نہیں ہوگا تو پھر بات ہی ختم ہے۔ یہی بات شیعہ کتب احادیث میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے۔ (۲۳)

سفر میں روزہ رکھنے والوں کے بارے میں آنحضرتؐ کا فرمانا کہ یہ نافرمان ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا تو آنحضرتؐ رمضان میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ کراع غمیم نامی جگہ پر پہنچے۔ باقی لوگوں کا بھی روزہ تھا۔ پھر آنحضرتؐ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اس کو بلند کیا تا کہ لوگ اسے دیکھیں پھر آپؐ نے اسے پی لیا اور لوگوں نے اس کے بعد آپؐ سے عرض کی کہ بعضے لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا:

اولئك العصاة اولئك العصاة

وہی نافرمان ہیں۔ وہی نافرمان ہیں۔ (۲۴)

واضح رہے کہ حدیث کے الفاظ کا یہ حرف بحرف ترجمہ اہل سنت عالم مولانا وحید الزمان کا ہے یہی بات معمولی لفظی اختلاف سے سنن نسائی (۲۵) میں بھی موجود ہے اور شیعہ کتب احادیث میں امام جعفر صادقؑ سے یہ حدیث روایت کی گئی اس کے الفاظ یہ ہیں کہ

---

۲۳) ملاحظہ ہو من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۸۵ مطبوعہ کراچی

۲۴) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۳، ص ۱۴۴ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

۲۵) نسائی شریف ج ۲، ص ۷۰

جب آنحضرتؐ مقام کراع الغمیم (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) پر پہنچے تو ظہر وعصر کے درمیان ایک پیالہ پانی منگوایا اور اسے پی کر افطار کیا مگر چند لوگ اپنے روزے پر باقی رہے۔ (افطار نہیں کیا) تو آپؐ نے ان کا نام عصاۃ (نافرمان) رکھ دیا۔ اس لیے کہ عمل کی بنیاد رسول ﷺ کے حکم پر ہے۔ (۲۶)

آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

سفر میں روزہ کی رخصت خدا کی طرف سے ہدیہ ہے اسے قبول کرو۔

مسلم شریف کی حدیث میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

علیکم برخصة اللّٰه الذی رخص لکم

اللہ کی رخصت قبول کرو جو تمہارے لیے دی ہے۔ (۲۷)

من لا یحضرہ الفقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسولؐ اللہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں رمضان کے اندر سفر میں روزہ رکھوں؟ فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کیا:

یا رسولؐ اللہ روزہ مجھ پر آسان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے میری امت کے مریضوں اور مسافروں کو ماہ رمضان میں افطار عطا فرمایا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی شے عطا کرے اور وہ اس کے عطیہ کو

---

۲۶) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۸۵ مطبوعہ کراچی

۲۷) ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۳، ص ۱۲۵ مطبوعہ لاہور

واپس کردے؟(۲۸)

آنحضرتؐ کا ایک شخص کو روزہ کے احکام سمجھانا:

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک شخص جو کہ مسافر تھا آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اسے کھانے کی دعوت دی۔ اس نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ میں روزہ دار ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا:

اجلس احدثك عن الصلٰوة و عن الصّيام ان اللّٰه وضع شطر الصلٰوة او نصف الصلٰوة فا الصّوم عن المسافر

(نبی کریمؐ نے اس شخص سے فرمایا) بیٹھ میں تجھے بتاتا ہوں نماز اور روزے کا حال اللہ جل جلال نے معاف کردی آدھی نماز اور روزہ مسافر کو۔(۲۹)

اسی طرح سنن نسائی میں حضرت ابو قلابہ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ سفر میں نکلے آپؐ کے سامنے کھانا آیا اور آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا: آؤ اور کھانا کھاؤ۔ وہ بولا: میں روزے سے ہوں۔ آپؐ نے اس آدمی سے فرمایا:

ان اللّٰه وضع عن لمسافر نصف لصلٰوة و لصّيام فی لسفر

اللہ تعالیٰ نے مسافر کو آدھی نماز اور روزہ سفر میں معاف کردیا ہے۔(۳۰)

ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ آنحضرتؐ نے اس شخص سے فرمایا:

تو نہیں جانتا جو اللہ نے معاف کیا ہے مسافر کو۔ اس نے کہا کہ کیا معاف کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: روزہ اور آدھی نماز۔(۳۱)

---

۲۸) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۸۵ مطبوعہ کراچی

۲۹) ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۶۳ ترجمہ مولانا وحید الزمان

۳۰، ۳۱) سنن نسائی شریف ج ۲، ص ۵۷ مطبوعہ لاہور ترجمہ مولانا وحید الزمان

نتیجہ بحث:

مسافر کے روزہ کی اس ساری بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ

1) سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مسافر کو آدھی نماز اور روزہ قضا کرنے کا حکم ہے۔

2) پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

3) آنحضرتؐ نے یہ بات بھی واضح کردی کہ سفر میں روزہ رکھنا ایسا ہے جیسے بے روزہ ہونا۔

4) آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنے والے نافرمان ہیں۔

5) آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ سفر میں روزہ کی رخصت خدا کی طرف سے ھدیہ ہے اسے قبول کرو۔ پھر آپؐ نے ایک مسافر کو اپنے پاس بٹھا کر بھی بات سمجھادی۔

- نوافل رمضان یا نماز تراویح
- لفظ تراویح کا مفہوم
- نوافل رمضان کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی سنت و طریقہ کیا تھا؟
- پیغمبر اکرمؐ رات کے کس حصہ میں مسجد میں تشریف لے جاتے تھے؟
- نماز تراویح کی رکعتوں میں مختلف حکومتوں کی کمی بیشی کی روداد
- نماز تراویح کی رکعتوں میں تبدیلی کی تفصیل ایک سعودی عالم کی زبانی
- بعض بزرگ علمائے اہلسنت کے حقیقت افروز بیانات اور شیعہ مؤقف کی تائید
- تراویح کے موجودہ طریقے پر ایک اہلسنت عالم کا تبصرہ

نوافل رمضان یا نماز تراویح:

رمضان المبارک کی راتوں میں نوافل پڑھنے کا مسئلہ بھی شیعہ سنی کے درمیان موضوع بحث بنا رہتا ہے۔ برادران اہلسنت ان نوافل کو نماز تراویح کہتے ہیں اور نماز عشاء کے بعد باجماعت ادا کرتے ہیں۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے رمضان المبارک کی تین راتوں کو یہ نوافل پڑھے۔ وہ تین راتیں کونسی ہیں؟ بعض احادیث میں تو یہ بات واضح نہیں لیکن ترمذی ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد وغیرہ کتب احادیث میں صراحت سے لکھا ہے کہ وہ تیئس، پچیس اور ستائیس رمضان المبارک کی راتیں تھیں(۱) اور سنن ابی داؤد میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''سترہوں اکیسویں اور تیئسویں رات کو لیلۃ القدر ڈھونڈو'' اس کے بعد آنحضرتؐ چپ ہو رہے۔(۲) یہ روایت شیعہ مؤقف کے قریب ہے کیونکہ ہمارے ہاں انیس اور اکیس اور تیئس کی راتوں کو جاگ کر عبادت کرنا، ائمہ اہلبیت کے ذریعے پیغمبر اکرمؐ سے ثابت ہے۔ شیعہ کتب میں رمضان المبارک کی راتوں میں ایک ہزار نوافل پڑھنے کا حکم ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی بیس راتوں میں مغرب کے بعد آٹھ اور عشاء کے بعد بارہ نوافل اور آخری دس راتوں میں مغرب کے بعد آٹھ اور عشاء کے بعد بائیس نوافل پڑھے اور انیس، اکیس اور تیئس کی راتوں میں جاگ کر سو سو نوافل مزید پڑھے جائیں۔ (مفاتیح الجنان) یہ نوافل پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے لیکن اگر نہ پڑھے جائیں تو گناہ نہیں۔ البتہ سنت

---

۱) ترمذی ج۱، ص۶۷۲ سنن ابی داؤد ج۱، ص۱۵۵۹ ابن ماجہ ج۱، ص

۲) سنن ابی داؤد ج۱، ص۵۶۳ مطبوعہ لاہور

طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ بغیر جماعت پڑھے جائیں اور گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔
اب رہے برادران اہلسنت ان کے ہاں ان نوافل کی تعداد میں شدید اختلاف ہے۔
مولانا وحیدالزمان لکھتے ہیں:

> اس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک میں گیارہ ایک میں اکیس ایک میں بیس اور ایک میں تیس ایک میں چھتیس ایک میں انتالیس ایک میں چالیس اور ایک میں اڑتیں ایک میں چونتیس ایک میں چوبیس ایک میں سولہ اور ایک میں تیرہ مذکور ہیں۔(۳)

امام ابو حنیفہ کے پیرو کار بیس اور اہلحدیث آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں ائمہ اہلبیتؑ سے جو کچھ ثابت ہے اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

لفظ تراویح کا مفہوم:

اہلسنت دانشور اور محقق جناب قاسم محمود لکھتے ہیں:

> تراویح کا لفظ ترویحہ سے نکلا ہے جس کے معنی ایک دفعہ آرام لینا کے ہیں۔ نماز تراویح میں چونکہ چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر آرام کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اسے تراویح کہا جاتا ہے۔(۴)

مولانا وحیدالزمان مرحوم لکھتے ہیں:

> تراویح اس کا نام اس لیے ہوا کہ ترویح کہتے ہیں آرام کرنے کو۔ صحابہ اس نماز میں ہر دوگانہ کے بعد تھوڑی دیر آرام سے بیٹھتے' راحت لیتے۔(۵)

---

۳) تیسر الباری شرح بخاری ج ۳' ص ۱۴۸ طبع کراچی
۴) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۴۸۲ مطبوعہ کراچی
۵) تیسر الباری شرح بخاری ج ۳' ص ۱۴۶ اشائع کردہ تاج کمپنی کراچی

واضح رہے کہ لفظ تراویح کے بارے میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بخاری، مسلم ترمذی، ابن ماجہ، ابی داؤد، سنن نسائی وغیرہ کتب احادیث میں آنحضرتؐ کی زبان سے یہ لفظ مروی نہیں۔ البتہ مترجم حضرات نے نوافل رمضان کا ترجمہ تراویح کیا ہے۔

نوافل رمضان کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی سنت وطریقہ کیا تھا؟

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ

کان رسول اللہ ﷺ فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمۃ امر فیہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ رمضان میں تراویح پڑھنے کی ترغیب دیتے بغیر اس کے کہ یاروں کو تاکید سے حکم کریں۔ (۶)

اور سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث کا ترجمہ مولانا وحید الزمان یوں کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو رغبت دلاتے تھے۔ رمضان میں کھڑا رہنے کے واسطے (تراویح میں) مگر حکم نہیں کرتے تھے کہ خواہ مخواہ ایسا کرو۔ اس حدیث کے اگلے الفاظ اس طرح ہیں کہ

فتوفی رسول اللہ ﷺ والامر علٰی ذلک ثم کان الامر علٰی ذلک فی خلافۃ ابی بکر و صدر امن خلافۃ عمر۔

پھر رسول ﷺ کی وفات ہوگئی اور یہی صورت رہی پھر حضرت ابو بکر کی خلافت میں بھی یہی حال رہا اور شروع خلافت میں حضرت عمر کے ایسا ہی رہا۔ (۷)

---

۶) شرح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۲، ص ۲۵۵ مطبوعہ لاہور ترجمہ وحید الزمان مرحوم

۷) سنن ابی داؤد ج ۱، ص ۵۵۶ تا ۵۵۷ طبع لاہور

اوپر صحیح مسلم کی جو حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل ہوئی ہے اسی سے ملتی جلتی حدیث سنن نسائی میں بھی موجود ہے۔اس کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

رمضان کا قیام مستحب اور سنت رہا۔کچھ واجب اور ضرور نہ تھا۔(۸)

پیغمبر اکرمؐ رات کے کس حصے میں مسجد میں تشریف لے جاتے تھے؟

اوپر ہم لکھ آئے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ جن راتوں کو مسجد میں نوافل رمضان ادا کرنے تشریف لے گئے وہ بقول جامع ترمذی وغیرہ تیئیس پچیس اور ستائیس رمضان کی راتیں تھیں۔اب رہی یہ بات کہ پیغمبر اکرمؐ رات کے کس حصہ میں مسجد میں تشریف لے گئے۔اس بارے میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔بخاری شریف کے الفاظ ہیں:

ان رسول اللّٰہ ﷺ خرج لیلۃ من جوف اللیل

پیغمبر اکرم ﷺ رمضان کی ایک شب آدھی رات کو نکلے۔(۹)

اور شاید اسی وجہ سے مولانا وحید الزمان وغیرہ محقق علمائے اہلسنت نے یہ لکھا ہے کہ "آنحضرتؐ نے ایک ہی نماز پڑھی۔اسے تہجد کہو یا تراویح۔"(۱۰)

نماز تراویح جماعت سے کب شروع ہوئی؟

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں صحیح مسلم اور ابی داؤد کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کے اپنے زمانے میں پھر اس کے بعد خلافت ابوبکرؓ کے پورے دور میں اور کچھ عرصہ تک حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی یہ صورت رہی کہ جس کا جی چاہتا، رمضان

---

۸) سنن نسائی ج ۲، ص ۵۲ طبع لاہور

۹) ملاحظہ ہو بخاری ج ۱، ص ۷۰۹ شائع کردہ مکتبہ تعمیر انسانیت مطبوعہ زاہد بشیر پرنٹرز

۱۰) تیسر الباری شرح بخاری ج ۳، ص ۷۴۱ باب ۸ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

کے نوافل پڑھ لیتا' جس کا جی چاہتا نہ پڑھتا۔ پھر حضرت عمرؓ ہی کے زمانے میں جو صورت حال بنی امام بخاری نے وہ تفصیلاً لکھی ہے۔ ہم بخوف طوالت اصل عربی عبارت کی بجائے مولانا وحید الزمان کا ترجمہ حرف بحرف نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> عبد الرحمان بن عبد قاری کہتے ہیں کہ میں رمضان کی ایک رات حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد میں چلا گیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے جدا جدا جھنڈ ہیں اور کہیں ایک شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور کہیں کسی کے پیچھے پانچ دس آدمی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر میں ان کو ایک قاری کے پیچھے اکٹھا کر دوں تو اچھا ہوگا۔ پھر انہوں نے یہی ٹھان کر ان سب کو ابی بن کعب کا مقتدی کر دیا۔ بعد اس کے میں ایک رات جوان کیساتھ گیا تو دیکھتا ہوں کہ سب اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ بدعت تو اچھی ہوئی۔ اس آخری جملہ کے اصل الفاظ بخاری میں اس طرح لکھے ہوئے ہیں: قال عمرؓ: نعم البدعۃ ھذہ۔

اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں:

> اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خود اس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ شاید ان کی رائے یہ ہو کہ نفل نماز گھر میں اور وہ بھی آخری شب میں پڑھنا بہتر ہے۔ محمد بن نصر مروزی نے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس تھا۔ انہوں نے لوگوں کا شور سنا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تروایح پڑھ کر جا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جو رات باقی ہے

وہ اس سے افضل ہے جو گزر گئی۔(۱۱)

حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ جو رات باقی ہے یعنی رات کا آخری حصہ وہ اس سے افضل ہے جو گذر گئی ہے اس لیے ہے کہ آنحضرتؐ رات کے جس حصے میں گھر سے مسجد تشریف لائے تھے وہ ابھی اوپر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے کہ جوف اللیل یعنی آدھی رات کا وقت تھا۔ اس کے علاوہ مندرجہ بالا سطور سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے اور جیسا کہ اہلسنت سکالر مولانا وحید الزمانؒ نے بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت عمرؓ خود اس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ نے نماز تراویح با جماعت کب سے شروع کروائی؟ اس بارے میں مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ:

> حضرت عمرؓ نے ۱۴ھ میں نماز تراویح جماعت کے ساتھ مسجد نبوی میں قائم کی تو تمام اضلاع کے افسران کو لکھا کہ ہر جگہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔(۱۲)

نماز تراویح کی رکعتوں میں مختلف حکومتوں کی کمی بیشی کی روداد:

نماز تراویح جو کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں با جماعت شروع کروائی تھی اس کے بارے میں مشہور ہے کہ ابتداء میں اس کی بیس رکعتیں تھیں لیکن اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے دور حکومت میں ان رکعتوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ اس بارے میں اہلسنت عالم عبد الرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

> حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد میں اس پر زیادہ کیا گیا تھا اور اس کی رکعتیں چھتیس کر دی گئی تھیں اور اس زیادتی کا مقصد یہ تھا

---

۱۱) تیسر الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۴۷ تا ۱۴۸ اشاعت کردہ تاج کمپنی کراچی

۱۲) الفاروق ص ۲۷۰ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

کہ اس کی فضیلت اہل مکہ (کی تراویح) کے برابر ہو جائے کیونکہ وہاں پر ہر چار رکعت کے بعد کعبہ کا طواف کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ہر طواف کے عوض چار رکعتیں بڑھا دینا مناسب سمجھا۔ (۱۳)

نماز تراویح کی رکعتوں میں تبدیلی کی تفصیل ایک سعودی عالم کی زبانی:

اہلسنت اسکالر شیخ محمد الیاس فیصل اپنی کتاب "نماز پیغمبر ﷺ" میں لکھتے ہیں:

> سعودی عرب کے نامور عالم مسجدی نبویؐ کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے موجودہ قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی میں تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے۔

واضح رہے کہ اپنی اس کتاب میں شیخ عطیہ سالم نے ان لوگوں پر تنقید کی ہے جو آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں لیکن اس دوران ایک سچی بات اس سعودی عالم کے قلم سے نکل گئی ہے۔ یہ سعودی عالم شیخ عطیہ سالم لکھتے ہیں:

> جو متعصب لوگ نماز عشاء کے بعد ہی مسجد نبوی سے اس لیے نکل جاتے ہیں کہ دور دراز کی کسی مسجد میں جا کر آٹھ تراویح پڑھیں گے تو ان کو بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ مسجد سے نکل کر نہ تو تم نے اس حدیث پر عمل کیا جس میں گھر جا کر نوافل پڑھنے کو کہا گیا ہے اور نہ ہی تمہیں مسجد نبوی شریف میں تراویح پڑھنے کا ثواب ملا۔ (۱۴)

---

۱۳) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱، ص ۵۴۳ مطبوعہ لاہور

۱۴) "نماز پیغمبر ﷺ" ص ۲۶۰ تا ۲۶۲ مطبوعہ ندیم یونس پرنٹرز لاہور شائع کردہ سنی پبلیکیشنز لاہور۔ واضح رہے کہ شیخ عطیہ سالم کی کتاب کا نام "التراویح" ہے اس میں مختلف صدیوں میں تراویح کی تفصیل ص ۲۶۰ تا ۲۶۵ پر درج ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جب یہ سعودی عالم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ نے گھر جا کر نوافل پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے تو پھر آپ پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کو پس پشت ڈال کر چاہے مسجد نبوی میں نوافل ادا کرو یا خانہ کعبہ کے وسط میں کھڑے ہو کر نوافل پڑھو' بات وہی اٹل ہے جو آنحضرتؐ نے فرمائی ہے۔ یہ سعودی عالم نماز تراویح کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ

> دوسری صدی میں چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے تھے اور تیسری صدی میں بھی وتروں سمیت انتالیس رکعات ادا کی جاتی تھیں۔ چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی میں چھتیس کی بجائے پھر سے بیس رکعت تراویح پڑھی جانے لگیں۔ آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک بدستور بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں۔ پھر رات کے آخری حصہ میں سولہ رکعتیں مزید پڑھی جاتی تھیں اور یہ سلسلہ چودھویں صدی کے پہلے پچاس سال تک جاری رہا کہ بیس تراویح شروع رات میں پڑھی جاتیں اور پھر رات کے آخری حصہ میں مزید سولہ رکعات پڑھی جاتی تھیں۔ پھر آگے چودھویں صدی کے بقیہ پچاس سالوں کی بابت لکھتے ہیں کہ جب سعودی حکومت قائم ہوگئی تو حرم مکی شریف اور حرم مدنی شریف میں پانچوں نمازوں اور تراویح کو منظم کر دیا گیا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ پورا رمضان عشاء کے بعد بیس تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے ہیں۔ اس طرح تراویح کا کل بیس رکعات پڑھنا بالکل مضبوط ہو گیا اور دوسرے تمام علاقوں میں بھی یہی عمل جاری ہے۔ (۱۵)

ملاحظہ ہو "نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ص ۲۶۰ تا ۲۶۲ طبع لاہور

نوافل رمضان یا نماز تراویح عہد صحابہؓ میں:

علمائے اہلسنت نے لوگوں کے ذہنوں میں چونکہ یہ بات پختہ کردی ہے کہ نماز تراویح فقط باجماعت ہی ہوسکتی ہے اس لیے شاید ہی کوئی خوش قسمت ایسا ہو جوسنت پیغمبرؐ بلکہ حکم پیغمبر اکرمؐ کے مطابق یہ نوافل گھر پڑھتا ہو۔ حضرت عمرؓ کی بابت اہلحدیث عالم مولانا وحید الزمان کا بیان پیچھے درج ہوچکا ہے کہ وہ خود اس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے اب کچھ مزید تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی نماز تراویح کی بابت رائے:

پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ میں لکھتے ہیں کہ

> حضرت ابن عمرؓ مسجد میں لوگوں کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے بلکہ اپنے گھر میں تراویح پڑھتے۔(۱۶)

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے یہی عرب اسکالر ڈاکٹر محمد رواس لکھتے ہیں کہ

> لوگوں کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ بات ناپسند تھی کہ امام کے پیچھے کھڑے رہیں اور اس طرح رات کا ایک حصہ تلاوت قرآن کے بغیر گزار دیں اس کی بہ نسبت آپ اس بات کو فضیلت دیتے کہ تنہا تراویح پڑھیں اور اس میں قرآن کی قرآت کریں۔(۱۷)

حضرت ابن عمرؓ سے تراویح باجماعت پڑھنے کی بابت سوال اور آپ کا جواب:

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی اپنے اس فقہی انسائیکلوپیڈیا میں مزید لکھتے ہیں کہ

۱۶،۱۷) ملاحظہ ہو فقہی انسائیکلوپیڈیا جلد نمبر ۷ یعنی فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اردو ترجمہ ص ۶۶۹ مؤلف ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی پروفیسر ظہران پیٹرولیم یونیورسٹی سعودی عرب ترجمہ مولانا عبدالقیوم

ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا رمضان کے اندر میں امام کے پیچھے نماز پڑھوں؟ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم قرآن پڑھتے ہو؟ (یعنی قرآن پڑھنا جانتے ہو؟) اس نے اثبات میں جواب دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا تو پھر کیا تم (امام کے پیچھے تراویح پڑھنے کی صورت میں) اس طرح خاموش رہو گے کہ گویا گدھے ہو اپنے گھر میں یہ نماز پڑھا کرو۔(۱۸)

حضرت ابی بن کعب کا نماز تراویح کی بابت طرز عمل:

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں باجماعت تراویح شروع کروائی تو ابتداء میں حضرت ابی بن کعبؓ کو امام جماعت مقرر کیا ان کی بابت سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب پر جمع کر دیا اور وہ انہیں بیس رات تک نماز پڑھاتے تھے مگر قنوت نصف آخر میں پڑھتے تھے۔ جب آخری عشرہ کے دس دن رہ جاتے تو اپنے گھر میں ہی نماز پڑھا کرتے اور لوگ کہتے ابی بھاگ گئے۔(۱۹)

اھلحدیث مصنف مولانا محمد داؤد ارشد اپنی کتاب تحفہ حنفیہ میں مذکورہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

---

۱۸) ملاحظہ ہو فقہی انسائیکلوپیڈیا جلد نمبر ۷ یعنی فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اردو ترجمہ ص ۶۶۹ مؤلف ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی پروفیسر ظہران پٹرولیم یونیورسٹی سعودی عرب ترجمہ مولانا عبدالقیوم

۱۹) ابی داؤد مع عون ص ۵۳۸ جلد نمبر ا طبع محمدی دھلی۔ سنن ابی داؤد ترجمہ مولانا وحید الزمان خان جلد نمبر ا ص ۵۷۹ شائع کردہ نعمانی خانہ اردو بازار لاہور

> مولوی فخر الحسن گنگوھی حنفی دیوبندی نے جب اپنی تصحیح سے ابو داؤد کو شائع کیا تو عشرین لیلۃ کو (یعنی بیس راتوں کو) متن سے نکال کر عشرین رکعۃ بنا دیا۔(۲۰)

خیر یہ تو اھلحدیث اور حنفی حضرات کی آپس کی بحث ہے ہمارا مقصد تو فقط یہ بتانا ہے کہ خود عہد صحابہ میں بزرگ صحابہؓ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ تراویح کا گھر پڑھنا ہی سنت سے ثابت ہے۔ اسی لیے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ تو مسجد میں جا کر تراویح پڑھتے ہی نہیں تھے اور حضرت ابی بن کعبؓ بیس راتیں مسجد میں پڑھا کر حضرت عمرؓ کا حکم پورا کرتے اور آخری دس راتیں گھر پر عبادت کرتے۔

بعض بزرگ علمائے اہلسنت کا بیان اور شیعہ مؤقف کی تائید:

چونکہ نوافل رمضان یا نماز تراویح با جماعت پڑھنے کی ابتداء وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی اس لیے صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ بعض جید ائمہ اہلسنت بھی یہ نوافل گھر پڑھنے کو بہتر سمجھتے ہیں جیسا کہ مولانا وحید الزمان خان مرحوم حاشیہ ابی داؤد پر لکھتے ہیں کہ نماز تراویح ابو یوسف اور مالکیہ کے نزدیک گھر میں اکیلے پڑھنا بہتر ہے۔(۲۱)

اور انور الباری شرح بخاری جو کہ مولانا انور کاشمیری کے افادات پر مشتمل ہے' اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

> امام مالک' امام یوسف' امام طحاوی بعض اصحاب شافعی وغیرہ کا فیصلہ یہ ہے کہ نماز تراویح کو بھی دوسرے نوافل و مستحبات کی طرح

---

۲۰) تحفہ حنفیہ ص ۳۷ مولف مولانا محمد داؤد راشد شائع کردہ دار الکتب السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

۲۱) سنن ابی داؤد ج ا ص ۵۵۷ مطبوعہ لاہور ترجمہ مولانا وحید الزمان

گھروں میں تنہا تنہا بغیر جماعت کے پڑھنا افضل ہے کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا: سب سے افضل نماز وہی ہے جو اپنے گھر میں ادا کی جائے بجز فرض نماز کے۔(۲۲)

افسوس ہمارے اہلسنت بھائی اس بات پر بحث کرتے ہیں کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں یا بیس رکعت لیکن اصل بات کی طرف نہیں آتے کہ یہ نماز تو آنحضرتؐ نے گھر میں پڑھنا افضل بتایا ہے۔

تراویح کے مروجہ طریقے پر بعض اہل سنت علماء کا تبصرہ:

نماز تراویح میں جتنی تیزی سے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے اس پر اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل سنت علماء وفقہاء کے بیانات نقل کردیئے جائیں۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز مفتی اعظم سعودی عرب نماز میں خشوع وخضوع کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ

بہت سے لوگ نماز تراویح اس طرح ادا کرتے ہیں کہ جو کچھ پڑھ رہے ہوتے ہیں نہ اسے سمجھتے ہیں اور نہ ہی رکوع وسجود وغیرہ اطمینان اور سکون سے ادا کرتے ہیں بلکہ کوے کی طرح ٹھونگے مارتے ہیں شریعت اسلامیہ میں یہ چیز جائز نہیں اور نہ ہی اس کی نماز درست ہے کیونکہ اطمینان اور سکون نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں۔(۲۳)

---

۲۲) انوار الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۸۸ مولفہ تلمیذ علامہ کشمیری سید احمد رضا بجنوری شائع کردہ مکتبہ حفیظیہ مکی مسجد گجرانوالہ

۲۳) ملاحظہ ہو رمضان المبارک اور قیام اللیل کے مسائل اردو ترجمہ ''فضل الصوم رمضان وقیامہ'' ص ۲۰ شائع کردہ ''دارالسلام'' ۵۰۔ لوئر مال لاہور

اسی طرح دو مزید عرب علماء شیخ محمد بن صالح العیثمین اور شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الجبرین "فتاوٰی الصیام" میں لکھتے ہیں کہ

بعض لوگ تراویح میں بہت زیادہ جلدی کرتے ہیں حقیقتاً یہ خلاف شرع ہے اور اس جلدی میں اگر رکن یا واجب میں خلل پیدا ہو جائے تو اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے آج کل عام طور پر بہت سے ائمہ مساجد نماز تراویح میں بطور خاص ان احکامات کا اہتمام نہیں کرتے ان احکامات کا اہتمام نہ کرنا درست نہیں ہے۔ (۲۴)

یہ تو تھی عرب کی صورت حال ادھر برصغیر پاک و ہند کی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ

افسوس ہمارے زمانے کے حافظوں پر جو تراویح میں قرآن کو اتنی تیزی اور جلدی سے پڑھتے ہیں کہ حرف برابر ادا نہیں ہوتے اور نہ اوقاف کا خیال رکھتے ہیں غضب تو یہ ہے کہ بعض جاہل حفاظ وقف لازم پر بھی نہیں ٹھہرتے اس طرح قرآن پڑھنے یا سننے میں ثواب کی امید تو کجا عذاب کا ڈر ہے اللہ ان لوگوں کو سمجھ دے اس طرح پورے قرآن کو کئی دفعہ ختم کرنے سے بہتر ہے کہ الم تر کیف سے تراویح پڑھ لیں اور تراویح پڑھنا کچھ فرض نہیں ہے اگر عمدہ قاری خوش الحان میسر ہو تو سبحان اللہ ورنہ بے کار محنت اٹھانا اور وبال مول لینا نری نادانی ہے۔ (۲۵)

---

۲۵) لغات الحدیث ج ۲' کتاب "ز" ص ۳۲ طبع جدید شائع کردہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

۲۴) فتاوٰی الصیام: ترجمہ عبد المالک مجاہد ص ۳۱ شائع کردہ "دار السلام" لاہور

مولانا وحید الزمان کے انہی الفاظ پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا بحث سے ہر ذی شعور یہ سمجھ سکتا ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں نوافل پڑھنے کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی سنت وطریقہ کیا ہے؟ اور جب آنحضرتؐ نے فرمادیا کہ سب سے افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھی جائے بجز فرض نماز کے تو اب اگر مسجد میں جا کر ہر رکعت میں ایک پورا قرآن بھی ختم کرلیا جائے تب بھی افضل نماز گھر میں پڑھی ہوئی ماننا پڑے گی کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کا فرمان بھی حق ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن اور پیغمبر اکرمؐ کی سنت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

- نماز جنازہ کی تکبیریں
- احادیث پیغمبرؐ اور صحابہ کرامؓ کا طرز عمل
- علمائے اہلسنت کے بیانات
- حضرت علیؑ کے جنازہ پر امام حسنؑ کا پانچ تکبیریں پڑھنا

نماز جنازہ کی تکبیریں:

شیعہ نماز جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ اہلبیتؑ سے پانچ تکبیریں کہنا ثابت ہے جیسا کہ شیعہ کتب احادیث فروع کافی اور من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ (۱) میں موجود ہے دوسری طرف برادران اہلسنت کے ہاں چار تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔ علمائے اہلسنت کا بیان ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیروں کی تعداد میں چونکہ اختلاف تھا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے تمام لوگوں کو چار تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا۔ (۲)

اس کے بعد چار تکبیریں پڑھنے کا رواج عام ہوگیا لیکن اس کے باوجود بعض صحابہ کرامؓ پانچ تکبیریں پڑھتے اور اسے ہی سنت پیغمبرؐ قرار دیتے۔ سنن نسائی کی روایت ملاحظہ ہو:

عن ابی لیلیٰ ان زید بن ارقم صلی علی جنازۃ فکبر علیها خمس و قال کبرها رسول الله ﷺ

حضرت ابی لیلیٰؓ سے روایت ہے کہ زید بن ارقم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو پانچ تکبیریں کہیں اور کہا کہ حضور ﷺ نے بھی پانچ تکبیریں کہیں۔ (۳)

سنن ابی داؤد میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اس کے الفاظ یوں ہیں:

ابی لیلی سے روایت ہے کہ

---

۱) فروع کافی ج ۱ ص ۳۰۷ ترجمہ ظفر حسن امروہی مطبوعہ کراچی من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ کراچی

۲) تاریخ الخلفاء ص ۱۴۰ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ترجمہ اقبال الدین احمد

۳) سنن نسائی ج ۱ ص ۷۰۲ کتاب الجنائز ترجمہ وحید الزمان خان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

زید بن ارقم جو صحابی ہیں، وہ ہمارے جنازہ پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ایک بار ایک جنازہ پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں تو ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیشہ چار تکبیریں کہتے تھے، آج پانچ کیوں؟ انہوں نے کہا رسول ﷺ پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔(۴)

ترمذی میں بھی یہ حدیث موجود ہے مولانا بدیع الزمان خان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کہا ابو عیسیٰ نے حدیث زید بن ارقم کی حسن ہے، صحیح ہے اور بعض علمائے صحابہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے اور کہا احمد اور اسحاق نے جب پانچ تکبیریں کہے امام جنازے پر تو مقتدی بھی امام کی تابعداری کرے۔(۵)

حضرت زیدؓ کی یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اس کے بارے میں امام نوویؒ نے ایک کمزور عذر نقل کیا ہے کہ علماء کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے لیکن مولانا وحید الزمان مرحوم نے انہیں بڑا دوٹوک جواب دیا ہے۔وہ حاشیہ صحیح مسلم پر لکھتے ہیں:

جب ایک معتبر راوی کہتا ہے کہ رسول ﷺ نے پانچ تکبیریں کہیں تو اجماع سے کیونکر منسوخ ہوسکتا ہے۔فعل رسول مقبول ﷺ کا جب تک خود آپؐ سے پانچ کی نہی بالتصریح نہ آجائے اور حال یہ ہے کہ زاد المعاد میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا

---

۴) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۶۱۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان مطبوعہ لاہور ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۸ ترجمہ مولانا وحید الزمان مطبوعہ لاہور

۵) جامع ترمذی ج ۱، ص ۳۶۵ ترجمہ مولانا بدیع الزمان مطبوعہ لاہور

ہے کہ رسول ﷺ سے پانچ تکبیریں صحیح ہوئیں۔(٦)

انہی حقائق کی بنا پر علامہ عبدالرحمٰن الجزیری حنابلہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

اگر امام چار تکبیروں سے زیادہ کہے تو مقتدیوں کو سات تکبیریں تک اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ اگر سات سے زیادہ ہو جائیں تو امام کو اس سے آگاہ کرنا چاہیے یہ جائز نہیں کہ اس سے پہلے سلام پھیر دیا جائے۔(٧)

اور صحیح مسلم کے حاشیے پر مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں:

صحابہؓ اہل بدر پر پانچ اور چھ اور سات (تکبیریں) کہا کرتے تھے اور یہ آثار صحیحہ ہیں تو چار سے زیادہ منع کرنے کا کوئی موقع نہیں اور نبی ﷺ نے چار سے زیادہ کو منع نہیں فرمایا بلکہ آپؐ نے اور آپؐ کے بعد صحابہؓ نے چار تکبیروں سے زیادہ کہیں۔(٨)

پھر چار تکبیروں والی روایت نقل کر کے اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث کسی نے امام احمدؒ کے سامنے پڑھی تو انہوں نے کہا یہ کذب ہے۔ اس کی اصل کچھ نہیں اور یہ روایت کی ہے محمد بن زیاد طمان نے اور وہ حدیثیں اپنے دل سے گھڑا کرتا تھا۔(٩)

---

٦) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ٢، ص ٣٩٠ تا ٣٩١ ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

٧) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ١ ص ٨٤٧ شائع کردہ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور

٨) ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ٢، ص ٣٩٠ تا ٣٩١ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

٩، ١٠) ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ٢، ص ٣٩٠ تا ٣٩١ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

آخر میں مولانا وحید الزمان ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ

علقمہ نے عبداللہ سے کہا کہ اس کے ساتھی شام سے آئے ہیں، انہوں نے ایک جنازے پر پانچ تکبریں کہیں تو عبداللہ نے کہا تکبریں کچھ مقرر نہیں ہیں۔ امام جتنی تکبیریں کہے تم بھی کہو اور جب وہ سلام پھیرے تم بھی پھیر دو۔ (۱۰)

اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں موجود ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ کا نہ کوئی وقت معین ہے نہ اس کی تکبیرات کی خاص تعداد مقرر ہے۔ (۱۱)

نُصرۃُ الباری شرح بخاری کی عبارت ملاحظہ ہو:

مفسر قرآن والحدیث علامہ الحافظ عبدالستار نے اپنی اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی برادران اہلسنت کے موقف کی کمزوری واضح ہوتی ہے مذکورہ عالم لکھتے ہیں:

میت پر چار تکبیریں بطور اکثریت کے ہیں ورنہ چار سے زائد بھی ثابت ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں زید بن ارقمؓ سے اور مسند احمد میں حذیفہ بن یمانؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ آپؐ نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں۔ ابن منذر نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے بنی اسد کے ایک مرد پر جنازہ پڑھایا تو پانچ تکبیریں کہیں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ اہل بدر پر چھ تکبیریں کہا کرتے تھے اور باقی

---

۱۱) شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۶۶۰، شائع کردہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی

صحابہؓ پر پانچ اور دیگر لوگوں پر چار۔(۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے اپنے جنازہ پر بھی پانچ تکبیریں ہی کہی گئیں جیسا کہ ہم تھوڑا آگے بیان کریں گے۔ پہلے نُصرَۃ الباری شرح بخاری کی ہی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔علامہ حافظ عبدالستار لکھتے ہیں کہ

> ابن مسعودؓ نے فرمایا: کبر ما کبر الامام ۔امام جتنی تکبیریں کہے تو بھی اتنی کہہ۔ بیہقی میں باسناد حسن آیا ہے کہ عہد نبوی میں لوگ سات چھ پانچ اور چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں لوگوں کو چار پر جمع کر دیا۔(۱۳)

ہم کہتے ہیں کہ جب پیغمبر اکرمؐ اہلبیت اطہارؑ اور صحابہ کرامؓ سے بروایت صحیح پانچ تکبیریں پڑھنا ثابت ہے تو پھر شک وشبہ میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ ہم اپنے اہلسنت بھائیوں کی تسلی کے لیے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔

اہلسنت مؤرخ شاہ معین الدین احمد ندوی کا اقرار کہ حضرت علیؑ کے جنازہ پر امام حسنؑ نے پانچ تکبیریں کہیں۔شاہ معین الدین احمد ندوی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''خلفائے راشدینؓ'' میں حضرت علیؑ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ

> حضرت امام حسنؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے تجہیز وتکفین کی۔نماز جنازہ میں چار تکبیروں کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں۔(۱۴)

انہی حقائق کی بنا پر اہلحدیث مصنف مولانا محمد صادق سیالکوٹی اپنے رسالہ

۱۲،۱۳) ملاحظہ ہو نصرۃ الباری ترجمہ و حاشیہ وصحیح بخاری پانچواں پارہ ص ۱۵۶ از مفسر قرآن والحدیث حضرت مولانا الحافظ الحاج عبدالستار صاحب طابع وناشر ادارہ پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث اے۔ایم کراچی ا پاکستان ۱۳۷۹ھ

۱۴) ملاحظہ ہو''خلفائے راشدین''ص ۲۹۱ شائع کردہ۔ایم۔ایچ سعید کمپنی کراچی

''نماز جنازہ''میں ''چار سے زائد تکبیریں'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ

اگر آپ چار سے زائد تکبیریں کہنا چاہیں تو کہیں اس طرح کہ ہر دعا کے بعد تکبیر کہتے جائیں لوگوں کو زائد تکبیریں سن کر تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ یہ بھی حضورؐ کی سنت ہے۔(۱۵)

اسی طرح سرزمین عرب میں مقیم البانوی اسکالر مولانا ناصرالدین البانوی اپنی کتاب ''احکام الجنائز''میں ''نماز جنازہ کا طریقہ'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ

نماز جنازہ چار یا پانچ تکبیروں سے لے کر نو تکبیروں تک پڑھی جاسکتی ہے ہر طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ جس طرح بھی کرے جائز ہے بہتر یہ ہے کہ مختلف انداز سے پڑھے کبھی ایک طریقے پر اور کبھی دوسرے طریقے پر۔(۱۶)

ہم محترم علمائے اھلسنت واھلحدیث کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جب آپ کے اچھی طرح علم میں ہے کہ چار سے زائد تکبیریں پڑھنا نبی کریمؐ سے ثابت ہے تو پھر اس سنت پر عمل کرنے کا حوصلہ بھی پیدا کریں اور کبھی کبھی پانچ تکبیریں پڑھ کر نبی کریمؐ کی اس سنت کو زندہ کریں۔

ہم آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان علماء اور خطیبوں کو توفیق دے کہ ایسے مسائل سے عوام الناس کو بھی آگاہ کریں اور انہیں بتائیں کہ اسلام کے احکام صرف وہی نہیں ہیں جو کہ ایک مسجد میں بیان ہو رہے ہیں یا صرف ایک مکتبہ فکر جن پر عمل کر رہا

---

۱۵) ملاحظہ ہو ''نماز جنازہ'' ص۴۲ مولفہ مولانا محمد صادق سیالکوٹی شائع کردہ نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

۱۶) احکام الجنائز ص ۱۵۶ مولفہ مولانا ناصرالدین البانی ترجمہ ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور شائع کردہ نور اسلام اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور۔

ہے بلکہ دوسری طرف شیعہ مسلک کے پاس بھی سنت رسولؐ موجود ہے جس پر آل رسولؐ ہی نے نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ نے بھی عمل کیا ہے۔ اگر محترم علمائے کرام ایسا کریں تو شاید امت کی وحدت قائم ہو سکے یا کم از کم اختلافات کی خلیج کچھ کم ہو سکے۔

قرآن ملت اسلامیہ کی مشترکہ میراث

شیعوں پر تحریف قرآن کا افسوسناک الزام

- شیعہ مساجد اور گھروں میں کس قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے؟
- تحریف قرآن کی نفی شیعہ علماء کے کلام کی روشنی میں
- بعض انصاف پسند علماء اہلسنت کا اعتراف
- کیا کتب اہلسنت میں تحریف قرآن کی روایات موجود نہیں ہیں؟ تصویر کا دوسرا رخ
- چند علماء اہلسنت کی تحریروں پر ایک نظر
- علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر اتقان اور روایات تحریف
- ڈاکٹر غلام جیلانی برق ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی کا اعتراف حقیقت
- علامہ تمنا عمادی کی "جمع القرآن" اور روایات تحریف
- مولانا عمر احمد عثمانی کا افسوسناک انکشاف
- ایک شیعہ عالم دین کی دردمندانہ اپیل

قرآن ملت اسلامیہ کی مشترکہ میراث

شیعوں پر تحریف قرآن کا افسوسناک الزام:

ویسے تو اسلامی فرقوں میں بہت سارے فروعی اختلافات موجود ہیں اور یہ اختلافات صرف اہل سنت اور شیعوں کے درمیان ہی نہیں بلکہ حنفی، مالکی، حنبلی اور امام شافعی کی فقہ کے ماننے والوں کے درمیان بھی موجود ہیں لیکن ان تمام چھوٹے موٹے اختلافات کے باوجود تمام اہل اسلام کا ایک خدا اور ایک رسولؐ ایک قبلہ اور ایک قرآن ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ بعض ناسمجھ اور حقائق سے بے خبر مولوی صاحبان شیعوں پر یہ جھوٹا الزام عائد کرتے چلے آ رہے ہیں کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے۔

شیعہ مساجد اور گھروں میں کس قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے؟

ہماری تمام پڑھے لکھے اور روشن فکر افراد سے گذارش ہے کہ کیا شیعہ مساجد اور شیعوں کے گھروں میں اس قرآن کی تلاوت نہیں کی جاتی جس کی برادران اہلسنت تلاوت کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس الزام کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی ایک دلیل کافی ہے لیکن ان مولوی صاحبان سے خدا سمجھے جو سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ شیعوں کا اس قرآن کے علاوہ کسی اور قرآن پر اعتقاد ہے۔

تحریف قرآن کی نفی شیعہ علماء کے کلام کی روشنی میں شیخ صدوق لکھتے ہیں:

اعتقادنا فی القرآن الذی انزلہ اللّٰہ تعالٰی علٰی نبیہ محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ھو ما بین الدفتین و ھو فی ایدی الناس لیس باکثر من ذالک (لی

عن قال) و من تسب الینا انا نقول انه اکثر من ذالک فهو کاذب

مقدار قرآن کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ قرآن جو خداوند عالم نے اپنے پیغمبر حضرت محمدؐ پر نازل کیا۔ وہ یہی ہے جو دو دفیتوں (دوگتوں) کے درمیان لوگوں کے ہاتھ میں اس وقت موجود ہے' اس سے زیادہ نہیں ہے۔ (پھر لکھتے ہیں) جو شخص ہماری طرف یہ بات منسوب کرے کہ ہم موجود قرآن سے زائد قرآن کے قائل ہیں' وہ جھوٹا ہے۔ (۱)

یہ الفاظ تو آج سے ایک ہزار سال قبل پیدا ہونے والے شیعہ عالم دین کے ہیں۔ مزید علماء کے بیانات ملاحظہ فرمائیں۔

مرحوم آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی لکھتے ہیں:

جو قرآن آج ہمارے ہاتھ میں ہے وہی مکمل قرآن ہے جو رسول اکرمؐ پر نازل ہوا۔ بہت سے علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے جیسا کہ شیخ صدوقؒ شیخ ابو جعفر طوسیؒ نے اپنی تفسیر البیان میں محسن کاشانی نے الوافی ج ۵ میں شیخ جواد بلاغی نے اپنی تفسیر آلاء الرحمٰن میں وغیرہ وغیرہ۔ (۲)

علامہ علی نقی اپنے مقدمہ تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں:

ہم نے بارہا اعلان کیا اور پھر اعلان کرتے ہیں کہ ہم قرآن مجید اسی دو دفیتوں کے درمیان والے قرآن میں جو مسلمانوں کے

---

۱) رسالہ اعتقادیہ ص ۹۳ مطبوعہ ایران

۲) البیان فی التفسیر القرآن ص ۱۹۹ شائع کردہ جامعہ اہلبیت اسلام آباد

ہاتھ میں موجود ہے، کسی قسم کا شبہ نہیں رکھتے اور ہم اس کو کلام الٰہی رسولؐ کا اعجاز، اسلام کی سچائی کا نشان اور تمام مسلمانوں کے لیے لازم العمل اور واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔(۳)

آقائے علی میلانی اپنی کتاب ''شیعہ اور تحریف قرآن'' میں رقمطراز ہیں:

شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں قطعاً تحریف واقع نہیں ہوئی اور موجودہ قرآن بغیر کسی کمی وبیشی کے وہی ہے جو پیغمبر اسلام پر نازل ہوا۔

شیعوں کا یہ عقیدہ آج کی ایجاد نہیں بلکہ ایک ہزار سال پہلے سے لیکر آج تک شیعہ بزرگ علماء اور مشہور شیعہ مولفین نے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔(۴)

مشہور مفسر سید ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں:

یہ آسمانی کتاب اسلام کے ابتدائی دور سے لیکر بعد تک تحریف ناپذیر مجموعہ کی صورت میں موجود رہی ہے۔(۵)

ڈاکٹر محمود رامیار ''تاریخ القرآن'' میں لکھتے ہیں:

شیعہ علمائے اعلام منجملہ شیخ صدوقؒ آقائے طباطبائی اور آقائے خوئی اس کے معتقد ہیں کہ قرآن وہی ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں دو دفیتوں کے درمیان ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔(۶)

---

۳) مقدمہ تفسیر القرآن ص ۱۲۳، شائع کردہ الرضا پبلیکیشنز لاہور

۴) شیعہ اور تحریف قرآن شائع کردہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

۵) تفسیر نمونہ ج ۱۱، ص ۴۵ شائع کردہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور طبع قدیم

۶) تاریخ القرآن ص ۳۳۳، شائع کردہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

یہ چند اقوال ہم نے بطور نمونہ پیش کیے ہیں ورنہ اگر تمام شیعہ علماء کے بیانات نقل کیے جائیں تو یہ سلسلہ کئی جلدوں میں ختم نہیں ہوسکتا۔ شیعہ عالم اور مصنف مولانا طالب حسین کرپالوی نے اپنی کتاب مسئلہ تحریف قرآن میں بہت سارے شیعہ علماء کے بیانات نقل کیے ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ کتاب شیعہ کے خلاف لکھی گئی تقریباً دو درجن کتب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اب ہم کچھ علمائے اہلسنت کے بیانات نقل کرتے ہیں جنہوں نے تسلیم کیا ہے کہ شیعہ بھی موجودہ قرآن کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح اہلسنت مانتے ہیں۔ کچھ علماء نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ تحریف قرآن کی روایات کتب اہلسنت میں بھی موجود ہیں۔

بعض انصاف پسند علمائے اہلسنت کا اعتراف حقیقت:

شیعوں کا ایمان بالقرآن ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جس کا اعتراف و اقرار بہت سارے منصف مزاج علمائے اہلسنت نے بھی کیا ہے۔ ذیل میں مختصراً ان کے بیانات نقل کیے جاتے ہیں۔

مصری محقق علامہ شیخ محمد غزالی شافعی کا بیان:

یہ مصری محقق شیعوں پر تحریف قرآن کی جھوٹی تہمت لگانے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مجھے بعض لوگوں پر شدید افسوس ہوتا ہے جو بلا تحقیق بات کر جاتے ہیں اور نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تہمتیں ہانک دیتے ہیں میں نے ایک صاحب کو یہ کہتے سنا کہ شیعوں کا قرآن کوئی اور ہے اور جو ہمارے اس مشہور قرآن سے ناقص ہے حالانکہ یہاں قاہرہ میں ایک قرآن چھپتا ہے تو شیعہ اس کا احترام کرتے ہیں۔ چاہے وہ نجف میں ہوں یا تہران میں اس کے

نسخوں کو ہاتھوں میں لیتے ہیں اور اپنے گھروں میں رکھتے ہیں اور کسی کے دل میں کوئی ایسا خیال نہیں آتا۔ سوائے کتاب اللہ کی عزت و تعظیم کے ان کا کوئی مقصد نہیں ان لوگوں پر اس قسم کی کذب بیانی اور وحی پر ایسے دروغ گوئی آخر کس لیے ہے؟ پھر آگے لکھتے ہیں جو لوگ ملت اسلامیہ میں اختلاف چاہتے ہیں جو اس تفریق کا کوئی حیلہ نہیں پاتے تو اسباب تفریق کے لیے من گھڑت باتیں گھڑ لیتے ہیں۔(۷)

علامہ رحمت اللہ عثمانی ہندی لکھتے ہیں:

قرآن مجید جمہور علمائے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک تغیر اور تبدل سے محفوظ ہے جو شخص شیعوں کی طرف تحریف قرآن کی نسبت دیتا ہے۔ اس کی بات علمائے امامیہ کے نزدیک مردود اور نا قابل قبول ہے۔ اس کے بعد شیعہ کے جلیل القدر علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلک جو علمائے شیعہ امامیہ کے نزدیک ثابت ہے وہ یہی ہے کہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا تھا وہ یہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور وہ اس سے زیادہ نہیں۔(۸)

---

۷) دفاع عن العقیدہ والشریعہ ص ۲۶۵ تا ۲۶۶ طبع دار الکتب الحدیث مصر ۱۹۷۵ء

۸) اظہار الحق ج ۲، ص ۸۹ تا ۹۰ طبع عامرہ استنبول واضح رہے کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس محمد تقی عثمانی کے حواشی و شرح کے ساتھ ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے مکتبہ العلوم کراچی سے شائع ہو چکا ہے اس کی تیسری جلد ص ۹ تا ۱۳ پر یہ تفصیل موجود ہے۔

شیخ محمد المدنی پرنسپل شعبہ کلیۃ الشریعہ الازہر یونیورسٹی لکھتے ہیں:

شیعہ امامیہ کے بارے میں یہ کہنا کہ معاذ اللہ شیعہ قرآن میں کمی کے قائل ہیں تو ان روایتوں کی بنا پر ہے جو شیعوں کی کتابوں میں موجود ہیں جیسا کہ ہماری کتابوں میں بھی موجود ہیں لیکن شیعہ سنی دونوں محققین نے ان روایتوں کو رد اور ان کے بطلان کو واضح کیا ہے شیعہ پر تحریف کی تہمت لگانے والوں کو علامہ سیوطی کی اتقان جیسی کتاب کو پڑھنا چاہیے کہ اس میں تحریف پر دلالت کرنے والی روایت کو دیکھیں۔ اگرچہ ہم اس قسم کی روایات کو تسلیم نہیں کرتے۔

ایک مصری عالم نے ۱۹۴۸ء میں الفرقان نام کی کتاب لکھی ہے جس میں اس قسم کی بہت سی روایات کو اہلسنت کی کتابوں سے نقل کیا ہے تو کیا اس بنا پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اہل سنت قرآن کے تقدس کے منکر ہیں؟ یا ان روایات کی بناء پر جسے فلاں نے نقل کیا ہے یا فلاں کتاب جسے فلاں نے لکھا ہے؟ اہلسنت نقص قرآن کے قائل ہو گئے؟ یہی بات شیعوں کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے اس لیے جیسے ہماری کتابوں میں ایسی روایات موجود ہیں اسی طرح شیعوں کی کتب میں بھی ایسی روایات موجود ہیں۔(۹)

شیخ التفسیر علامہ شمس الحق افغانی کا موقف:

شیخ التفسیر جامع اسلامیہ بہاولپور جنہوں نے اپنی زندگی کے چالیس برس قرآنی علوم و معارف کے پڑھنے اور پڑھانے پر صرف کیے اور اتنے عرصہ کے بعد ''علوم القرآن'' نامی کتاب لکھی۔ اس میں شیعہ اور تحریف قرآن کے عنوان کے تحت

---

۹) رسالۃ الاسلام ج ۱۱ ص ۳۸۲ تا ۳۸۳ شمارہ ۴

لکھتے ہیں:

شیعوں کا مذہب وہی ہے جو سنیوں کا ہے۔قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے اوراس میں ایک لفظ کی کمی بیشی نہیں ہوئی جس کے لیے شیعوں کی متعدد کتابوں کے حوالے پیش کرتا ہوں۔(۱۰)

اس کے بعداس اہلسنت محقق نے شیخ صدوق، تفسیر مجمع البیان، سید مرتضیٰ، قاضی نوراللہ شوستری، شیخ حر آملی اور فروع کافی وغیرہ کتب سے مذکورہ علماء کی تحریریں نقل کی ہیں اور تسلیم کیا ہے کہ شیعہ کا اس قرآن پر اسی طرح اعتقاد ہے جس طرح اہلسنت کا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی پاکستان کا موقف ملاحظہ ہو:

امیر تنظیم اسلامی نے ''شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت'' نامی کتاب لکھی ہے اس میں شیعہ کے عقیدہ قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:

اہل تشیع کا عمومی موقف یہ ہے کہ ہم اسی کتاب کو برحق مانتے ہیں اور ہمیں ظاہر بات ہے کہ ان کا وہی موقف درست تسلیم کرنا چاہیے جو ان کی زبان سے ادا ہو رہا ہے چنانچہ ''کتاب'' ہمارے اور ان کے مابین مشترک ہے۔(۱۱)

علامہ نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں:

اثنا عشریہ کمی بیشی کے قائل نہیں ہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ شیعہ

---

۱۰) علوم القرآن ص ۱۳۴ تا ۱۳۶ شائع کردہ مکتبہ اشرفیہ شارع جلال الدین رومی (فیروز پور روڈ) جامع اشرفیہ لاہور

۱۱) شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت ص ۲۲ شائع کردہ مرکزی انجمن خدام القرآن ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

اثناء عشریہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے دس پارے قرآن کے گم کر دیے
اور بعض شیعہ سورہ حسنین اور سورہ فاطمہ اور سورہ علی پڑھتے ہیں۔ یہ
جہلا کی گپ ہے آج تک سلف خلف تک کوئی محقق اثناء عشری یہ
عقیدہ نہیں رکھتا۔ چنانچہ علمائے اثناء عشری اس خیال کی براءت اپنی
کتابوں میں بڑی شدومد سے کرتے ہیں۔ شیخ صدوق ابو جعفر محمد
بن علی بابویہ اپنے رسالہ عقائد میں کہتے ہیں کہ جو قرآن اللہ نے
حضرت محمد ﷺ کو دیا تھا، وہی ہے کہ اب لوگوں کے پاس موجود ہے
نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے نہ زیادہ۔ تفسیر مجمع البیان میں کہ جو اثناء
عشریوں کے نزدیک معتبر تفسیر ہے۔ سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ جو قرآن
عہد پیغمبر کے دور میں تھا، وہی اب بھی ہے۔ بلا تفاوت قاضی نور اللہ
شوستری اپنی کتاب مصائب النواصب میں کہتے ہیں کہ یہ بات جو
شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر و تبدل کے
قائل ہیں، سو یہ غلطی ہے۔ محققین شیعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل
نہیں۔ محمد بن حسن عاملی کہتے ہیں۔ ''جو روایات پر ذرا بھی نظر
کرے گا یقینی طور پر جان جائے گا قرآن میں بچند وجوھات کی
زیادتی ناممکن ہے۔'' (۱۲)

علامہ حافظ اسلم جیراجپوری کا بیان:

علامہ اسلم جیراجپوری نے اپنی کتاب تاریخ القرآن کے صفحہ ۶۲ تا صفحہ ۶۷ پر

---

۱۲) مذاہب اسلام ص ۴۴۸ مطبع نولکشور لکھنو نیز منزیل الغواشی شرح اصول شاشی ص ۹ طبع کراچی

بزرگ شیعہ علماء مثلاً شیخ صدوق شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ علامہ حر عاملی ملا محسن صاحب تفسیر صافی سید العلماء سید حسین ملا صادق قاضی نوراللہ شوستری سید دلدار علی مجتہد جیسے مستند علماء کے بیان نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> یہ ان علماء امامیہ کے اقوال ہیں جو اہل تشیع میں مقبول اور مستند ہیں اور ان اقوال میں کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں نے تقیہ سے کہا ہے کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے علماء اہلسنت کی تردید میں رسائل لکھے ہیں۔ ان کی نسبت تقیہ کا گمان نہیں کیا جا سکتا اور ابوجعفر قمی کتاب الاعتقاد اور ملا محسن کی تفسیر صافی یہ دونوں کتابیں شیعہ کے نصاب درس میں داخل ہیں۔ اس لیے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے عقیدہ کے خلاف اپنے فرقہ کو تعلیم دینگے۔ (۱۳)

کیا کتب اہل سنت میں تحریف کی روایات موجود نہیں ہیں؟

تصویر کا دوسرا رخ:

ہم ایک مرتبہ پھر یہی گذارش کرتے ہیں کہ شیعہ بھی اسی قرآن کو مانتے ہیں اور برادران اہلسنت بھی اسی قرآن کے ماننے والے ہیں لیکن مذکورہ بالا تمام حقائق کے باوجود اگر کوئی جاہل متعصب اور حقائق سے بے خبر شخص یا گروہ یہ کہے کہ شیعہ کتب میں تحریف پر مبنی روایات موجود ہیں' ایسے افراد سے ہم اتنا عرض کریں گے کہ کیا کتب اہلسنت میں ایسی بے شمار روایات موجود نہیں ہیں جن میں موجودہ قرآن سے اختلاف کا بیان موجود ہے؟ اور اگر ان تمام روایات کو اکٹھا کیا جائے تو بہت بڑا

---

۱۳) تاریخ القرآن از علامہ اسلم جیراجپوری ص ۶۲ تا ۶۷ مطبوعہ لاہور

دفتر تیار ہو سکتا ہے؟

چند علمائے اہلسنت کی تحریروں پر ایک نظر:

ہمارا مقصد چونکہ اس افسوسناک فتنہ کو ہوا دینا نہیں اور نہ ہی ہم یہ چاہتے ہیں کہ تحریف قرآن کی جو روایات کتب اہلسنت میں موجود ہیں انہیں اکٹھا کر کے اہلسنت پر یہ الزام عائد کر دیں کہ وہ موجودہ قرآن کو نہیں مانتے البتہ خود ایک سنی عالم مولانا تمنا عمادی نے اپنی کتاب ''جمع القرآن'' میں تحریف پر مبنی بہت ساری روایات کو اپنی ہی کتابوں سے اکٹھا کر کے لکھ دیا ہے اور ایک دوسرے اہلسنت عالم مولانا عمر احمد عثمانی نے آیات کی جو تفصیل لکھی ہے وہ تو سینکڑوں تک جا پہنچی ہے جس کی تھوڑی سی تفصیل ہم آئندہ سطور میں بیان کریں گے۔ ان ہر دو علماء کا موقف ہے کہ اگر محض روایات کو دیکھ کر فیصلہ کرنا ہے تو پھر اہلسنت کی اپنی روایات کے مطابق موجودہ قرآن کی صحت سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ اب ہم بطور نمونہ صرف چند روایات نقل کرتے ہیں اہلحدیث عالم مولانا وحید الزمان خان تیسر الباری شرح بخاری کتاب التفسیر میں **غیر المغضوب علیھم و لا الضالین** کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

حضرت عمرؓ کی قرأت یوں تھی:

غیر المغضوب علیھم و غیر الضالین۔ (۱۴)

یہ تو تھی قرآن کی سب سے پہلی سورہ اب ذرا آخری دو سورتوں کے بارے میں بھی سن لیں کہ بہت ساری کتب اہلسنت میں ان کے بارے میں کیا لکھا ہوا ہے

---

۱۴) تیسر الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۳ کتاب التفسیر شائع کردہ تاج کمپنی (واضح رہے کہ یہ شرح بخاری نو جلدوں میں ہے)

حتیٰ کہ پیر محمد کرم شاہ جو کہ بریلوی مکتبہ فکر کے نزدیک انتہائی قابل ہی نہیں قابل احترام بھی ہیں۔

انہیں اپنی تفسیر میں کافی وضاحت سے تردید کرنا پڑی وہ قرآن کی آخری دو سورتوں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض ایسی روایات موجود ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہیں قرآن کی سورتیں شمار نہیں کیا کرتے تھے اور جو مصحف انہوں نے مرتب کیا تھا اس میں یہ سورتیں موجود نہیں تھیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی نے صراحتاً لکھا ہے کہ

امام احمد بزار طبرانی ابن مردویہ نے صحیح طریقوں سے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ وہ معوذتین (سورہ فلق اور سورہ الناس) کو مصحف سے محو کردیا کرتے تھے اور کہا کرتے قرآن کے ساتھ ایسی چیزیں خلط ملط نہ کرو جو اس میں سے نہیں ہیں۔ حضور ﷺ نے تو ان دو سورتوں کے ساتھ فقط پناہ مانگنے کا حکم دیا تھا کہ حضرت ابن مسعودؓ ان سورتوں کی تلاوت نماز میں نہ کیا کرتے۔ (الدرالمنثور)(۱۵)

اب ایک مستند اہلسنت عالم دین جناب سید سلیمان ندوی مرحوم کا ایک بیان بھی پڑھ لیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے اپنے غلام ابو یونس سے قرآن لکھوایا اور قرآن کی آیت "حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ

---

۱۵) تفسیر ضیاء القرآن ج ۵ ص ۷۲۰ مطبوعہ لاہور

الوسطی“ کے ساتھ وصلوۃ العصر کا لفظ بھی لکھوایا اور کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔ اصل قرآن میں وصلوۃ العصر نہیں ہے۔ واضح رہے کہ مولانا ندوی نے اس روایت کیلئے جامع ترمذی کتاب التفسیر کا حوالہ دیا ہے۔(١٦)

علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر اتقان اور روایات تحریف:

جو لوگ خواہ مخواہ شیعوں کے ذمے لگانا چاہتے ہیں کہ وہ موجودہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں وہ اہلسنت کے مستند اور مشہور عالم مفسر علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر اتقان کا مطالعہ کریں اور اس میں کسی عام شخصیت سے نہیں بلکہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

رسول ﷺ کے ایام میں سورۃ الاحزاب دو سو آیتوں کی پڑھی جاتی تھی پھر جس وقت حضرت عثمانؓ نے مصاحف لکھے اس وقت ہم نے اس سورت سے بجز موجودہ مقدار کے کچھ نہیں پایا۔(١٧)

اور اس سے بڑھ کر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا وہ بیان ملاحظہ فرمائیں جسے علامہ جلال الدین سیوطی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں:

تم میں سے جو شخص یہ بات کہے گا کہ میں نے تمام قرآن اخذ کرلیا ہے درحالیکہ اسے یہ بات معلوم نہیں کہ تمام قرآن کتنا تھا کیونکہ قرآن میں سے بہت سا حصہ جاتا رہا ہے لیکن اس شخص کو یہ کہنا چاہیے کہ تحقیق میں نے قرآن میں سے اتنا حصہ اخذ کیا ہے جو

---

١٦) سیرت عائشہ ص ١٨٤ اشائع کردہ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور

١٧) تفسیر اتقان ج ٢ ص ٥٤ ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری شائع کردہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

کہ ظاہر ہوا ہے۔(۱۸)

ان روایات کے علاوہ تحریف قرآن کے بارے میں علامہ سیوطی کی اتقان میں بہت کچھ موجود ہے جسے ہم نقل کرنا مناسب خیال نہیں کرتے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا اعتراف حقیقت:

ڈاکٹر غلام جیلانی برق ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی معروف سنی دانشور ہیں۔ انہوں نے شیعہ سنی اتحاد کے جذبے کے تحت ''بھائی بھائی'' نامی کتاب لکھی وہ لکھتے ہیں کہ روایات تحریف اگر شیعہ کتب میں ہیں تو اہلسنت کتب بھی ان روایات سے خالی نہیں۔ اہلسنت کتب میں روایات تحریف کی موجودگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> اس قسم کی قریباً چالیس روایات میری نظر سے گزری ہیں جن سے عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں اور یہودیوں نے جی کھول کر فائدہ اٹھایا ہے اور ہم سے یہ سوال کیا کہ جب یہ قرآن تمہاری احادیث کی رو سے محرف ہے تو تم اسے ساری کائنات کے سامنے کس منہ سے پیش کرتے ہو اور یہ وہ سوال ہے جس کا کوئی جواب کسی سنی عالم سے آج تک نہ بن پڑا۔(۱۹)

علامہ تمنا عمادی کی ''جمع القرآن'' اور روایات تحریف:

برادران اہلسنت کی مستند کتب احادیث میں تحریف قرآن کی کس قدر روایات موجود ہیں جو لوگ ان پر ایک نظر ڈالنا چاہیں' وہ علامہ تمنا عمادی کی کتاب ''جمع القرآن'' کا مطالعہ کریں۔ مصنف مذکورہ نے اس کتاب میں ان بہت ساری روایات

---

۱۸) تفسیر اتقان ج ۲' ص ۶۴ ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری مطبوعہ لاہور

۱۹) ملاحظہ ہو ''بھائی بھائی'' ص ۴۰ شائع کردہ غلام علی اینڈ سنز لاہور

کو اکٹھا کر دیا ہے۔

گو وہ تمام روایات تو اکٹھی نہیں کر سکے جس کا اظہار مصنف نے خود ان الفاظ میں کیا ہے۔

اگر زیر زبر اور نقطوں کے فرق بعض الفاظ یا حروف کی تبدیلی اور معنوی تحریفوں کی فہرست پیش کروں تو اس کے لیے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔(۲۰)

مولانا عمر احمد عثمانی اور روایات تحریف:

علامہ تمنا عمادی کی مذکورہ کتاب ''جمع القرآن'' میں مولانا عمر احمد عثمانی کا کافی طویل مضمون بعنوان ''قرآن کریم روایات کے آئینہ میں'' چھپا ہے جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شیعوں کو تو یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ ان کے ہاں کوئی ''مصحف فاطمہ'' نامی قرآن ہے لیکن مولانا عمر احمد عثمانی کے مذکورہ مضمون میں ایک طرف مصحف حضرت عثمانؓ یعنی حضرت عثمانؓ کا جمع کردہ قرآن ہے تو دوسری طرف مصحف اہل مدینہ، مصحف حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، مصحف علیؑ ابن ابی طالب، مصحف عبداللہ ابن عباسؓ، مصحف حضرت عائشہؓ اور دیگر کئی مصاحف کا ذکر ہے اور اس مضمون میں سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ ان تمام مصاحف کا موجودہ قرآن سے جن جن آیات کا اختلاف ہے وہ فہرستوں کی صورت میں مضمون نگار نے ترتیب دیا ہے اور صرف حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے پاس موجود قرآن کی موجودہ قرآن سے اختلاف کی ایک سوا ڑتیس آیات کی فہرست پیش کی ہے۔ اسی طرح دیگر مصاحف کی فہرستیں بھی لکھی گئیں ہیں۔

مولانا عمر احمد عثمانی کے مضمون کا ماخذ کون سا ہے؟

مولانا عمر احمد عثمانیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ ابن عباسؓ ابن زبیرؓ وغیرہ صحابہ

---

۲۰) ملاحظہ ہو ''جمع القرآن'' ص ۹۵ مطبوعہ کراچی

جن کے نام اوپر لکھے گئے ہیں کے پاس قرآن کے جو نسخے موجود تھے ان کے موجودہ قرآن سے اختلاف کی جو فہرستیں پیش کی ہیں ان سب کا ماخذ حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی داوٗد کی کتاب ''کتاب المصاحف'' ہے جس کے بارے میں مولانا عثمانی لکھتے ہیں:

یہ کتاب ابوبکر عبداللہ بن ابی داوٗد کی تصنیف ہے جن کا سن پیدائش ۲۳۰ھ اور سن وفات ۳۱۶ھ ہے آپ حدیث کے مشہور امام ابو داوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی (جن کی کتاب سنن ابی داوٗد صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے) کے صاحبزادے ہیں آپ کی ''کتاب المصاحف'' علمائے حدیث کے ہاں بہت مستند شمار کی جاتی ہے چنانچہ اکثر متقدمین کی کتابوں میں اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔ امام ابن الجوزیؒ نے ان کو ثقہ ''کبیر مامون'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

تھوڑا اوپر اسی کتاب کے بارے میں لکھا ہے اس میں قرآن کریم سے متعلق ان تمام روایات کو یکجا کر دیا گیا ہے یہ روایتیں اکثر صحاح ستہ اور دوسری مستند کتب روایات میں منتشر طور پر موجود ہیں (۲۱)

مولانا عمر احمد عثمانی کا افسوس ناک انکشاف:

مولانا عثمانی یہ تمام روایات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

آپ کو معلوم ہے یہی ''کتاب المصاحف'' جس کا ذکر اوپر گزر

---

۲۱) جمع القرآن ص ۳۴۷ شائع کردہ الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ مکان نمبر 3-17اے بلاک نمبر 1 ناظم آباد کراچی

چکا ہے، شائع کس طرح ہوئی؟ ایک فاضل مستشرق ہے (Arther jeffery) اس نے کیا یہ ہے کہ قرآن کے متعلق جس قدر اختلاف ہماری کتب روایات میں پائے جاتے ہیں، ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے شائع کر دیا ہے۔ کتاب کا نام ہے:

(Materials for the History of the text of the Quran)

اس کے ساتھ ہی اس نے اس خیال سے کہ مبادا یہ نہ کہہ دیا جائے کہ ایک غیر مسلم (عیسائی) نے معاندانہ طور پر غیر مستند چیزوں کو جمع کر دیا ہے۔ امام عبداللہ ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف کو من وعن شائع کر دیا ہے جس میں وہ تمام احادیث موجود ہیں جو ان اختلافات کی سند ہے اور اس طرح ساری دنیا پر ظاہر کر دیا کہ یہ ہے اس کتاب کی حقیقت جس کے متعلق مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے۔ (۲۲) حاشیہ پر مولانا عمر احمد عثمانی لکھتے ہیں یہ کتاب (E.J.Brill) پبلشرز لیڈن سے مل سکتی ہے۔

ایک شیعہ عالم دین کی دردمندانہ اپیل:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی اس بحث کا اختتام شیعہ مفسر قرآن علامہ سید علی نقی مجتہد کے ان الفاظ پر کریں جو آج بھی مسلمانوں کو دعوت فکر دے رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> موجودہ زمانے میں اسلام پر مخالفین کے حملے ہو رہے ہیں اور وہ چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے۔ موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی تھی کہ تمام مسلمان ہم آہنگ ہو کر

---

۲۲) جمع القرآن ص ۳۷۴ تا ۳۷۵ شائع کردہ الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ مکان نمبر 3-17 اے بلاک نمبر ناظم آباد کراچی

مخالفین کے مقابلے کے لیے ایک متحدہ محاذ جنگ پیش کرتے۔ بعض افراد جو خود مسلمانوں کے اندر افتراق واختلاف کی خلیج کو وسیع کرنا اپنے لیے بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ ہر روز ایسے ایسے مسائل معرض بحث میں لانا ضروری سمجھتے ہیں جن سے خوامخواہ اسلامی شیرازہ منتشر اور اتحاد اسلامی کی دیوار میں رخنہ پیدا ہو۔ اگر اسلام سے سچی محبت ہو تو لازم یہ ہے کہ اس قسم کے سوالات اٹھا کر افتراق کا مظاہرہ نہ ہونے دو بلکہ تمام فرق اسلامیہ کے اس متفقہ عقیدہ کو کہ ''قرآن مجید وحی سماوی اور کتاب زمانی منزل من اللہ رسول کا اعجاز ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور نہ اس میں ذرہ برابر باطل کا شائبہ ہے اور اس پر ایمان واعتقاد و کامل تمام مسلمانوں کے اسلام کا جزو اعظم ہے اسے متفقہ صورت پر باقی رہنے دو۔ (۲۳)

• • •

---

۲۳) ملخص از تحریف قرآن کی حقیقت ص ۸۷ شائع کردہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

- نکاح متعہ قرآن وسنت کی روشنی میں
- نکاح متعہ کیا ہے؟
- کیا پیغمبر اسلامؐ نے نکاح متعہ کرنے کی اجازت دی ہے؟
- نکاح متعہ کے بارے میں چند واضح احادیث
- علمائے اہلسنت کے معذرت خواہانہ بیانات
- حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور نکاح متعہ
- نکاح متعہ کے بار بار حلال اور حرام ہونے کی سرگزشت علمائے اہلسنت کی زبانی
- نکاح متعہ کے جائز وحلال ہونے کا اعلان بار بار کیوں ہوا؟
- کیا نکاح متعہ کئی بار حرام بھی ہوا؟
- نکاح متعہ بعد از زمانہ پیغمبرؐ
- نکاح متعہ کے بارے میں علمائے اہلسنت کے تائیدی بیانات

- علمائے اہلسنت کا متفقہ فیصلہ کہ متعہ کرنیوالے پر حد جاری نہیں ہوتی
- نکاح متعہ شیعہ کتب کی روشنی میں
- نکاح متعہ میں افراط کی ممانعت
- بازاری قسم کی عورتوں سے نکاح متعہ کی سخت ممانعت
- دائمی نکاح کی طرح نکاح متعہ میں بھی عدت ہوتی ہے
- نکاح متعہ کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط فہمی اور اس کا ازالہ

نکاح متعہ قرآن وحدیث کی روشنی میں:

شیعوں اور اہلسنت کے درمیان نکاح متعہ متنازعہ مسئلہ چلا آرہا ہے۔ شیعوں کا شروع ہی سے یہ دوٹوک اور اصولی مؤقف رہا ہے کہ نکاح متعہ کا حکم خدا نے قرآن میں نازل کیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ کرامؓ کو یہ نکاح کرنے کی اجازت دی جس پر بخاری شریف وغیرہ کتب اہلسنت گواہ ہیں حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ نکاح ہوتا رہا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اس کی ممانعت کردی۔ ہم آج بھی بڑے ادب سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ جس ہستی نے ہمیں اسلام کے احکام بتلائے ہیں۔ اگر ان کے فرامین میں نکاح متعہ کا ثبوت موجود ہے تو پھر برادران اہلسنت کو خواہ مخواہ اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے اور ضد چھوڑ دینی چاہیے اور اگر شیعہ یہ ثبوت نہ پیش کرسکیں تو پھر انہیں اپنے مؤقف پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ اب ہم ذیل میں کتب اہلسنت سے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔

نکاح متعہ کیا ہے؟

اہلسنت عالم مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

> متعہ کا نکاح یہ ہے کہ ایک میعاد معین تک نکاح کرے جیسے ایک دن دو دن ایک ہفتہ ایک ماہ ایک سال تین سال کے لیے۔(۱)

صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی میں نکاح متعہ کی وضاحت اس طرح آئی ہے۔

---

۱) سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۷۶ شائع کردہ مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور۔

نکاح متعہ یہ ہے کہ ایک معین مدت تک ایک مہر پر کسی عورت سے نکاح کرنا اور اس مدت کے بعد وہ نکاح ختم ہو جائے۔(۲)

علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

> رہا نکاح متعہ کی حقیقت سو وہ یہ ہے کہ عقد ازدواج میں یہ قید لگائی جائے کہ یہ عقد ایک خاص وقت تک کے لیے ہوگا۔ مثلاً مرد یہ کہے کہ تو ایک ماہ کے لیے اپنے آپ کو میری زوجیت میں دے دے یا میں تیرے ساتھ ایک سال کے لیے نکاح کرتا ہوں وغیرہ (یہ متعہ ہے) خواہ یہ معاملہ گواہوں کی موجودگی میں ہو اور ولی کی شمولیت میں ہو یا اس کے بغیر۔(۳)

واضح رہے کہ بعض علماء اہل سنت نے نکاح متعہ کی تعریف کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ نکاح ابتدائے اسلام میں جائز تھا۔ بعد میں اس کی ممانعت کر دی گئی لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ خود علمائے اہلسنت تسلیم کرتے ہیں کہ نکاح متعہ فتح مکہ کے دن بھی جائز تھا جیسا کہ آئندہ سطور میں تفصیل آ رہی ہے۔

کیا پیغمبرؐ نے نکاح متعہ کرنے کی اجازت دی ہے؟

گذشتہ سطور میں اس بات کی وضاحت ہوگئی کہ نکاح متعہ اس نکاح کو کہتے ہیں جس میں وقت کی قید لگا دی جائے۔ مثلاً ایک دن ایک سال پانچ سال یا اسی طرح جو بھی مدت ہو۔ اب ہم اہلسنت کی کتب احادیث پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ کرامؓ کو وقتی نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ سب سے پہلے صحیح مسلم کی حدیث ملاحظہ ہو:

---

۲) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۴، ص ۱۳ ترجمہ مولانا وحید الزمان خان از نعمانی کتب خانہ لاہور

۳) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۴، ص ۱۶۷ مطبوعہ لاہور

عن عبد اللّٰہ یقول کنا نغز و مع رسول اللّٰہ ﷺ
لیس لنا نسآء فقلنا الانستخصی فنھانا عن ذالك
ثم رخص لنا ان تنکح المراۃ بالثوب الی اجل

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جہاد کرتے تھے رسول ﷺ کے ہمراہ اور ہمارے پاس عورتیں نہ تھیں اور ہم نے کہا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں۔ آپؐ نے ہم کو منع فرمایا اس سے اور اجازت دی ہم کو کہ ایک کپڑے کے بدلے ایک معینہ مدت تک عورت سے نکاح کریں۔(۴)

تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ یہ حدیث بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔

بخاری میں حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فرخص لنا بعد ذلك ان نتزوج المراۃ بالثوب ثم قرا

فرمایا تھوڑے یا کم دن کے لیے جس پر عورت راضی ہو جائے نکاح کرلو۔(۵)

بخاری کا یہ ترجمہ چار مولانا صاحبان کی مشترکہ کاوش کا نتیجہ ہے۔

اب ہم بخاری کی ایک اور شرح کی طرف رجوع کرتے ہیں جو مولانا وحید الزمان حیدر آبادی نے کی ہے وہ حدیث کے آخری فقرہ

فرخص لنا بعد ذالك ان نتزوج المراۃ بالثوب

کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں: (پھر اسی سفر میں) آپؐ نے

---

۴) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۴ ص ۱۲ تا ۱۳ طبع لاہور

۵) بخاری ج ۲ ص ۷۴۷ شائع کردہ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

ہم کو یہ اجازت دی کہ ایک کپڑا دیکر بھی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں یعنی متعہ۔(٦)

مولانا وحید الزمان کے اس ترجمہ سے بات صاف معلوم ہوگئی کہ نبی پاکؐ نے صحابہ کرامؓ کو نکاح متعہ کرنے کی اجازت دی۔اس حدیث کی شرح میں حاشیہ پر مولانا وحید الزمان کا عجیب وغریب اعتراف ملاحظہ ہو۔وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں اس حدیث سے بھی متعہ کی حلت سفر میں عین ضرورت کی حالت میں نکلتی ہے نہ بے ضرورت حالت حضر میں۔(٧)

ہم کہتے ہیں چلو حالت سفر میں ہی سہی۔مولانا نے نکاح متعہ کا جائز ہونا تسلیم تو کرلیا اور دوسری بات یہ کہ شیعہ بے چارے بھی تو یہی کہتے ہیں کہ:

نکاح متعہ ضرورت کے وقت جائز ہے۔اگر کوئی شخص پاک دامن رہ سکتا ہے تو درست اور اگر حرام کاری میں پڑنے کا ڈر ہو تو شریعت نے یہ راستہ بھی بتایا ہے۔

نکاح متعہ کے بارے میں چند مزید واضح احادیث:

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ اور حضرت سلمہؓ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول ﷺ کا منادی نکلا اور اس نے پکار کر کہا کہ

ان رسول اللّٰہ ﷺ قد اذن لکم ان تستمتعوا

---

٦) تیسر الباری شرح بخاری ج٦، ص ١١١ مطبوعہ کراچی

٧) تیسر الباری شرح بخاری ج٦، ص ١١١ مطبوعہ کراچی

٨،٩) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ٤، ص ١٥،١٦ ترجمہ مولانا وحید الزمان حیدر

یعنی متعة النسآء

رسولؐ اللہ نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔(۸)

صحیح مسلم ہی کی دوسری حدیث جو حضرت سلمہؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

ان رسول اللّٰہ ﷺ اتا نا فاذن فی المتعة

سلمہؓ اور جابرؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم کو متعہ کی اجازت دی۔(۹)

بخاری شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

انه قد اذن لکم أن تستمتعوا فاستمتعوا

تم کو متعہ کرنے کی اجازت ہے تو تم متعہ کرلو۔(۱۰)

اوپر والی صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ "ان تستمتعوا" اور بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ ان تستمتعوا فاستمتعوا یعنی تم کو متعہ کرنے کی اجازت ہے تو تم متعہ کرلو۔ ذہن میں رہیں اور اب قرآن کی جس آیت سے شیعہ متعہ کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

فما استمتعتم به منهن فأتوهن اجورهن

(نساء آیت ۲۴)

ہاں جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہو تو انہیں جو مہر معین کیا ہو دے دو۔ (ترجمہ شیعہ مفسر سید فرمان علی)

پس معلوم ہوا کہ قرآن کے اس حکم کے مطابق ہی نبی پاکؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تمہیں نکاح متعہ کی اجازت ہے جو تم میں سے کرنا چاہیں، کرسکتے ہیں بلکہ

---

۱۰) تیسر الباری شرح بخاری ج ۷، ص ۴۵ شائع کردہ تاج کمپنی

اہلسنت مفسرین اور محدثین نے تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جو کہ جلیل القدر صحابی ہیں کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس آیت کو قرآن میں یوں پڑھا ہے۔

یہ الفاظ مولانا وحید الزمان حیدر آبادی کے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

فمستمتعتم به منهن الٰی اجل مسمّٰی

جس سے صراحتاً حلت ثابت ہوتی ہے۔(۱۱)

شیعہ علامہ آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطاء لکھتے ہیں:

غالباً رسول پاکؐ کے ان جلیل القدر صحابی کا مقصود یہ ہوگا کہ پروردگار عالم نے اس کی تفسیر یوں نازل فرمائی ہے۔(۱۲)

علمائے اہلسنت کے معذرت خواہانہ بیانات:

ایک طرف تو علمائے اہلسنت نکاح متعہ کے بارے میں شیعوں کو خوب بدنام کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ ایسے بیانات نقل کرتے ہیں جن سے ان کے موقف کی کمزوری عیاں نظر آتی ہے اور پڑھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ چند علماء کے بیانات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

نکاح متعہ یا وقتی نکاح ان وقتی احکام کے مطابق ہیں جو حالت جنگ میں مصلحتاً دیئے جاتے ہیں کیونکہ لشکر نوجوان اشخاص پر مشتمل تھا اور ان میں اتنی استطاعت نہ تھی کہ مستقل طور پر شادی کر لیتے۔(۱۳)

---

۱۱) تیسر الباری شرح بخاری ج ۶، ص ۱۱۱ ۱۲) اصل واصول شیعہ ص ۱۰۶ مطبوعہ لاہور

۱۳) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۴، ص ۱۶۸

دوسری جگہ یہی مولانا لکھتے ہیں:

علماء اس پر متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے ابتدائے اسلام میں ناگزیر حالات کے تحت اس کی اجازت دی تھی۔(۱۴)

حاشیہ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی پر لکھا ہے:

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ ایک جماعت نے حدیث جواز متعہ کو صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے اور مسلمؒ نے اس میں سے ذکر کیا ہے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور جابرؓ اور سلمہ بن اکوع اور سبرہ بن معبد جہنی کی روایتوں کو اور ان سب روایتوں میں اس کا جواز سفر میں مذکور ہے نہ کہ حضر میں اور بوقت ضرورت نہ کہ بلاضرورت اور ظاہر ہے عرب کا ملک گرم ہے اور اسفار جہاد میں عورتوں کا ساتھ رکھنا مشکل ہے۔(۱۵)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

اصل معاملہ یہ ہے کہ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں نکاح کے جو طریقے رائج تھے' ان میں سے ایک ''نکاح متعہ'' بھی تھا یعنی یہ کہ کسی عورت کو کچھ معاوضہ دے کر ایک خاص مدت کے لیے اس سے نکاح کر لیا جائے نبی ﷺ کا قاعدہ یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کسی چیز کی نہی کا حکم نہ مل جاتا تھا آپ پہلے کے رائج شدہ طریقوں کو منسوخ نہ فرماتے تھے بلکہ یا تو ان کے رواج پر سکوت فرماتے یا بوقت ضرورت ان کی اجازت بھی دے

---

۱۴) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۵' ص ۲۵۱ مطبوعہ لاہور

۱۵) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۴' ص ۱۳

دیتے۔ چنانچہ یہی صورت متعہ کے بارے میں بھی پیش آئی۔ابتداً
آپ نے اس کے رواج پر سکوت فرمایا اور بعد میں کسی جنگ یا سفر
کے موقع پر اگر لوگوں نے اپنی شہوانی ضرورت کی شدت ظاہر کی تو
آپؐ نے اس کی اجازت بھی دے دی کیونکہ حکم نہی اس وقت
تک نہ آیا تھا پھر جب حکم نہی آ گیا تو آپؐ نے اس کی قطعی ممانعت
فرمادی لیکن یہ حکم تمام لوگوں تک نہ پہنچ سکا اور اس کے بعد بھی کچھ
لوگ ناواقفیت کی بنا پر متعہ کرتے رہے۔ آخر کار حضرت عمرؓ نے
اپنے دور میں اس حکم کی اشاعت کی اور پوری قوت کے ساتھ اس
رواج کو بند کیا۔(۱۶)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا کمزور عذر اور اس کا جواب:

ہم سید الاعلیٰ مودودی جیسے باخبر محقق کے جواب میں یہی عرض کریں گے کہ جب اعلان رسالت کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی مکی زندگی میں ہی قرآن نے دوٹوک اعلان کر دیا تھا کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا

(بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۲)

زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی (کی بات)
ہے اور بُری راہ ہے (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

قرآن کے اس واضح حکم کے بعد ہماری سمجھ میں تو یہی بات آتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے جاھلانہ نکاح کے وہ تمام طریقے ختم کر دیئے جن میں زنا کا شائبہ بھی موجود تھا کیونکہ زنا کو بعض روایات کے مطابق شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ شمار کیا

---

۱۶) رسائل مسائل ج ۲، ص ۲۲ مطبوعہ لاہور ایڈیشن ۱۹۹۲ء

گیا ہے۔زمانہ جاھلیت میں نکاح کے جوطریقے رائج تھے اس کے متعلق بخاری شریف میں ام المؤمنین حضرت عائشہ سے ایک حدیث مروی ہے جس کے شروع میں ام المؤمنین بیان فرماتی ہیں کہ

اَلنِّکَاحَ فِی الجَاھلیّۃ کان علٰی أربعۃٍ

(بخاری کتاب النکاح)

زمانہ جاھلیت میں عرب لوگ چار طریقہ سے نکاح کرتے تھے

جن کا خلاصہ اس حدیث کے مطابق یہ ہے کہ

1) ایک تو اس طرح جیسے آج کل لوگ نکاح کرتے ہیں۔

2) مرد خود اپنی بیوی کو اجازت دیتا ہے کہ فلاں شخص کو (جو کہ بہت سی خوبیوں کا مالک ہوتا) اپنے ہاں بلا کر اس سے خلوت میں ملاقات کرتا کہ اگر اس سے بچہ پیدا ہو تو مذکورہ شخص والی خوبیوں کا مالک ہو اسے نکاح استبضاح کہتے۔

3) تیسرا کئی مرد مل کر کسی عورت کو کئی روز تک اپنے پاس رکھتے بچہ پیدا ہونے کی صورت میں وہ عورت جس سے اسے منسوب کرتی اسے قبول کرنا پڑتا۔

4) جاھلیت کا چوتھا نکاح یہ تھا کہ مختلف مرد کسی فاحشہ عورت کے گھر آمد ورفت رکھتے اولاد پیدا ہونے پر ان سب مردوں کے سامنے قیافہ شناس کو بلایا جاتا اور وہ قیافہ شناس بتاتا کہ یہ بچہ ان میں سے فلاں شخص کا ہے ام المؤمنین کی روایت کردہ اس حدیث کے آخری الفاظ اس طرح ہیں کہ

فلما بعث محمدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالحق

ھدم نکاح الجاھلیۃ کلہ الا النکاح الناس

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا

تو آپ نے جاھلیت کے تمام نکاح موقوف کردیئے (یعنی ختم

کردیئے) ایک یہی نکاح باقی رکھا جس کا آج رواج ہے۔

(تیسر الباری شرح بخاری کتاب النکاح جلد نمبر ۷ ص ۵۴ و ۵۵ طبع کراچی)

اسلام اور پیغمبر اسلامؐ نے نکاح کا جو طریقہ باقی رکھا لونڈیوں سے تمتع جس کا آج بھی عرب میں رواج ہے۔ نکاح متعہ جس کی ھجرت کے بعد مدنی زندگی میں بھی اجازت باقی رہی اور دائمی نکاح کا طریقہ برقرار رکھا باقی رہا مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ نکاح متعہ پر پابندی کا حکم تمام لوگوں تک پہنچ نہ سکا تو ہم کہتے ہیں کہ

کاش مولانا مودودی جیسا مفکر یہ لکھ دیتا کہ نکاح متعہ کی ممانعت کب ہوئی؟ یہ نہی کا حکم کب آیا؟ اتنا اہم حکم قرآن کی کسی آیت میں مذکور ہے؟ کیا اتنا اہم حکم صرف زبانی پیغمبرؐ تک پہنچا دیا گیا؟ اس کے لیے کسی آیت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ مولانا مودودی کا یہ لکھنا کہ یہ حکم تمام لوگوں تک نہ پہنچ سکا اور اس کے بعد بھی کچھ لوگ ناواقفیت کی بنا پر متعہ کرتے رہے' ظاہر کرتا ہے کہ یہ حکم قرآن میں نہیں آیا اگر آیا ہوتا تو تمام لوگوں تک پہنچ جاتا۔ اس بات پر جتنا غور کرتے جائیں' مولانا کا موقف کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ گویا پیغمبر اکرمؐ کا اپنا زمانہ گزر گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ خلافت گزر گیا' لوگ نکاح متعہ کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے آ کر پوری قوت کے ساتھ اس کو بند کیا۔ کیا خدا رسولؐ کے حکم میں قوت موجود نہیں تھی کہ صحابہ کرامؓ اسے تسلیم کر لیتے؟ حضرت عمرؓ کو قوت کیساتھ اسے کیوں بند کرنا پڑا؟ مولانا مودودی کا یہ آخری فقرہ یعنی حضرت عمرؓ نے پوری قوت کے ساتھ اس رواج کو بند کیا' سب سے حیران کن ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

بعض علمائے اہلسنت نے سورہ مومنون کی آیت نمبر ٦ اِلَّا عَلٰی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم۔ سے متعہ کی حرمت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ ان کی نادانی ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور نکاح متعہ کا جائز ہونا مدینہ میں ثابت ہے' اس لیے بعض باخبر علمائے اہلسنت نے خود ایسے لوگوں کو جواب دے دیا۔ مولانا وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں:

> جن لوگوں نے اِلَّا عَلٰی ازواجھم سے متعہ کی حرمت نکالی ہے ان سے غلطی ہوئی ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور متعہ اس کے بعد باتفاق حلال ہوا تھا۔ (١٧)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور نکاح متعہ:

جن صحابہ کرام کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نکاح متعہ کے جائز ہونے کا فتویٰ دیتے تھے ان میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ زیادہ مشہور ہیں۔ بعض علمائے اہلسنت نے ان کے بارے میں ایک عجیب وغریب بات لکھی ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ کو نکاح متعہ کی منسوخی والی روایت نہیں پہنچی تھی۔ جب پہنچ گئی تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا' کتنی مضحکہ خیز ہے یہ بات کہ جو صحابی ساری زندگی مدینہ میں رہا ہو اس تک یہ حدیث پہنچ ہی نہ سکی؟ اگر تو حضرت ابن عباسؓ مدینہ سے دور دراز کہیں چلے جاتے پھر تو ایسی بات کہی جاسکتی تھی۔ ان کا تو لقب ہی ''حبر الامہ'' یعنی ''امت کے فاضل'' ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

---

١٧) تیسر الباری شرح بخاری ج ٦' ص ١١٦ شائع کردہ تاج کمپنی

اہل علم کے وہ اقوال میرے سامنے موجود ہیں جن میں ان کے رجوع کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ دعویٰ مختلف فیہ ہے۔ اس باب میں جو روایات نقل کی گئی ہیں' ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابن عباسؓ نے اپنی رائے کی غلطی مان لی تھی بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ صرف مصلحتاً اس کے حق میں فتویٰ دینے سے پرہیز کرنے لگے تھے۔

فتح الباری میں علامہ ابن حجر ابن بطال کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ **روی اهل مكه و اليمن عن ابن عباس اباحة المتعة و روی عنه الرجوع باسانید ضعيفة و اجازة المتعة عنه** اہل مکہ ویمن نے ابن عباسؓ سے متعہ کی اباحت نقل کی ہے۔ اگرچہ اس قول سے ان کے رجوع کی روایات بھی آئی ہیں مگر ان کی سندیں ضعیف ہیں اور زیادہ صحیح روایات یہ ہیں کہ وہ اس کو جائز رکھتے تھے۔ آگے چل کر خود ابن حجر تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا رجوع مختلف فیہ ہے۔(ج ۹' ص ۱۳۸)(۱۸)

حضرت ابن زبیرؓ اور ابن عباسؓ کا مکالمہ:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ۶۸ ھ میں فوت ہوئے۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابن زبیرؓ نے ایک محفل میں طنزاً ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ کچھ لوگ بصارت کے ساتھ بصیرت کے بھی اندھے ہو گئے ہیں اور متعہ کو جائز کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ فوراً بول اٹھے اور فرمایا کہ میں نے پرہیزگاروں کے امام رسول ﷺ کو خود دیکھا ہے کہ انہوں نے خود نکاح متعہ کی اجازت

---

۱۸) رسائل ومسائل ج ۳ ق ص ۵۳' ۵۴ مطبوعہ ۱۹۹۱

دی۔(۱۹)

ہم اپنے محترم قارئین کی توجہ اس جانب مبذول کراتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نبی کریمؐ کی وفات کے تقریباً ستاون سال بعد تک زندہ رہے۔ آخری عمر کا واقعہ اوپر ابھی درج ہوا ہے جو انہوں نے حضرت ابن زبیرؓ کے جواب میں فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ تو عمر کے آخری حصے تک نکاح متعہ کے جواز کا ہی فتویٰ دیتے رہے اس لیے یہ دعویٰ کتنا مضحکہ خیز ہے کہ انہوں نے نکاح متعہ کے بارے میں اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔

نکاح متعہ کے بار بار حلال اور حرام ہونے کی سرگذشت علمائے اہلسنت کی زبانی:

علمائے اہلسنت نکاح متعہ کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں بڑی عجیب بات لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ مولانا وحید الزمان نے لکھا ہے یہ مولانا پہلے تو لکھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک نکاح متعہ ناجائز ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ اوائل اسلام میں متعہ درست تھا پھر خیبر کے روز حرام ہوا۔ پھر عمرہ قضاء میں درست ہوا پھر فتح مکہ کے روز حرام ہوا۔ پھر جنگ اوطاس میں درست ہوا پھر تبوک میں درست ہوا پھر حجۃ الوداع میں حرام ہوا اس بار بار کی حرمت اور حلت سے لوگوں کو شبہ باقی رہا۔ بعض لوگ متعہ کرتے تھے بعض نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں بھی ایسا ہی رہا اور حضرت عمرؓ کے اوائل خلافت میں بھی حلال رہا بعد اس کے حضرت عمرؓ نے اس کی حرمت برسر منبر بیان کی۔ جب سے لوگوں نے متعہ کرنا چھوڑ دیا مگر بعض صحابہ اس کے

---

۱۹) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۴، ص ۱۶۸ مطبوعہ لاہور صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۴، ص ۲۰

جواز کے قائل رہے جیسے جابر بنؓ عبداللہ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوسعید اور معاویہ اور اسماء بنت ابوبکر اور عبداللہ بن عباسؓ اور عمرو بن حویرس اور سلمہ بن الاکوع اور جماعت تابعین میں سے بھی جواز کی قائل ہوئی ہے۔ (۲۰)

نکاح متعہ کے جائز و حلال ہونے کا اعلان بار بار کیوں ہوا؟

بات آگے بڑھانے سے قبل ہم اپنا موقف بیان کر دیں کہ نکاح متعہ آنحضرتؐ کی زندگی میں جائز و حلال تھا اور نبی کریمؐ کی زندگی کے بعد بھی حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی سالوں تک جائز ہی رہا جیسا کہ آئندہ احادیث کی روشنی میں وضاحت کی جائے گی۔ رہا یہ سوال کہ نکاح متعہ کے حلال ہونے کے بارے میں آنحضرتؐ کو بار بار کیوں اعلان کرنا پڑا؟ جواباً عرض ہے کہ چونکہ ایک طرف تو نت نئے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور دوسری طرف آنحضرتؐ کو آئے روز کوئی سفر یا جہاد درپیش رہتا تھا جس میں کئی نو مسلم شامل ہوتے تھے۔ ہر سفر میں نئے مسلمانوں کے پوچھنے پر کہ وہ اپنی اس جائز فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کچھ کر سکتے ہیں یا پھر اپنے اعضائے شہوت کو منقطع کرا دیں۔

جیسا کہ بخاری کی روایت (۲۱) اس پر شاہد ہے کہ رسولؐ اللہ کو کئی مرتبہ بتانا پڑا کہ ایسی صورت میں نکاح متعہ جائز و حلال ہے۔ اگر کوئی شخص گھر سے دور ہونے کی بنا پر ضرورت محسوس کرتا ہے تو وہ نکاح متعہ کر سکتا ہے۔ بخاری کے الفاظ ہیں کہ جتنے دن کے لیے عورتیں راضی ہو جائیں ان سے نکاح کر لو۔ (۲۲) جس نکاح میں یہ تعین کر لیا جائے کہ یہ اتنے وقت کے لئے ہے۔ اس کو نکاح متعہ کہتے ہیں۔

---

۲۰) موطاء امام مالک ترجمہ مولانا وحید الزمان خان ص ۳۹۰ شائع کردہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور

۲۱،۲۲) بخاری ج ۲، ص ۷۶۷، ۷۷۵ شائع کردہ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

کیا نکاح متعہ بار بار حرام بھی ہوا ہے؟

یہ سوال کتنا مضحکہ خیز ہے کہ آنحضرتؐ جب کبھی خود سفر میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لے گئے، صحابہ کرام نے گھر سے دوری کی بنا پر اپنی اس ضرورت کا ذکر کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نکاح متعہ کر لیں اور پھر واپسی پر اعلان فرمایا کہ اب یہ نکاح حرام ہے پھر دوسرے سفر میں بھی بعض صحابہ کرام یہی سوال اٹھائیں تو آپؐ پھر اجازت دیں کہ نکاح متعہ کر لیں اور واپسی پر حرام قرار دے دیں پھر تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا یہاں پر ہر ذی شعور کے ذہن میں فوراً چند سوال آتے ہیں کہ

1) کیا زمانہ پیغمبرؐ میں صحابہ کرام اپنے ذاتی کاموں مثلاً کاروبار وغیرہ کے لیے دور دراز کے سفر نہیں کرتے تھے اور انہیں وہاں پر یہ ضرورت پیش نہیں آتی ہوگی۔

2) اس امت کو قیامت تک رہنا ہے۔ لوگوں کو بسلسلہ روزگار اور بسلسلہ تعلیم تو کئی کئی سال گھروں سے دور رہنا پڑتا ہے۔ کیا یہ بات حیران کن نہیں کہ چند روزہ سفر میں آنحضرتؐ خود ساتھ ہوں تو تقریباً ہر دفعہ اجازت دیں کہ عارضی طور پر نکاح کر لو۔ بعد میں قیامت تک ایسی ضرورت کے وقت امت کیا کرے؟

3) تیسرا اہم سوال کہ کیا پیغمبر اکرمؐ بار بار اپنی طرف سے نکاح متعہ کو حلال اور حرام قرار دیتے رہے۔ قرآن میں سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۴ **"فستمتعتم به منهن فاٰتوهن اجورهن"** کہ جن عورتوں سے تم نکاح متعہ کرو انہیں ان کے حق مہر ادا کرو۔ میں نکاح متعہ کے جائز ہونے کا بیان ہے لیکن نکاح متعہ کے ناجائز و حرام ہونے پر قرآن خاموش کیوں ہے؟ بعض علمائے

اہلسنت سورہ مومنون کی آیت نمبر ۶ پیش کرتے ہیں لیکن اس کا جواب خود علمائے اہلسنت نے دیا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور نکاح متعہ مدینہ میں بھی جائز رہا۔ اس سلسلہ میں مولانا وحید الزمان کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ نکاح متعہ نہ صرف زمانہ پیغمبرؑ میں حلال رہا بلکہ بعد میں بھی جائز رہا جیسا کہ ذیل میں ہم بیان کرتے ہیں:

نکاح متعہ بعد از زمانہ پیغمبرؑ:

نکاح متعہ کب تک جائز و حلال رہا۔ جلیل القدر صحابی حضرت جابرؓ کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

عن عطآء قال قدم جابر ابن عبد اللّٰہ معتمرا او جئناہ فی منزلہ فسالہ القوم عن اشیاء ثم ذکروا المتعۃ فقال نعم استمتعنا علٰی عہد رسول اللّٰہ ﷺ و ابی بکر و عمر

عطاؒ نے کہا کہ جابر بن عبد اللہ عمرے کے لیے آئے۔ ہم سب ان کی منزل میں ملنے کے لیے گئے اور لوگوں نے ان سے بہت باتیں پوچھیں۔ پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے رسول ﷺ کے زمانہ مبارک اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا ہے۔ (۲۳)

صحیح مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ ہم کھجوریں وغیرہ بطور حق مہر دے کر کئی دن کے لیے نکاح متعہ کرتے تھے پیغمبر اکرمؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں ''حتیٰ نھی

---

۲۳) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۴، ص ۱۶ ترجمہ مولانا وحید الزمان مطبوعہ لاہور

عنہ عمر فی شان عمر ابن حریث'' یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اس سے عمر بن حریث کے قصہ میں منع فرمایا۔(۲۴)

صحیح مسلم ہی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ

ابونضرہ نے کہا کہ میں جابرؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے دونوں متعوں (یعنی حج تمتع اور عورتوں کے متعہ) میں اختلاف کیا ہے تو جابرؓ نے کہا کہ ہم نے رسول ﷺ کے زمانہ میں دونوں متعہ کیے ہیں پھر ان دونوں سے حضرت عمرؓ نے منع کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے ان دونوں کو نہیں کیا۔(۲۵)

یہ حج تمتع یا متعۃ الحج کیا ہے؟ اس پر ہم ذرا بعد میں تبصرہ کریں گے البتہ حضرت عمرؓ کے وہ الفاظ جن میں انہوں نے ان دونوں متعوں پر پابندی لگائی تھی اہلسنت عالم مولانا وحیدالزمان کی زبانی سنئے۔ وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب لغات الحدیث میں حضرت عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ

متعتان کانتا علٰی عھد رسولؐ اللّٰہ و انا احرمھما

دو متعہ یعنی حج کا متعہ اور نکاح متعہ آنحضرتؐ کے زمانے میں ہوا کرتے تھے۔ (کیونکہ خود آنحضرتؐ نے ان کو درست کر دیا تھا) لیکن میں ان کو حرام کرتا ہوں۔

یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے حرام کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی طرف سے ان کو حرام کرتے ہیں کیونکہ حرام و حلال کرنا شارع کا منصب ہے نہ کہ حضرت عمرؓ کا

---

۲۴) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۴، ص ۱۶، ۱۷ ترجمہ مولانا وحیدالزمان مطبوعہ لاہور

۲۵) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۴، ص ۱۷ ترجمہ مولانا وحیدالزمان مطبوعہ لاہور

بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں ان کی حرمت بیان کیے دیتا ہوں تاکہ لوگوں کو اشتباہ نہ رہے۔(۲۶)

ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ عربی عبارت میں حضرت عمرؓ کے الفاظ تو یہ ہیں کہ "انا احرمها" یعنی میں حرام کرتا ہوں ان دونوں (قسم کے متعہ) کو پھر مولانا وحید الزمان کی تاویل کچھ وزن نہیں رکھتی البتہ شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ حرام وحلال کرنا یا بتلانا پیغمبر اکرمؐ کی ڈیوٹی ہے جن کے پاس وحی آتی ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد حضرت علیؑ سے حضرت امام مہدیؑ تک تمام ائمہ اسی حلال وحرام پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ مولانا وحید الزمان اسی کتاب میں دوسری جگہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

استمتعنا على عهد رسول اللهؐ و عهد ابى بكر و صدرا من خلافة عمر حتّٰى قال فيها رجل برائة ماشاء

(حضرت جابرؓ کہتے ہیں) ہم آنحضرتؐ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ صدیق کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کی شروع کی خلافت میں برابر متعہ کرتے رہے یہاں تک ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا وہ کہا (مراد حضرت عمرؓ ہیں انہوں نے متعہ سے منع کر دیا)۔(۲۷)

بلکہ یہی مولانا وحید الزمان اسی کتاب میں حضرت علیؑ کا ایک قول نقل کرتے ہیں۔ جس کے الفاظ یوں ہیں:

---

۲۶) لغات الحدیث ج ۴، کتاب "م"، ص ۹ طبع کراچی

۲۷) لغات الحدیث ج ۴، ص ۱۰ کتاب "م"، طبع کراچی

لو لم ینہ عمر عن المتعۃ ما زنا الا شقی

حضرت علیؑ نے فرمایا اگر حضرت عمرؓ متعہ سے منع نہ کرتے تو زنا وہی کرتا جو بدبخت ہوتا کیونکہ متعہ آسان ہے اور اس سے کام نکل جاتا ہے پھر حرام کاری کی ضرورت نہ رہتی۔ (۲۸)

نکاح متعہ کے بارے میں اہلسنت کے تائیدی بیانات:

نکاح متعہ کے بارے میں علمائے اہلسنت عجیب کشمکش کا شکار ہیں ایک طرف شیعہ کے خلاف غلط پراپیگنڈا کیا جاتا ہے اور سادہ لوح عوام کے ذہنوں میں بے شمار غلط باتیں ڈالی جاتی ہیں لیکن یہ علماء جب احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ حقائق کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ مولانا وحیدالزمان جیسے نامور سکالر یہ لکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ

متعہ کی حرمت زنا کی طرح قطعی اور یقینی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں ایسا مجبور ہو کہ اس کو زنا میں پڑ جانے کا ڈر ہو تو وہ متعہ کر سکتا ہے کیونکہ متعہ اختلافی حرام ہے اور زنا اتفاقی حرام زنا کسی شریعت میں درست نہیں ہوا اور متعہ خود ہماری شریعت میں کئی بار درست ہوا۔ (۲۹)

اہلسنت مفسر علامہ شبیر احمد عثمانی کا دبے لفظوں میں اعتراف حقیقت:

اہلسنت کے یہ عالم نکاح متعہ کی بحث میں لکھتے ہیں کہ

(متعہ کرنے والی عورت) مرد سے علیحدگی کے بعد فوراً دوسرے مرد سے متعہ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی جب تک ایک دفعہ حیض نہ آ جائے اس لیے بالکلیہ اسے زنا نہ کہنا چاہیے۔ (۲۹a)

---

۲۸) لغات الحدیث ج ۴، ص ۹ کتاب "م" طبع کراچی

۲۹) ملاحظہ ہو تیسر الباری شرح بخاری ج ۷، ص ۴۴ طبع کراچی

۲۹a) فتح الملہم ج ۳، ص ۴۴۴ بحوالہ تدوین حدیث ص ۳۷۴ از مولانا مناظر احسن

سید ابوالاعلیٰ مودودی خود نکاح متعہ کے عدم جواز کے قائل ہونے کے باوجود لکھتے ہیں کہ

سلف کے ایک گروہ کی رائے میں اس کے جواز کی گنجائش اضطرار کی حالت کے لیے تھی لہذا متعہ کے قائلین اگر انہی کی رائے کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں کم از کم اس حد سے تجاوز نہ کرنا چاہیے۔(۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ شیعہ بے چارے بھی تو ضرورت کے وقت ہی اسے مباح سمجھتے ہیں۔

تفصیل آگے آرہی ہے۔

علمائے اہلسنت کا متفقہ فیصلہ کہ نکاح متعہ کرنے والے پر حد جاری نہیں ہوتی:

مولانا وحید الزمان حیدر آبادی حاشیہ موطاء امام مالک پر لکھتے ہیں:

متعہ کرنے والے پر بالاتفاق زنا کی حد لازم نہیں آتی حضرت عمرؓ نے ڈرانے کے واسطے یہ کہا تا کہ لوگ متعہ سے باز رہیں۔(۳۱)

مولانا عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

جو شخص نکاح متعہ کرتا ہے (اس کی پاداش میں) اسے سزا دی جائے گی لیکن حد (شرعی سزائے زنا) نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس کے جائز ہونے کا جو قول ہے اس سے (اس کا خالص زنا ہونا) مشتبہ

---

۳۰) رسائل ومسائل ج ۳، ص ۵۳ طبع لاہور

۳۱) ملاحظہ ہو موطاء امام مالک ص ۳۹۰

ہو گیا۔(۳۲)

نکاح متعہ شیعہ کتب کی روشنی میں:

نکاح متعہ کے بارے میں اہلسنت کا نظریہ کیا ہے وہ ہم نے گذشتہ صفحات میں ان کی کتب احادیث وفقہ سے مفصل بیان کر دیا ہے اس سلسلے میں شیعہ نقطہ نظر کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے نکاح متعہ کو حلال کیا اور کبھی بھی اس کو حرام نہیں کیا یہاں تک کہ آپؐ نے انتقال فرمایا۔(۳۳)

نکاح متعہ کے سلسلے میں شیعہ سنی اختلاف بس اتنا ہی ہے کہ شیعہ اس کے مباح ہونے کے قائل ہیں لیکن اکثر برادران اہلسنت جو یکطرفہ پراپیگنڈا کا شکار ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شیعوں کے ہاں نکاح متعہ کا کوئی خاص نظام ہے جہاں گئے وہیں نکاح متعہ کر لیا حالانکہ جب شیعہ کتب احادیث میں نکاح متعہ کے تمام احکام کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو وہاں صورتحال بالکل مختلف نظر آتی ہے جو کہ انتہائی اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

نکاح متعہ میں افراط کی ممانعت:

فروع کافی میں ایسی بہت سی احادیث میں جنہیں علامہ سید علی نقی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''متعہ اور اسلام'' میں درج کیا ہے ملاحظہ ہوں:

قال سالت ابا الحسن موسیٰ علیہ السلام عن المتعۃ فقال و ماانت و زاك قد اغناك اللّٰہ عنہا قلت انما اردت ان اعلمہا قال ھی فی كتاب علی

---

(۳۲) ملاحظہ ہو الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۴ ص ۱۷۰ تا ۱۷۱ طبع لاہور

(۳۳) من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۷۲ مطبوعہ کراچی

علیہ السلام۔

(فروع کافی ج ۵، ص ۴۵۲ مطبع تہران ۱۳۹۱ھ ناشر دارالکتب السلامیہ تہران)

علی بن یقطین کی روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے نکاح متعہ کے متعلق سوال کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے تمہارے تو خدا کے فضل سے بیوی موجود ہے انہوں نے کہا نہیں میں صرف جاننا چاہتا ہوں حضرت علیہ السلام نے فرمایا:

نکاح متعہ کا جواز کتاب علی علیہ السلام میں موجود ہے۔

اسی طرح امام رضاؑ کی روایت ملاحظہ ہو:

کتب ابوالحسنؑ الی بعض مو الیہ لا تلحوا علی المتعۃ فانما علیك اقامۃ السنہ فلا تسفلوا بھا عن فرئکم و حر ائرکم (فروع کافی ج ۵ ص ۴۵۳)

امام رضاؑ نے اپنے بعض اصحاب کو خط میں تحریر فرمایا کہ نکاح متعہ میں افراط سے کام نہ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح متعہ کی بدولت اپنے گھروں اور گھروالی بیویوں کو چھوڑ بیٹھو۔

تیسری حدیث ملاحظہ فرمائیں:

قال سالت ابا الحسن علیہ السلام عن المتعۃ فقال ھی حلال مباح مطلق لمن یغنہ اللہ بالتزویج فلیستعفف بالمتعۃ فان المستغنی عنھا بالتزویج فھی مباح لہ اذاغاب عنھا

سوال کیا گیا متعہ کے متعلق حضرتؑ نے فرمایا وہ حلال ومباح اور جائز ہے اس شخص کے لیے جسے خداوند عالم نے شادی ہوچکنے کے باعث مستغنی نہ کردیا ہو وہ بے شک متعہ کے ذریعے فعل حرام سے اپنی حفاظت کرے لیکن وہ شخص کہ جس کی شادی ہوچکی ہے اور متعہ کی اسے ضرورت باقی نہیں رہی تو اس کے لیے متعہ اس وقت جائز ہوگا جب وہ کہیں سفر میں جائے اور زوجہ ساتھ موجود نہ ہو۔

بازاری عورتوں سے نکاح متعہ کی سخت ممانعت:

دوسری بہت بڑی غلط فہمی برادران اہلسنت کے ذہنوں میں یہ بیٹھی ہوئی ہے کہ بدکاری کے اڈوں پر بیٹھی ہوئی عورتوں سے بھی نکاح متعہ ہوجاتا ہے حالانکہ اس بات کا بھی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں جس طرح دائمی نکاح پاکدامن عورتوں سے کرنے کے احکام موجود ہیں اسی طرح نکاح متعہ کے لیے بھی عورت کا پاکدامن ہونا شرط ہے۔

فروع کافی سے ابوسارہ کی روایت ملاحظہ ہو:

قال سألت ابا عبد اللّٰہؑ عنها یعنی المتعة فقال لی حلال و لا تزوج الا عفیفة ان اللّٰہ جل و عز یقول والذین هم لفروجهم حافظون

"امام جعفر صادقؑ سے پوچھا نکاح متعہ کے متعلق حضرت نے فرمایا جائز ہے لیکن خیال رکھو کہ عورت جس سے عقد کرو پاکدامن ہو خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے باطنی اعضاء کی حفاظت کرتے ہیں۔۔۔"

دوسری روایت میں اس سے بھی زیادہ تفصیل موجود ہے محمد بن فیض کا بیان ہے

کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایاکم و الکواشف و الدوائی و البغایا و زوات الازواج قلت و ما الکواشف؟ قال اللواتی یکاشفن و بیوتھن و یوئتین قلت فالدواعی قال اللواتی یدعون الی انفسھن و قد عرفن بالفساد قلت فالبغایا؟ قال معروفات بالزنا قلت فزوات الازواج قال المطلقات علٰی غیر السنۃ (فروع کافی ج ۲ ص ۲۴۳)

''امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں تمہیں نکاح متعہ میں پرہیز کرنا ہے کواشف سے اور دواعی سے اور بغایا سے اور زوات الازواج سے۔ کواشف وہ عورتیں جو ظاہر بظاہر فعل حرام کا ارتکاب کرتی ہیں اوران کے مکان عام طور پر معلوم ہیں اور وہاں لوگ جایا کرتے اور دواعی وہ کہ جو خود دعوت دیتی ہیں فساد وخرابی کے ساتھ مشہور و معروف ہیں اور بغایا وہ ہیں جو زنا کاری کے ساتھ مشہور ہیں۔ زوات الازواج وہ ہیں جنہیں طلاق صحیح طریقہ پر نہیں دی گئی۔ (یعنی غیر سنت طریقہ سے طلاق دی گئی ہو۔)''

امام رضاؑ فرماتے ہیں:

اذا کانت مشہور بالزنا و لا یتمتع منھا و لا ینکحھا (فروع کافی ج ۲ ص ۲۴۳)

''اگر عورت ایسی ہو کہ زنا کاری میں مشہور ہے تو اس سے نہ نکاح متعہ کیا جائے اور نہ نکاح دائمی''۔

اسی طرح شیخ صدوقؒ **من لا یحضرہ الفقیہ** میں محمد بن فیض سے روایت

کرتے ہیں کہ

''امام جعفر صادقؒ سے پوچھا گیا کواشف' دواعی' بغایا اور زوات الازواج عورتیں کونسی ہیں جن سے نکاح متعہ کرنا مناسب نہیں آپؑ نے فرمایا کواشف وہ عورتیں جو بے حیا و بے شرم ہیں اور ان کے گھر مشہور ہیں اوران کے پاس لوگ آتے جاتے ہیں راوی نے پوچھا دواعی سے کون سی عورتیں مراد ہیں آپؑ نے فرمایا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی طرف لوگوں کو دعوت دیتی ہیں بدکاری میں مشہور ہیں راوی نے عرض کی بغایا سے کونسی عورتیں مراد ہیں آپؑ نے فرمایا جو زنا میں مشہور ہیں راوی نے عرض کیا کہ زوات الازواج کونسی عورتیں ہیں آپؑ نے فرمایا جن کی طلاق غیر سنت طریقہ پر ہوئی ہے''۔(۳۴)

دائمی نکاح کی طرح نکاح متعہ میں بھی عدت ضروری ہے:

علامہ سید علی نقی مرحوم لکھتے ہیں:

''یہ خیال عام طور پر عوام کے دل نشین ہے کہ نکاح متعہ کے لیے عدہ نہیں ہوتا حالانکہ جب ہم متعہ کے احکام شرعی پر نظر ڈالتے ہیں تو اس خیال کو حقیقت سے اتنا فاصلہ معلوم ہوتا ہے جتنا فلک نہم کو زمین سے''۔(۳۵)

واضح رہے کہ علامہ سید علی نقیؒ نے ''متعہ اوراسلام'' ص ۵۶ تا ص ۶۱۔ پر بارہ عدد فرامین ائمہ نقل کیے ہیں کہ نکاح متعہ میں عدت لازمی شرط ہے۔ چند فرامین ملاحظہ

---

۳۴) من لایحضرہ الفقیہ ج ۳' ص ۲۷۳ مطبوعہ کراچی ۳۵) متعہ اوراسلام ص ۵۵ مطبوعہ لاہور

فرمائیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

عدة المتعة خمسة واربعون يوما

''نکاح متعہ کا عدہ پینتالیس دن ہے''۔

دوسری روایت اس سے ذرا مفصل ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

لا يحل ذالك يغرف حتى تنقضى عدتها

''کسی دوسرے شخص کو اس کا حق نہیں کہ جب تک پہلے شوہر والا عدہ ختم نہ ہو جائے (اس عورت سے) نکاح کرے''۔

(فروع کافی ج ۵، ص ۴۵۸)

اس کے علاوہ تہذیب الاحکام ج ۲، وسائل الشیعہ ج ۳، مستدرک الوسائل ج ۲ میں بھی نکاح متعہ کی عدۃ کی تفصیل موجود ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اگر نکاح متعہ کے دوران شوہر فوت ہو جائے تو عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

نکاح متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد اس شخص کی وارث ہوتی ہے:

''ایک شخص نے امام رضاؑ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص عورت سے نکاح متعہ کرے اس شرط پر کہ اولاد کا اس سے مطالبہ نہ کرے اور پھر اولاد ہو تو کیا حکم ہے حضرت نے یہ سن کر اولاد کے انکار سے سخت ممانعت فرمائی اور انتہائی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ہائیں کیا وہ اولاد کا انکار کردے گا''۔

(کافی تہذیب الاحکام، من لا یحضرہ الفقیہ)

شیعہ فقہ کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ

نکاح متعہ کے نتیجہ میں جو اولاد پیدا ہوگی ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو عقد دائمی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کو ہوتے ہیں۔(۳۶)

بالغہ رشیدہ باکرہ لڑکی اور نکاح متعہ؟

نکاح متعہ کے مخالفین ومعترضین جب قرآن وحدیث کے مسلمات کے سامنے لاجواب ہوجاتے تو پھر اکثر دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا کوئی شخص یہ برداشت کرسکتا ہے کہ اس کی کسی عزیزہ سے کوئی شخص نکاح متعہ کرے ایسے لوگوں کی اکثریت چونکہ اپنی فقہ سے واقف نہیں ہوتی فقہ حنفی کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ بالغہ رشیدہ باکرہ لڑکی اپنی مرضی سے جہاں چاہے اپنا نکاح خود کرسکتی ہے والدین سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں نکاح متعہ تو اہلسنت اور شیعوں کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے لیکن دائمی نکاح پر اختلاف بھی نہیں پھر فقہ حنفی اجازت بھی دیتی ہے کہ ایک کنواری لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے لیکن اگر کوئی لڑکی اپنا نکاح والدین کو بتائے بغیر کرے تو والدین اس فعل پر نہ صرف یہ کہ اظہار ناپسندیدگی کرتے ہیں بلکہ اکثر تھانے اور عدالت تک چلے جاتے ہیں۔ بعض مقامات پر تو نوبت قتل تک پہنچ جاتی ہے۔ فقہ جعفریہ میں بیوہ اور مطلقہ عورت سے نکاح متعہ جائز ہے جبکہ کنواری لڑکی سے نکاح متعہ اکثر فقہا نے نہ صرف مکروہ کہا ہے بلکہ مرحوم آیت اللہ بروجردیؒ اور آقائے محسن الحکیمؒ آقائے خوئیؒ وغیرہ کے نزدیک کنواری لڑکی سے نکاح متعہ کرنے کے لیے احتیاط واجب ہے کہ اس کے والد سے اجازت لی جائے کیونکہ نکاح متعہ کے بعد وہ لڑکی ثیبہ یعنی شوہر دیدہ کے زمرے میں آجاتی ہے جس طرح طلاق یافتہ عورت ہوتی ہے۔

---

(۳۶) قوانین الشریعہ ج ۲، ص ۱۹۷

جس طرح سنی والدین باوجود جائز ہونے کے یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتے کہ ان کی بیٹی ازخود کہیں نکاح کر لے اسی طرح کوئی شیعہ بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیٹی ایسا نکاح کرے جس میں کچھ عرصہ بعد وہ مطلقہ کے زمرے میں آ جائے اور اس کا اگر آئندہ عقد کیا جائے تو بتانا پڑے کہ یہ ثیبہ یعنی شوہر دیدہ ہے جو فقہا کنواری لڑکی کے لیے والد کی اجازت ضروری لکھتے ہیں ان کے پیش نظر غالباً من لا یحضرہ الفقیہ کی یہ حدیث ہے کہ

> ''ابان نے ابی مریم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا وہ کنواری لڑکی جس کا باپ موجود ہو اس کے باپ کی اجازت کے بغیر اس سے متعہ نہیں کیا جائے گا''۔(۳۷)

نکاح متعہ کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط فہمی اور اس کا ازالہ:

نکاح متعہ کے بارے میں یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ بازاری قسم کی عورتوں سے اور جو بے حیا اور بدکاری میں مشہور ہوں جائز نہیں دوسرا یہ کہ نکاح متعہ میں عدت لازمی شرط ہے اس سلسلے میں ایک اور انتہائی اہم بات کی طرف ہم اپنے محترم قارئین کی توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی عورت نے کسی مرد کے ساتھ نکاح متعہ کیا اور اس کے بعد دوران عدت وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح متعہ کرتی ہے یا دائمی نکاح کرتی ہے تو وہ عورت شرعی سزا کی مستحق ہوگی اور اگر مرد کو بھی اس بات کا علم ہو کہ یہ عورت ابھی عدت گزار رہی تو پھر مرد اور عورت دونوں پر شرعی حد جاری ہوگی۔

محترم علمائے اہلسنت ایک نظر انصاف ادھر بھی:

ہم آخر میں ایک مرتبہ پھر اُن علمائے اہلسنت کو دعوت انصاف دیتے ہیں جو

---

۳۷) ملاحظہ ہو من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۴۷۲ مطبوعہ کراچی

شیعوں کو بدنام کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنا شاید اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں اور نکاح متعہ کو توڑ مروڑ کر عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں کیا ایسے علماء کرام اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ان کے اپنے ہاں اس سلسلے میں کتنی وسعت اور سہولت موجود ہے اور نکاح متعہ سے بھی آسان راستے موجود ہیں۔ ہم یہاں پر اھلسنت کی انتہائی قابل احترام شخصیت اور دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کے دور کا ایک واقعہ اور اس پر حضرت عمرؓ کا فیصلہ نقل کرتے ہیں۔ عرب اسکالر فقہی انسائیکلو پیڈیا کے مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی لکھتے ہیں کہ

> ''ایک عورت بھوک سے مجبور ہو کر ایک چرواھے کے پاس آئی اور اس سے کھانا مانگا اس نے اس وقت تک اسے کھانا دینے سے انکار کیا کہ جب تک وہ اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کر دے اس عورت نے بتایا کہ اس مرد نے مجھے تین لپ کھجوریں دیں اور اس نے بتایا کہ میں بھوک سے بالکل مجبور تھی اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا مہر۔ مہر۔ مہر ہر لپ کھجور مہر اور اس پر سے حد ساقط کر دی''۔ (۳۸)

ممکن ہے کوئی شخص اسے اضطراری واقعہ قرار دینے کی کوشش کرے تو اس سوال کا جواب بھی مذکورہ پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس نے دے دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

> ''اس چرواھے والے واقعہ میں بھی حد بربنائے اضطرار ساقط نہیں کی اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے کھجوریں دیئے جانے کو مہر قرار دیا اور اس کو شبہ عقد تصور کر کے اسے اضطرار پر فوقیت دی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کے مدنظر کوئی اور ایسا پہلو ہو

---

۳۸) فقہ حضرت عمرؓ ص ۴۵۲ ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی ایڈیشن سوم ۲۰۰۲ء شائع کردہ۔

جس کی بنا پر آپ نے اسے اضطرار نہ قرار دیا ہو"۔(۳۹)

بدنام محلوں میں بیٹھنے والی عورتوں کی حوصلہ افزائی کا شرمناک الزام:

اپنی کتب احادیث وفقہ سے بے خبر بعض اہل قلم نکاح متعہ کی من مانی تشریح کرتے ہوئے اس کا تعلق بدکاری کے اڈوں پر بیٹھنے والی عورتوں سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ہم گذشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں کہ نکاح متعہ کے بعد عورت کو باقاعدہ عدت گذارنا ہوتی ہے جیسا کہ اہلسنت مفسر مولانا شبیر احمد عثمانی کا بیان بھی پیچھے گزر چکا ہے۔ جبکہ بازاری عورتوں کا عدت والی پابندی سے کیا تعلق اسی وجہ سے ان سے نکاح سے بچنے کا حکم ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ اب ہم اس الزام کے جواب میں اہلسنت اسکالر مولانا محمد تقی الدین امینی ناظم شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سابقہ استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ متعدد عربی واردو کی تحقیقی کتب کے مصنف کا ایک بیان ان کی حال ہی میں شائع ہونے والی تحقیقی کتاب "احکام الشریعہ میں حالات وزمانہ کی رعایت" سے نقل کرتے ہیں انہوں نے "زنا کی اجرت سے حد کا سقوط" کے زیر عنوان جو کچھ لکھا ہے اس کے اصل الفاظ ممکن ہے ہمارے محترم اہلسنت قارئین کے لیے برداشت کرنا مشکل ہوں ان الفاظ کا نرم سے نرم مفہوم بھی یہ بنتا ہے کہ اگر پیسے دے کر کسی عورت سے جنسی تسکین حاصل کر لی جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد نہ لگے گی۔(۴۰) پھر یہی مولانا امینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل سیدنا عمرؓ کا یہ فیصلہ ہے کہ

---

۳۹) فقہ حضرت عمرؓ ص ۴۵۲ از ڈاکٹر محمد رواس پروفیسر پیٹرولیم یونیورسٹی ظہران سعودی عرب شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور

۴۰، ۴۱) احکام الشریعہ میں حالات وزمانہ کی رعایت ص ۲۷ شائع کردہ الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

''ایک عورت نے کسی مرد سے مال مانگا اور اس نے کہا کہ اگر تو مجھے اپنے اوپر قابو دے دے تو میں مال دینے کے لیے تیار ہوں اس صورت میں حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر حد ساقط کر دی کہ مال اس کا حق مہر ہے''۔(۴۱)

ان ہر دو بزرگوں کے یعنی امام ابو حنیفہؒ اور حضرت عمرؓ کے فیصلوں کی بابت مولانا محمد تقی الدین اپنے تبصرہ میں لکھتے ہیں کہ

مذکورہ تصریح کے مطابق طوائفوں اور ان سے متعلق عادی مجرموں پر حد زنا واجب نہ ہوگی۔(۴۲)

واضح رہے کہ مذکورہ بالا دونوں کتب اردو زبان میں مارکیٹ میں عام دستیاب ہیں تحقیق کے خواہشمند خود مطالعہ کر سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود جو حضرات مطمئن نہ ہوں وہ مذکورہ بالا پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس کے فقہی انسائیکلو پیڈیا کی جلد نمبر ۸ جو کہ فقہ امام حسن بصریؒ کے نام سے اردو ترجمہ ہو چکی ہے اس کے ص ۴۳۸ کا مطالعہ فرمائیں کہ عورت اگر فطری خواہش کے ہاتھوں مجبور ہو تو امام حسن بصریؒ اسے کس چیز کی اجازت دینے کے قائل ہیں۔ اسے ہم نے اس لیے نقل نہیں کیا کہ وہ عبارت پڑھ کر ایک طبقہ خوش ہوگا تو بہت سارے برادران کے دل کو ٹھیس لگے گی جو ہمارا مقصد ہی نہیں ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ وہ عبارت پڑھتے ہوئے زبان رک جاتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور سر جھک جاتا ہے اسی لیے ہم وہ شرمناک عبارت نقل کرنے سے معذور ہیں۔

---

۴۲) احکام الشریعہ میں حالات و زمانہ کی رعایت ص ۲۷ شائع کردہ الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

محترم قارئین کو دعوت فکر:

نکاح متعہ کی بحث کو ختم کرتے ہوئے ہم اپنے محترم قارئین کو خواہ وہ کسی بھی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہوں۔ دعوت فکر دیتے ہیں کہ شیعوں کی کسی کے ساتھ ضد نہیں ہے بلکہ ہم تو فقط وہی کچھ کہتے ہیں جو قرآن وسنت سے ثابت ہے نکاح متعہ کے لیے عورت کی وہی شرائط ہیں جو دائمی نکاح کے لیے ہیں اس میں باقاعدہ حق مہر ہے عدت ہے اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد اپنے باپ کی وارث ہوتی ہے اگر کوئی شخص پاک دامن رہ سکتا ہے تو ٹھیک بصورت دیگر یہ وقتی نکاح زمانہ رسالت میں بھی ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی ہوتا رہا اور حضرت عمرؓ کی خلافت میں بھی کچھ عرصہ تک مباح رہا پھر انہوں نے اچانک اس پر پابندی لگادی اس پابندی کو تسلیم نہ کرنے والے فقط شیعہ ہی نہیں بلکہ کئی صحابہ کرامؓ بھی ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا نام زیادہ نمایاں ہے جن کا یہ بیان کتب احادیث وفقہ میں موجود ہے کہ

> "اللہ عمرؓ پر رحم کرے متعہ تو اللہ کی طرف سے رخصت کی ایک صورت تھی جس کے ذریعے اللہ نے امت محمدیہؐ پر رحم فرمایا تھا اگر عمرؓ اسے ممنوع قرار نہ دیتے تو کوئی بد بخت ہی زنا کاری کا مرتکب ہوتا"۔ (۴۳)

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

---

۴۳) ملاحظہ ہو فقہی انسائیکلو پیڈیا جلد نمبر ۷ یعنی فقہ عبد اللہ ابن عباسؓ ص ۶۳ ۷ ترجمہ مولانا عبد القیوم صاحب شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور

- حج تمتع یا متعۃ الحج قرآن وسنت کی روشنی میں
- متعۃ الحج یا حج تمتع کیا ہے؟ قرآن اس بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟
- زمانہ رسالتؐ میں حج تمتع والی آیت پر کس طرح عمل ہوتا تھا؟
- متعۃ الحج کی اہم بات جو اس پر پابندی کا باعث بنی
- حضرت علیؑ کا طرز عمل
- متعۃ الحج پر پابندی اور اہلسنت سکالر کا اظہار حیرانگی
- عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شامی کا متعۃ الحج کے بارے میں سوال اور ان کا دلچسپ جواب

حج تمتع یا متعۃ الحج قرآن وسنت کی روشنی میں:

گذشتہ صفحات میں متعۃ النساء کی بحث میں حضرت عمرؓ کا فرمان نقل ہوا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

متعتان کانتا علی عهد رسول اللّٰه و انا احرمهما

دو متعہ یعنی حج کا متعہ اور نکاح متعہ آنحضرتؐ کے زمانے میں ہوا کرتے تھے لیکن میں ان کو حرام کرتا ہوں۔(۱)

متعۃ النساء یعنی نکاح متعہ کی تفصیل تو گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکی ہے، اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ متعۃ الحج کیا ہے؟ قرآن اس کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟ آنحضرتؐ نے اس سلسلے میں کیا فرمایا ہے اور زمانہ رسالت میں اس پر کس طرح عمل ہوتا تھا بعد میں کیا ہوا؟

متعۃ الحج یا حج تمتع کیا ہے؟

قرآن اس بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟

واضح رہے کہ حج تمتع یا متعۃ الحج بھی حج کی ایک قسم ہے تفسیر وحیدی میں مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں:

حج تین قسم پر ہے ایک حج مفرد یعنی میقات سے صرف حج کی نیت سے احرام باندھے دوسرے حج قران یعنی حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کرے۔ تیسرے حج تمتع یعنی میقات سے صرف عمرے کی نیت کرے اور مکہ میں جب پہنچے تو عمرہ کر کے

---

۱) لغات الحدیث ج ۴' کتاب ''م'' ص ۹ مطبوعہ کراچی

احرام کھول ڈالے پھر مکہ سے حج کا احرام باندھے یہ بہت آسان
ہے اور اب اکثر حاجی جو دوسرے ملکوں سے آتے ہیں ایسا ہی
کرتے ہیں۔(۲)

اس بارے میں ہم تھوڑی مزید وضاحت کر دیتے ہیں کہ لفظ متعہ کا مطلب ہے فائدہ حاصل کرنا، یہ مصدر ہے تمتع سے، اس کا معنی بھی فائدہ اٹھانا ہے۔ حج تمتع میں چونکہ آدمی میقات سے صرف عمرے کی نیت سے احرام باندھتا ہے اور مکے پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول ڈالتا ہے اور عمرہ کا ثواب حاصل کر لیتا ہے، اس کے بعد مکہ سے حج کا احرام باندھ لیا جاتا ہے، عمرہ کا احرام کھول کر انسان مزید فائدہ یہ اٹھا سکتا ہے کہ بیوی اس پر حلال ہو جاتی ہے اور اگر بیویاں ساتھ ہوں تو ان سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ حج تمتع کا حکم اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں نازل فرمایا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں: فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ (البقرہ آیت ۱۹۶)

اس کی مزید تفصیل ذرا بعد میں پہلے، آنحضرتؐ کے زمانے کا
طرز عمل ملاحظہ فرمائیں۔

زمانہ رسالتؐ میں حج تمتع والی آیت پر کس طرح عمل ہوتا تھا؟

بخاری شریف کی ایک حدیث ملاحظہ ہو، اس کے الفاظ ہیں:

عن عمران بن حصین قال نزلت آیة المتعة فی
کتاب اللّٰه ففعلناها مع رسول اللّٰه ﷺ و لم
ینزل قرآن یحرمه و لم ینه عنها حتّٰی مات، قال
رجل برایة ماشاء

---

۲) ملاحظہ ہو تفسیر وحیدی ص ۲۹ حاشیہ ۵ شائع کردہ مکتبہ الاسلام گلی ۲۰ وسن پورہ لاہور۔ ادارہ احیاء السنۃ گھر جاکھ گوجرانوالہ

''عمران بن حصین سے روایت ہے انہوں نے کہا تمتع کی آیت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اتری اور ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمتع کیا (عمرہ کر کے احرام کھول ڈالا اور پھر حج کیا) اور اس کے بعد کوئی آیت قرآن کی ایسی نہیں اتری جس سے تمتع منع ہوا اور آنحضرتؐ نے بھی منع نہیں کیا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ اب ایک شخص (حضرت عمرؓ) اپنی رائے سے جو چاہے کہنے لگے''۔(۳)

یہ حرف بہ حرف ترجمہ مولانا وحید الزمان کا ہے اسکی شرح میں حاشیے پر یہی مولانا حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

تمتع سے منع کرنے لگے لیکن ان کی رائے برخلاف قرآن اور حدیث کے قابل قبول نہیں۔(۴)

اس کے بعد ہم بخاری شریف کی ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں:

قدم النبی ﷺ واصحابه صبیحة رابعة مهلین بالحج فامرهم أن یجعلوها عمرة فتعاظم ذالك عندهم فقالوا یا رسول اللّٰه أی الحل؟ قال حل كله

''آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب چوتھی تاریخ ذی الحجہ کی صبح کو مکہ میں تشریف لائے، لوگ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے، آپ نے حکم دیا کہ حج کو عمرہ کر ڈالو، یہ امر اُن پر گراں گزرا، انہوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ عمرہ کر کے ہم کو کیا چیز حلال ہوگی؟ آپ نے فرمایا سب چیزیں''۔(۵)

۳،۴) تیسر الباری شرح بخاری ج ۶، ص ۳۳ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

۵) تیسر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۲، ص ۶۵ ۴ پ ۶ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

متعۃ الحج کی اہم بات جو اس پر پابندی کا باعث بنی:

متعۃ الحج کا حکم سورہ البقرہ کی آیت 196

فمن تمتع بالعمرة الى الحج

یعنی اور کوئی عمرے اور حج کو ملا کر تمتع کرنا چاہے

سے ثابت ہے اور آنحضرتؐ کی سنت وطریقہ مذکورہ بالا حدیث میں موجود ہے۔ متعۃ الحج میں ایک تو انسان عمرہ کا فائدہ حاصل کر لیتا ہے اور جب عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیتا ہے تو سب چیزیں اس پر حلال ہو جاتی ہیں حتی کہ اپنی بیویاں بھی حلال ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو یہ رخصت ہے کہ جن کی بیویاں ساتھ ہوں وہ حج کا احرام باندھنے سے پہلے اپنی بیویوں سے رجوع کر سکتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں لوگ قرآن کے اس حکم کے مطابق حج تمتع یعنی متعۃ الحج کرتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیویوں سے رجوع والی شق کی بنا پر پابندی عائد کر دی کیونکہ بقول ان کے انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ لوگ حج کیلئے آئیں اور اپنی بیویوں سے رجوع کرتے رہیں لیکن حضرت عمرؓ کے اس حکم کے باوجود بعض صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرت علیؑ اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔

حضرت علیؑ کا طرز عمل:

بخاری شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں امام عبداللہ بخاری لکھتے ہیں:

اختلف علی و عثمان رضی اللّٰه عنهما و هما بعسفان فی المتعة فقال علی ماترید الا أن تنهی عن أمر فعله النبی ﷺ فلما رأى ذالك علی اهل بهما جميعا

''حضرت علیؑ اور حضرت عثمانؓ نے عسفان (مکہ کے نزدیک ایک مقام) میں تمتع کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت علیؑ نے کہا تمہارا کیا مطلب ہے؟ تم اس کام سے منع کرتے ہو جس کو آنحضرت ﷺ نے کیا حضرت عثمان نے (لاجواب ہوکر کہا یہ بحث جانے دو) جب حضرت علیؑ نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا''۔(٦)

یہ حرف بہ حرف ترجمہ مولانا وحید الزمان کا ہے اور اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان خان مرحوم لکھتے ہیں:

''یہ مقام مشکل ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان کو حضرت علیؑ کے مقابل کوئی جواب نہ بن پڑا''۔(٧)

حج پر پابندی اور اہلسنت سکالر مولانا وحید الزمان کا اظہار تعجب:

مولانا وحید الزمان خان مرحوم نے حج تمتع سے حضرت عمرؓ کے روکنے پر اظہار حیرانی کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عجیب بات ہے قرآن شریف میں صاف یہ موجود ہے:

فمن تمتع بالعمرة الی الحج (البقرہ) اور احادیث صحیحہ متعدد صحابہ سے موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمتع کا حکم دیا پھر ان صاحبوں کا ان سے منع کرنا سمجھ نہیں آتا''۔(٨)

ہم کہتے ہیں مولانا وحید الزمان مرحوم یا دیگر برادران اہلسنت کی سمجھ میں آئے یا

٦،٧) تیسر الباری شرح بخاری جلد نمبر ٢، ص ٤٦٨ تا ٤٦٩ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

٨) تیسر الباری شرح بخاری ج ٢، ص ٤٦٩ مطبوعہ کراچی

نہ آئے شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے حکم کو تو پیغمبر اکرم بھی تبدیل نہیں کر سکتے۔ تمام بزرگوں کی بزرگی اپنی جگہ لیکن احکام خدا اور رسولؐ کے ہی نافذ ہوں گے۔ یہی اہلسنت عالم مولانا وحید الزمان اپنی کتاب ''لغات الحدیث'' میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

قیل لہ معاویہ ینہانا عن متعة الحج فقال تمتعنا مع رسول اللّٰہ ﷺ و معاویة کافر بالعُرشُ

''سعد بن ابی وقاص سے کسی نے کہا کہ معاویہ تمتع سے منع کیا کرتے ہیں (یعنی حج کے تمتع سے معاویہ نے بہ تقلید عثمانؓ منع کیا تھا اور عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کی تقلید کی تھی جیسے اوپر گزر چکا) تو سعدؓ نے کہا کہ ہم نے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمتع کیا اس وقت تک معاویہ مکہ کے گھروں میں کافر تھے (اسلام بھی نہیں لائے تھے کیونکہ معاویہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔)(۹)

عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شامی کا متعہ الحج کے بارے میں سوال اور انکا دلچسپ جواب:

''ایک شامی نے حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ بن عمرؓ سے متعۃ الحج کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا جائز ہے۔ شامی نے کہا تمہارے باپ حضرت عمرؓ تو اس سے منع کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمر نے کہا بھلا دیکھ تو سہی اگر میرے باپ منع کریں اور رسول ﷺ وہی کام کریں تو میرے باپ کی تابعداری کی جائے گی یا رسول اللہ ﷺ کے کام کی تو کہا شامی نے بلکہ تابعداری کی جائے گی رسول

---

۹) لغات الحدیث ج ۳ کتاب ''ع'' ص ۶۵ مطبوعہ کراچی

اللہ ﷺ کی تو کہا عبداللہ بن عمرؓ نے البتہ تمتع کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے"۔(۱۰)

عبداللہ بن عمرؓ کے ان الفاظ پر ہم متعہ الحج کی بحث کو ختم کرتے ہیں اور اپنے برادران اہلسنت کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ شیعوں کا کسی بھی بزرگ سے ذاتی اختلاف نہیں، اتنا ضرور ہے کہ خدا اور رسولؐ کے حکم سے بڑا کسی کا حکم نہیں ہوسکتا۔

اب ہم چند دیگر موضوعات کی طرف آتے ہیں۔

---

۱۰) جامع ترمذی ج ۱ ص ۳۰۳ ترجمہ مولانا بدیع الزمان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

- تقیہ
- تقیہ کا کیا مطلب ہے؟
- تقیہ قرآن کی روشنی میں
- کیا تقیہ صرف کفار کے مقابلے میں ہی جائز ہے؟
- علمائے اہلسنت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سید نذیر حسین اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا تقیہ
- شیعوں کو تقیہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
- شیعوں سے حکومتوں کا ناروا سلوک
- کیا تقیہ ہر حالت میں اختیار کرنا ضروری ہے؟
- تقیہ صرف ضرورت کے وقت جائز ہے۔

تقیہ:

تقیہ کا مسئلہ بھی ایسا ہے جس کے ذریعہ شیعوں کے خلاف خوب پراپیگنڈا کیا جاتا ہے حالانکہ اگر انصاف سے قرآن وسنت پر نظر ڈالی جائے تو خود علمائے اہلسنت نے نہ صرف یہ کہ حقائق کو تسلیم کیا ہے بلکہ جہاں ضرورت پڑتی ہے وہاں خود تقیہ پر عمل کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ آئندہ سطور میں چند بزرگ علمائے اہلسنت کے واقعات لکھے جائیں گے۔

تقیہ کا مطلب کیا ہے؟

اہلسنت عالم مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

> ''التقیۃ اس کو بھی کہتے ہیں کہ آدمی اپنا اعتقاد عزت یا جان جانے کے ڈر سے چھپائے۔ یہ اہلسنت اور امامیہ سب کے نزدیک جائز ہے۔ قرآن میں ہے کہ **و قال رجل مؤمن من ال فرعون یکتم ایمانہ** (مومن آیت نمبر ۲۸) اور **الّا ان تتقوا منہم تقاۃ** (سورہ آل عمران آیت ۲۸) اور حضرت عمارؓ نے تقیہ کیا تھا اور محمد بن مسلمہ نے بھی'' (۱)

دوسری جگہ امام حسن بصری کا قول نقل کرتے ہوئے یہی مولانا لکھتے ہیں:

> ''**التقیۃ الی یوم القیامۃ** (حسن بصری نے کہا کہ) تقیہ قیامت تک رہے گا یعنی جب جان جانے کا ڈر ہو یا بے عزتی یا کوئی عضو

---

۱) لغات الحدیث ج ۱ کتاب ''ت'' ص ۱۷ شائع کردہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

کاٹے جانے کا یا ضرب شدید کا جس کا تحمل نہ ہو سکے تو کسی حیلے سے
اپنے تئیں بچانا اس کا نام تقیہ ہے اور شیعوں کے نزدیک قرآن سے
ثابت ہے الّا ان تتقوا منهم تقاة"۔(۲)

تقیہ قرآن کی روشنی میں:

فرمان الٰہی ہے:

من كفر بالله من بعد ايمانه اِلّا من اكره و قلبه مطمئن بالايمان

"جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے مگر یہ کہ وہ مجبور کیا گیا ہو
اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو"۔ (النحل آیت ۱۰۶)

تقریباً تمام شیعہ سنی مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت عمار یاسرؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ قرآن مع تفسیر اشرف الحواشی دو علمائے کرام شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور مولانا وحید الزمان حیدرآبادی کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے اور جسے شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ نے ترتیب دیا ہے اس آیت کی تفسیر میں حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"متعدد روایات سے ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت عمار یاسرؓ
کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مشرکین نے عمار کو پکڑ لیا اور انہیں
اتنی اذیت دی کہ انہوں نے جان بچانے کی خاطر بعض وہ باتیں کہہ
دیں جو وہ ان سے کہلوانا چاہتے تھے، اس کے بعد انہوں نے
آنحضرتؐ سے دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کبھی دوبارہ

---

۲) لغات الحدیث ج ۱ کتاب "ت" ص ۸۵ شائع کردہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

ایسا سابقہ پڑ جائے تو اس طرح جان بچانے میں کچھ حرج نہیں''۔
(بیہقی وغیرہ)(۳)

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد عمارؓ روتے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے۔ شیعہ مفسر سید ناصر مکارم شیرازی اسی آیت کے ذیل میں مزید لکھتے ہیں ''رسولؐ اللہ اپنے مبارک ہاتھوں سے عمار کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے جاتے اور کہتے تھے اگر دوبارہ تم ان کے ہاتھوں میں آ جاؤ تو جو کچھ وہ کہیں کہہ دو (اور اپنی جان کو مشکل سے بچاؤ) اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(۴)

تقیہ کے بارے میں دوسری آیت:

سورہ آل عمران آیت 28 میں ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ

''مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کیلئے بظاہر ایسا طرزِ عمل اختیار کر جاؤ''۔

مذکورہ بالا آیت کے آخری حصہ ''یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کیلئے بظاہر ایسا طرزِ عمل اختیار کر جاؤ'' کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''اگر کوئی مومن کسی دشمن اسلام جماعت میں پھنس گیا ہو اور

---

۳) ترجمہ القرآن مع اشرف الحواشی ص ۳۳۵ شائع کردہ شیخ محمد اشرف نیوانارکلی لاہور

۴) تفسیر نمونہ ج ۱۱، ص ۳۳۳ شائع کردہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

اسے ان کے ظلم وستم کا خوف ہوتو اس کو اجازت ہے کہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھے اور کفار کے ساتھ بظاہر اس طرح رہے کہ گویا انہیں میں سے ایک آدمی ہے یا اگر اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہو گیا ہو تو اپنی جان بچانے کیلئے وہ کفار کے ساتھ دوستانہ رویہ کا اظہار کر سکتا ہے حتی کہ شدید خوف کی حالت میں جو شخص برداشت کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو کلمہ کفر تک کہنے کی رخصت ہے"۔(۵)

تقیہ کے بارے میں تیسری آیت سورہ مومن کی ہے جس میں قوم فرعون کے ایک مومن کا ذکر ہے جو ان کے ڈر سے ایمان کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھا رجل مؤمن من اٰل فرعون یکتم ایمانہ (مومن آیت ۲۸)

تقیہ اور تعریض:

اس بحث کی ابتداء میں مولانا وحید الزمان کا بیان آپ نے پڑھا کہ تقیہ کرنا اہل سنت اور امامیہ سب کے نزدیک جائز ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے ان کی ایک اور عبارت نقل کر دی جائے، یہ اہلسنت عالم اب تعریض کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"عقل مند آدمی کیا کرتے ہیں جب ایسی ضرورت پیش آتی ہے کہ جواب دینا ضروری ہو اور صاف صاف کہو تو جھوٹ ہوتا ہے تو ایسی بات کہتے ہیں جو جھوٹ بھی نہ ہو اور اپنا مطلب بھی نکل جائے۔ عربی زبان میں اس کو تعریض کہتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ تعریض صحابہؓ اور تابعینؒ اور ائمہؒ سلف سے ثابت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے تعریض کی اور امام شافعیؒ نے تعریض کر کے اپنا پیچھا چھڑایا۔(٦)

---

۵) تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۴۴

٦) لغات الحدیث ج ۳ ص ۷۱ کتاب "ع" مطبوعہ کراچی

تقیہ صرف کفار کے مقابلے میں ہی جائز ہے؟

کئی برادران اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جس تقیہ کا حکم ہے وہ تو کفار کے مقابلے میں ہے۔ مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے تقیہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہماری گذارش ہے کہ کفار کے مقابلے میں تو کلمہ کفر کہہ لینے کی اجازت خود علمائے اہلسنت نے بھی دی ہے۔ اب کیا مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی حسب ضرورت اس پر عمل کیا جاسکتا ہے؟ خود علمائے اہلسنت کا طریقہ کیا ہے؟ وہ خود تو جہاں جی چاہے تقیہ کرتے رہیں اور شیعوں پر تہمتوں کی بوچھاڑ بھی کرتے رہیں کہ تقیہ جھوٹ ہے' منافقت ہے وغیرہ۔ ہم چند ذمہ دار علمائے اہلسنت کا طرز عمل بیان کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کا تقیہ:

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کی شخصیت اور مقام سے کون واقف نہیں۔ ان کا ایک دلچسپ واقعہ سنئے جسے شیخ محمد اکرام سی۔ایس۔پی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''موج کوثر'' میں نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں''ایک دفعہ ایک عالم دین محمد فاخر الہ آبادی دھلی تشریف لائے، جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں بآواز آمین کہہ ڈالی۔ دھلی میں یہ پہلا حادثہ تھا،عوام برداشت نہ کر سکے، جب آپ کو گھیر لیا تو فرمایا اس سے فائدہ نہ ہوگا تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اس سے دریافت کرو۔ لوگ آپ کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا حدیث سے تو بآواز آمین کہنا ثابت ہے۔ مجمع یہ سن کر چھٹ گیا، اب صرف مولانا محمد فاخر اور حضرت شاہ صاحب بصورت قران السعدین باقی تھے۔ شاہ محمد فاخر نے عرض

کیا آپ کھلیں گے کب؟ فرمایا: اگر کھل گیا ہوتا تو آج آپ کو کیسے بچاتا''۔(۷)

مولانا سید نذیر حسین کا تقیہ:

شیخ محمد اکرام نے ''موج کوثر'' میں ہی مولانا سید نذیر حسین کو وہابی علماء کا سرتاج لکھا ہے اور پھر سرسید کا ایک خط نقل کیا ہے جس میں سرسید مولانا نذیر حسین کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر اس کو سنت ھدٰی جانتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جناب ممدوح (یعنی مولانا نذیر حسین) میرے پاس تشریف لائے تھے۔ جب یہ گفتگو ہوئی میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔ گو ان پر لوگوں نے بہت حملے کیے مگر کلمۃ الحق ہمیشہ کلمۃ الحق ہے''۔(۸)

شاہ عبدالحق محدث دھلوی اور تقیہ:

ان کے بارے میں مولانا ابو یحیٰی امام خان نوشہروی لکھتے ہیں:

''دھلی کے اندر دسویں صدی ہجری میں شاہ عبدالحق صاحب محدث (التوفی ۱۰۵۲ھ) تشریف لائے۔ آپ نے بھی نشر و اشاعت حدیث پر توجہ فرمائی۔ محدث کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مشکوٰۃ المصابیح کی تجلی بعنوان ''لمعات'' فرمائی۔ سفر السعادہ کی شرح

---

۷) موج کوثر مولفہ شیخ محمد اکرام سی۔ایس۔پ ص ۶۳ شائع کردہ ادارہ ثقافت الاسلامیہ لاہور

۸) موج کوثر ص ۶۹ شائع کردہ ادارہ ثقافت الاسلامیہ لاہور

لکھی مگر کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کی یہ توجہ کارگر بھی ہوئی؟ وہ تو خود کو
بھی بے نقاب نہ کرسکے دوسرے ان کی روشنی سے کہاں تک کسب
فیض کرسکتے تھے"۔(۹)

اندازہ کریں کہ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی جیسا بزرگ نماز جیسے اہم مسئلہ میں لوگوں کے ڈر سے تقیہ کیے ہوئے تھے اور شاہ محمد فاخر سے فرماتے ہیں کہ اگر کھل گیا ہوتا تو آج آپ کو کیسے بچاتا؟ اور مولانا نذیر حسین جیسا وہابی علماء کا سرتاج لوگوں کے ڈر سے نماز میں رفع یدین نہیں کرتا اور شاہ عبدالحق محدث دھلوی کے بارے میں جو کچھ مولانا ابو یحییٰ نے اوپر لکھا ہے کہ ساری زندگی وہ تو خود کو بے نقاب ہی نہ کرسکے، گویا ان کی پوری زندگی تقیہ کرتے گزر گئی۔ شیعہ عالم اور مصنف جناب شیخ محمد حسن صلاح الدین کا بیان غالباً ایسے ہی بزرگوں کے بارے میں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"تعجب خیز بات یہ ہے کہ تقیہ پر عامل کچھ تنظیمیں نظریاتی مذہبی
اور تاریخی طور پر تقیہ کے تصور کی مخالف ہیں مگر عملی میدان میں
انہوں نے بڑی فراخدلی سے تقیہ کو اپنایا ہوا ہے"۔(۱۰)

شیعوں کو تقیہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اہلسنت دانشور جناب قاسم محمود لکھتے ہیں:

"تاریخی رنگ میں تقیہ کی ضرورت اس واسطے پیش آئی کہ بعض
غیر شیعی حکومتوں میں انہیں بعض صورتوں میں برا سمجھا جاتا رہا چنانچہ
اپنے مخالفین کے طعن و تشنیع اور سلاطین کے خوف سے بچنے کیلئے

---

۹) ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات ص ۱۳۰ شائع کردہ مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی
۱۰) اسلامی تحریک قرآن وسنت کی روشنی میں ص ۸۳ شائع کردہ دارالثقافۃ اسلامیہ کراچی

انہوں نے تقیہ کو اختیار کیا"۔(۱۱)

شیعوں سے حکومتوں کا ناروا سلوک:

پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے کچھ ہی عرصے بعد نہ صرف آنحضرتؐ کی آلؑ اولاد بلکہ ان کے نام لیواؤں پر کس طرح ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اور ان کو کیسے کیسے مصائب و آلام سے دوچار کیا گیا اس کی تھوڑی سی روداد نامور سنی مصنف علامہ احمد امین مصری کی زبانی سنئے۔ وہ شیعہ اور بنی امیہ کے زیر عنوان بنو امیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"بنو امیہ نے امام حسینؑ کو کربلا میں شہید کیا اور اس کے بعد چن چن کر اہلبیت کو ذلیل و خوار کرایا۔ انہیں قتل کروایا اور کہیں انہیں کوئی تہمت لگا کر ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے۔ جس شخص پر انہیں شیعیان علی ہونے کا گمان ہوا اسے قید کر دیا۔ اس کا مال و اسباب لوٹ لیا اور اس کا گھر گروا دیا۔ عبیداللہ بن زیاد قاتل حسینؑ کے زمانہ میں تو عرصہ حیات ان پر تنگ ہو گیا تھا۔ زیاد کے بعد حجاج آیا جس نے انہیں بری طرح قتل کیا اور ہر تہمت اور ہر سازش میں انہیں پکڑا حتی کہ اس کا یہ حال ہو گیا کہ اگر اس کے سامنے کسی شخص کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ زندیق یا کافر ہے تو یہ بات اس کو اس بات سے کہیں زیادہ گوارہ تھی کہ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ شیعان علیؑ میں سے ہے" پھر آگے لکھتے ہیں کہ "زیاد بن سمیہ شیعوں کو چن چن کر پکڑتا تھا کیونکہ اسے ان کا پورا حال معلوم تھا کیونکہ حضرت علیؑ کے دور حیات میں وہ خود ان کے ساتھ شریک رہ

---

۱۱) شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۵۲۶ کراچی

چکا تھا۔ چنانچہ زیاد نے ہر پتھر اور ہر ڈھیلے کے نیچے قتل کیا اور ان
کے ہاتھ پاؤں کاٹ کاٹ کر انہیں انتہائی خوفزدہ کر دیا۔ اس
نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیریں۔ انہیں کھجوروں کے
تنوں پر سولیاں دیں۔ انہیں منتشر کر کے عراق سے اس طرح
ملک بدر کیا کہ وہاں کوئی مشہور و معروف شیعہ باقی نہیں رہا۔ امیر
معاویہ نے تمام گورنروں کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ دیکھو تمہارے
علاقے میں حضرت عثمانؓ کے ہوا خواہ بہی خواہ اور خیر خواہ کون
کون لوگ ہیں؟ ایسے کتنے ہیں جو حضرت عثمانؓ کے فضائل
اور مناقب بیان کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو اپنی مجلسوں میں
قریب جگہ دو ان کی پوری پوری عزت کرو ایسے آدمیوں کی تمام
روایتیں مع ان کے ناموں ان کے باپ اور خاندان کے ناموں
مجھے لکھ بھیجو چنانچہ تمام گورنروں نے اس کی تعمیل کی چنانچہ اس طرح
حضرت عثمانؓ کے فضائل اور مناقب بکثرت بیان کیے جانے لگے
کیونکہ ایسا کرنے کی وجہ سے امیر معاویہ ایسے لوگوں پر انعام و کرام
کی بارشیں کرتے رہتے تھے"۔

مدائنی کا بیان ہے کہ امیر معاویہ نے اپنے گورنروں کو یہ بھی لکھ بھیجا تھا کہ تحقیق و تفتیش کرو جن لوگوں کے متعلق یہ بات معلوم ہو جائے کہ حضرت علی اور ان کے اہلبیت سے محبت کرتے ہیں ان کا نام دیوان سے کاٹ دو اور اس کا روزینہ اور وظیفہ کاٹ دو۔ (۱۱۸)

یہ تو تھا بنو امیہ کے زمانے میں حضرت علیؑ، شیعانِ علیؑ اور اہل بیتؑ کے ماننے

A ۱۱) فجر الاسلام ص ۳۴۳ شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

والوں کا حال بنوامیہ کے بعد عباسی برسراقتدار آئے ذرا ان کے دور میں شیعوں کی حالت زار ملاحظہ ہو یہی علامہ احمد امین لکھتے ہیں:

> ''بنوامیہ کے بعد عباسیوں کا دور آیا تو یہ شیعوں کے حق میں بنو امیہ سے بھی دس قدم آگے نکلے'' مصیبت یہ تھی کہ عباسیوں کو ان کے پوشیدہ ٹھکانوں اور پناہ گاہوں تک کا پورا علم تھا کیونکہ بنوامیہ کے دور میں یہ لوگ شیعوں کے ساتھ مل جل کر کام کرتے رہے تھے''۔(۱۲)

علامہ اسلم جیراجپوری لکھتے ہیں کہ

> ''ابومسلم خراسانی نے سینکڑوں سپاہی اس لیے مقرر کر رکھے تھے کہ جہاں کسی شیعہ کو پا جائیں قتل کر دیں۔ عباسی خلفاء میں سے سب سے زیادہ ان کا دشمن متوکل تھا، اس نے امام حسینؑ کی قبر ۲۳۷ھ میں مع تمام ملحقہ عمارتوں کے منہدم کرادی جس پر ہل چلا کر کاشت ہونے لگی لیکن باوجود ان تمام سختیوں کے شیعہ اپنے عقیدہ اور عمل سے نہیں ہٹے''۔(۱۳)

یہ تو تھا مختلف حکومتوں کا شیعوں سے سلوک، اب ہم تقیہ کی بحث کو تھوڑا آگے بڑھاتے ہیں۔

کیا تقیہ ہر حالت میں کرنا ضروری ہے؟

شیعہ مصنف علامہ محمد حسن صلاح الدین لکھتے ہیں:

---

۱۲) فجر الاسلام ص ۳۴۳ شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

۱۳) تاریخ اسلام کا جائزہ قرآن کی روشنی میں ص ۹۲ شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹ اردو بازار لاہور

"تقیہ کے معنی ہر حالت میں سکون وخاموشی اختیار کیے رکھنا، ظلم وتعدی کے سامنے سر تسلیم خم کیے رکھنا بدعتوں اور گناہوں کے مقابل لاتعلقی کا موقف اپنانا اور نسلوں کی تباہی کے وقت محض تماشائی بنے رہنا ہرگز نہیں اور نہ ہی اس سے قطعاً مراد یہ ہے کہ مسلمانوں میں اصلاح معاشرہ اور جوابدہی کے احساس کی روح کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ نامساعد حالات کے ختم ہونے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ تقیہ پر عمل کا فرض بھی ساقط ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص تقیہ کا بے جا فائدہ اٹھا کر کوئی مثبت اقدام نہ کرے تو اس کا یہ عمل تقویٰ ودیانت داری کے خلاف تو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن تقیہ کسی صورت نہیں"۔ (۱۴)

تقیہ صرف ضرورت کے وقت جائز ہے:

یہ جو بعض احادیث میں امامؑ کا فرمان ہے کہ تقیہ میرا اور میرے آباءواجداد کا دین ہے۔ اس کی وضاحت دوسری احادیث میں موجود ہے امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

التقیة فی کل ضرورة و صاحبها اعلم بها حین تنزل به

"تقیہ ہر ضرورت کے وقت ہے اور یہ ضرورت اس سے دوچار ہونے والا ہی بہتر جانتا ہے"۔ (۱۵)

شیعوں کو تقیہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ آپ نے گذشتہ صفحات میں اموی و عباسی حکومتوں کا شیعوں سے سلوک ملاحظہ فرمالیا ہم اپنے بیان کو استاد شیخ محمد رضا

---

۱۴) اسلامی تحریک قرآن وسنت کی روشنی میں ص ۷۹ از دارالثقافۃ اسلامیہ کراچی

۱۵) مسائل الشریعہ ترجمہ وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۳۵۴

المظفر کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں کہ

''شیعوں کی نظر میں تقیہ یہ نہیں ہے کہ اس کے ذریعے سے اجاڑنے بگاڑنے والی کوئی خفیہ جماعت بنائی جائے جیسا کہ شیعوں کے بعض مخالفوں نے تقیہ کی حقیقت اور اصلیت اور اس کے موقع و محل کو سمجھے بغیر اسی سبب کو تقیے کا سبب قرار دے دیا اور کبھی یہ تکلیف نہیں اٹھائی کہ تقیہ کے معاملے میں وہ شیعوں کا صحیح نقطہ نظر سمجھ لیں۔ تقیے سے یہ بھی غرض نہیں ہے کہ اس کے ذریعے دین اور احکام کو ایک راز بنا دیں اور اس کو ان لوگوں کے سامنے جو اس کے معتقد نہیں ہیں ظاہر ہی نہ کریں۔۔۔ ہاں البتہ تقیہ کے عقیدہ میں امامیہ پر طنز و تشنیع کرنے والوں نے خیانت سے کام لیا ہے پس اسے منجملہ مطاعن کے قرار دیا اور گویا ان کی پیاس کو کوئی چیز نہیں بجھا سکتی تھی مگر یہ کہ امامیہ (یعنی شیعوں) کی گردنیں تلواروں کے آگے رکھ دی جائیں تا کہ ان زمانوں میں ان سب کی جڑ کاٹ دی جاتی کہ جن میں یہ کہنا کافی تھا کہ یہ شخص شیعہ ہے''۔(١٦)

---

١٦) ملاحظہ ہو مکتب تشیع اردو ترجمہ عقائد امامیہ ص ١١٧ مطبوعہ کراچی و عقائد امامیہ ص ٩١ سید صفدر حسین نجفی مطبوعہ لاہور

- طلاق، قرآن وسنت کی روشنی میں
- قرآن کس طرح طلاق دینے کا حکم دیتا ہے؟
- پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں طلاق دینے کا کیا طریقہ تھا؟
- زمانہ رسالت میں ایک شخص کا یک بارگی تین طلاق دینا اور رسولؐ خدا کی شدید ناراضگی
- طلاق دینے کے طریقہ میں تبدیلی اور بعض علمائے اہلسنت کا اقرار حقیقت

طلاق، قرآن وسنت کی روشنی میں:

طلاق کا مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جن پر امت مسلمہ اختلاف کا شکار ہے۔ برادران اہلسنت کی اکثریت کے نزدیک اگر ایک ہی دفعہ طلاق طلاق طلاق کہہ دیا جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ایک ایک مہینہ کے وقفہ سے طلاق دی جائے۔ یہی بات قرآن وسنت سے ثابت ہے کیونکہ اس طرح میاں بیوی اوران کے عزیز واقارب کواچھی طرح سوچنے سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ شاید ایک طلاق کے بعد یا پھر دوسرے مہینے دوسری طلاق کے بعد صلح کی کوئی صورت نکل آئے کیونکہ طلاق کوئی معمولی فیصلہ نہیں بلکہ اس سے دوخاندان متاثر ہورہے ہوتے ہیں پھر اگر میاں بیوی صاحب اولاد ہوں تو بچوں کے مستقبل کی تباہی کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی لیے جس خالق کائنات نے نباہ نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی کی علیحدگی کا طریقہ طلاق کی صورت میں بتایا ہے، اس حکیم مطلق نے اس کو نہ ہی اتنا مشکل بنایا کہ آدمی اپنے اس حق کو استعمال ہی نہ کر سکے اور نہ ہی اتنا آسان بنایا کہ جذبات میں آ کر فوری فیصلہ کرلیا جائے۔ ارشاد باری ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌ ۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ ۢ بِاِحْسَانٍ ط

"طلاق (جس کے بعد خاوند رجعت کرسکتا ہے) دوبار ہے۔
پھر دوطلاقوں کے بعد یا تو دستور کے موافق اپنی بیوی کو رہنے دے یا
اچھی طرح سے رخصت کردے"۔ (البقرہ ۲۲۹)

واضح رہے کہ یہ ترجمہ مفسر قرآن مولانا وحید الزمان مرحوم کا ہے۔ شیخ الہند علامہ محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ اس طرح ہے کہ

"طلاق رجعی ہے دوبار تک اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور

کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح ہے''۔ (ملاحظہ ہو تفسیر عثمانی و ترجمہ شیخ الہند)

قرآن کی اس آیت پر معمولی سا بھی غور کیا جائے تو اس میں کہاں یہ حکم ہے کہ تین دفعہ طلاق طلاق طلاق کہو اور طلاق ہو گئی بلکہ یہاں تو صاف نظر آ رہا ہے کہ قرآن کسی جذباتی طریقے سے طلاق دینے کا حکم نہیں دے رہا بلکہ مرد اور عورت کو اتنا وقت دیتا ہے کہ وہ اچھی طرح غور کر لیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی محض ضد یا غصے کی وجہ سے طلاق دینے یا لینے کا ارادہ رکھتا ہے تو ٹھنڈے دل سے دو ماہ میں سوچ سمجھ لے۔ پھر طریقہ طلاق کی مزید وضاحت کتب احادیث میں موجود ہے کہ ایسے دنوں میں طلاق دی جائے جن میں عورت پاکیزگی کی حالت میں ہو وغیرہ وغیرہ۔

پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں طلاق دینے کا کیا طریقہ تھا؟

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

عن ابن عباسؓ قال کان الطلاق عهد رسول ﷺ و ابی بکر و سنتین من خلافة عمرؓ طلاق الثلاث واحدة فقال عمر ابن خطابؓ ان الناس استعجوا فی امر کانت لهم فیه اناۃ فلوا امضیناه علیهم فامضاه علیهم

''ابن عباسؓ نے کہا کہ طلاق رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی دو برس تک ایسا تھا کہ جب کوئی ایک بارگی تین طلاق دیتا تھا تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی تھی پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگوں نے جلدی کرنا شروع کی اس

میں جس میں ان کو مہلت ملی تھی سو ہم اس کو اگر جاری کر دیں تو
مناسب ہے پھر انہوں نے جاری کر دیا (یعنی حکم دے دیا کہ جو
یک بارگی تین طلاق دے تو تینوں واقع ہوگئیں۔)(۱)

زمانہ رسالت میں ایک شخص کا یک بارگی تین طلاق دینا اور رسولؐ خدا کی شدید ناراضگی:

ایک ہی دفعہ طلاق طلاق طلاق کہہ کر تینوں طلاقیں دے دینا' خدا اور رسولؐ کے نزدیک کتنا ناپسندیدہ کام ہے۔ زمانہ رسالت کا ایک واقعہ اور اس پر آنحضرتؐ کا ردعمل ملاحظہ فرمائیں۔ نسائی شریف کی حدیث ہے:

''حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے۔ خبر دی گئی حضور اکرمؐ کو کسی شخص کی کہ اس نے طلاق دی اپنی عورت کو تین طلاق بیک وقت یہ سن کر حضور اکرمؐ کھڑے ہوگئے اور غصے میں فرمانے لگے کیا اللہ کی کتاب سے کھیل ہوتا ہے؟ حالانکہ میں ابھی تم میں موجود ہوں۔ یہ بات سن کر ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسولؐ اللہ! میں اس کو قتل کر ڈالوں''۔(۲)

فاضل مترجم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اللہ کی کتاب سے کھیل کرنا یہ ہے کہ جو اس میں فرمایا اس کے موافق عمل نہ کرنا''۔(۳)

---

۱) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۴' ص ۹۲' ۹۱ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ ترجمہ مولانا وحید الزمان
۲) سنن نسائی شریف ج ۲' ص ۶۱۴ ترجمہ مولانا وحید الزمان
۳) سنن نسائی شریف ج ۲' ص ۶۱۴ ترجمہ وحید الزمان

طلاق دینے کے طریقہ میں تبدیلی اور بعض علمائے اہلسنت کا اقرار حقیقت:

ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ زمانہ رسالتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے سے لے کر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے بھی ابتدائی دوسال تک طلاق دینے کا طریقہ وہی تھا جو قرآن میں موجود ہے پھر حضرت عمرؓ کو قانون الٰہی میں تبدیلی کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اور اہلسنت کی اکثریت آج تک حضرت عمرؓ کے فتویٰ کے مطابق طلاق دے رہی ہے۔ شیعہ تو شروع ہی سے حکم الٰہی کے مطابق طلاق دیتے ہیں۔ البتہ کچھ علمائے اہلسنت نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کرلیا۔ علامہ ابن قیم کا نظریہ مولانا وحیدالزمان خان نے حاشیہ ابن ماجہ پر یوں لکھا ہے۔

''ابن قیم نے کہا کہ آنحضرتؐ سے یہ صحیح ہے کہ تین طلاق ایک ہی بار دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی تھی۔ آپؐ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اور شروع خلافت حضرت عمرؓ میں اور حضرت عمرؓ نے لوگوں کو سزا دینے کیلئے یہ فتویٰ دیا کہ تینوں طلاقیں پڑجائیں گی اور یہ ان کا اجتہاد ہے جو اوروں پر حجت نہیں ہوسکتا''۔ (۴)

مولانا وحیدالزمان خان حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کے بارے لکھتے ہیں:

''یہ ایک اجتہاد ہے حضرت عمرؓ کا جو ایک حدیث کے خلاف قابل عمل نہیں ہوسکتا''۔ پھر لکھتے ہیں:

> ''میں کہتا ہوں مسلمانو اب تم کو اختیار ہے خواہ حضرت عمرؓ کے فتویٰ پر عمل کر کے آنحضرتؐ کی حدیث چھوڑ دو خواہ آنحضرتؐ کی حدیث پر عمل کر کے حضرت عمرؓ کے فتویٰ کا کچھ خیال نہ کرو، ہم تو شق ثانی کو اختیار کرتے ہیں''۔ (۵)

---

۴) حاشیہ ابن ماجہ ج ۲، ص ۱۰۹ اشائع کردہ مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور

۵) تیسر الباری شرح بخاری ج ۷، ص ۱۰۷ اشائع کردہ تاج کمپنی کراچی

علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

''جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہی لفظ میں تین طلاق دی جائے تو اس سے ایک طلاق پڑتی ہے۔ اس کی سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ عہد نبویؐ اور خلیفہ اعظم حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں اور عہد خلافت حضرت عمرؓ میں بھی دو سال تک اسی طرح ہوتا رہا ہے اور حضرت عمرؓ کا یہ اجتہاد بعد کی بات ہے جس کی مخالفت دوسرے اصحاب نے کی ہے اور ان کے مخالف کی پیروی بھی اس طرح درست ہے جس طرح حضرت عمرؓ کی پیروی درست ہے''۔(۶)

اوپر مولانا وحید الزمان خان نے بڑے دبے لفظوں میں اور بڑے مودبانہ اور درد بھرے لہجے میں مشورہ دیا ہے کہ مسلمانوں تمہیں اب یہ اختیار ہے خواہ حضرت عمرؓ کے فتویٰ پر عمل کر کے حدیث چھوڑ دو خواہ حدیث پر عمل کر کے حضرت عمرؓ کے فتوے کا کچھ خیال نہ کرو۔ پھر آخر میں لکھ دیا کہ ہم تو شق ثانی یعنی حکم پیغمبرؐ کا اتباع کرتے ہیں لیکن مولانا عبدالرحمٰن الجزیری کہتے ہیں دونوں فریقوں کی پیروی درست ہے یعنی جو خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق طلاق کا طریقہ بتائیں، وہ بھی درست اور اگر حضرت عمرؓ کی پیروی کی جائے تب بھی صحیح۔

ہم ہر دردمند مسلمان کو دعوت انصاف دیتے ہیں کہ طلاق کوئی معمولی مسئلہ نہیں اگر قرآن وسنت کے مطابق طلاق نہیں ہوگی تو طلاق واقع ہی نہیں ہوگی۔ جب تک طلاق صحیح نہیں ہوگی، وہ عورت آگے نکاح نہیں کر سکے گی اور اگر غلط طلاق والی عورت آگے نکاح کرے گی تو کیا وہ نکاح کرنا شرعاً درست ہوگا اور پھر آگے جو اولاد کا سلسلہ چلے گا اس کا کیا بنے گا؟ غرضیکہ جتنا بھی غور کریں مسئلہ پیچیدہ ہی ہوتا جائے گا۔ ہم

---

۶) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۴، ص ۶۲۶ شائع کردہ علماء اکیڈمی شعبہ اوقاف لاہور

شیعہ بھی وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جو قرآن میں آیا ہے اور جو پیغمبر اکرمؐ نے بتایا ہے اور جس پر ائمہ اہلبیتؑ نے عمل کر کے ہمیں دکھلایا ہے۔

اہل سنت محقق مولانا محمد حنیف ندوی کا عجیب وغریب بیان:

برادران اہلسنت کے ہاں طلاق کا جو طریقہ رائج ہے علمائے اہلسنت یہ جاننے کے باوجود کہ نہ ہی قرآن اس طرح طلاق دینے کا حکم دیتا ہے اور نہ ہی زمانہ رسالتمآبؐ میں طلاق اس طرح دی جاتی تھی بلکہ یہ طریقہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں رائج ہوا لیکن اہلسنت علماء عجیب وغریب مصلحت پسندی کا شکار ہیں اور کھل کر اظہار خیال نہیں کرتے بلکہ یہ کہہ کر بات کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس مسئلے پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے لیکن دوسری طرف چونکہ قرآن کا حکم انتہائی واضح اور دوٹوک ہے اس لیے کبھی کبھی بعض اہلسنت علماء اس حقیقت کو تسلیم کرتے رہتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ بھی انہی علماء میں سے ایک ہیں جنہوں نے اس اجماع کی مخالفت کی ہے۔

اہل سنت مصنف مولانا محمد حنیف ندوی اپنی کتاب مسئلہ اجتہاد میں ''کیا اجماع کی مخالفت صحیح اور صحت مند ہوسکتی ہے؟ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

> ''بسا اوقات اجماع کی خلاف ورزی صحیح اور صحت مند بھی ہوسکتی ہے اس کی روشن مثال ابن تیمیہ کا وہ اجتہاد ہے جو انہوں نے ایک ہی مجلس میں دی گئی طلاقوں کے بارے میں پیش فرمایا ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ایسی تین طلاقیں رجعی ہوتی ہیں حالانکہ فقہائے مذاہب اربعہ کا اس پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اس سے قطعی بینونت (قطعی طلاق) ہو جاتی ہے۔ فقہائے مذاہب کے ان دلائل پر جب غور کیا جاتا ہے جو اس خصوص میں دونوں طرف سے پیش کیے گئے تو معلوم ہوتا ہے کہ حق ابن تیمیہ کے ساتھ ہے اور

اجماع ان بزرگوں کے ساتھ"(۷)

مولانا محمد حنیف ندوی کے اس آخری فقرے پر انسان جس قدر غور کرتا جاتا ہے ورطہ حیرت میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔طلاق کے مسئلہ پر امام ابن تیمیہ بھی شیعوں کی طرح قرآن وسنت کے مطابق طلاق دینے کے حق میں تھے اور اب ظاہر ہے کہ حق تو قرآن و سنت ہی کا نام ہے اور علمائے اہلسنت نے خدا اور رسولؐ کے واضح حکم کے مقابلہ میں کیسے اجماع کیا؟ اس کے بارے میں صحیح وضاحت تو وہ ہی کر سکتے ہیں۔البتہ ہم شیعہ صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ کے حکم کے مقابلے میں ہم کسی اور کا حکم ماننے سے معذرت خواہ ہیں۔ ہمارے لیے پیغمبر اسلامؐ کی اتباع کتنی اہم اور ضروری ہے۔ بطور مثال کتب اہلسنت سے صرف ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔تفسیر اشرف الحواشی میں لکھا ہے کہ"ایک مرتبہ حضرت عمرؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں چند اوراق تھے جو ان کو کسی یہودی نے تورات سے لکھ کر دیئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے وہ ورق پیش کرنے کی اجازت مانگی۔آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آج تم میں موسیٰؑ بھی آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگ جاؤ تو گمراہ ہو جاؤ گے"۔(۸)

جب آنحضرتؐ کی موجودگی میں حضرت موسیٰؑ جیسے برگزیدہ نبی کی پیروی کرنے سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے تو پھر کسی غیر نبی کی اتباع کیسے ہو سکتی ہے؟

---

۷) مسئلہ اجتہاد ص ۱۳۰ شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۸) تفسیر اشرف الحواشی ص ۳۷ حاشیہ ۳ ترتیب از مولانا محمد عبدہ مطبوعہ لاہور

- خمس
- خمس کا مفہوم کیا ہے؟
- صدقہ آل رسولؐ پر کیوں حرام ہے؟
- آنحضرتؐ بنی ہاشم کو زکوٰۃ کا عامل بنانے سے بھی احتیاط فرماتے تھے؟
- پیغمبر اکرمؐ بنو ہاشم کو خمس دیتے تھے
- وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد خمس کی تقسیم کیسے ہوتی تھی؟
- شیعوں کا اعزاز
- شیعیت کے استحکام میں خمس کا کردار

خمس:

خمس کا مسئلہ بھی شیعوں اور سنیوں کے درمیان صدیوں سے اختلافی چلا آ رہا ہے۔ خمس کا مفہوم و مقصد کیا ہے اور یہ کیوں ادا کیا جاتا ہے؟ اس سلسلے میں قرآن وسنت کیا کہتے ہیں؟ زمانہ رسالتؐ میں خمس کن لوگوں کو ملتا تھا اور زمانہ رسالت کے بعد اس کی تقسیم میں کیا تبدیلی ہوئی؟ اس کے بارے میں تفصیل سے بحث کی جاتی ہے۔

خمس کا مطلب و مفہوم کیا ہے؟

شیعہ محقق علامہ ابن حسن نجفی اپنی کتاب ''مسئلہ خمس'' میں لکھتے ہیں:

''عربی میں خمس یا خمسۃ پانچ کو کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے ہر چیز کا پانچواں حصہ خمس کہلاتا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں یا فقہ اسلامی کی زبان میں زکوٰۃ کی طرح خمس ایک مالی عبادت ہے۔ اللہ کے حکم سے جہاں اور سارے فرائض کا بجالانا ہر ذمے دار آدمی کے لیے ضروری ہے، وہاں اس عبادت کا ادا کرنا بھی ہر مکلّف شخص پر واجب ہے''۔(۱)

ارشاد خداوندی ہے:

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ

---

۱) ملاحظہ ہو مسئلہ خمس ص ۱۳ مطبوعہ کراچی

"اور تمہیں معلوم ہو کہ تم کسی چیز سے نفع حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اس کے رسولؐ اور (رسولؐ کے) قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کے لیے ہے۔ اگر تم خدا پر ایمان لا چکے ہو"۔ (سورۃ انفال آیت ۴۱)

خمس کیوں ادا کیا جاتا ہے؟

کیونکہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ صدقہ و خیرات آل رسولؐ کے لیے حرام ہے لہٰذا وہ زکوٰۃ نہیں لے سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے خمس کا حصہ مقرر کر کے انہیں یہ اعزاز بخشا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اگر سادات خود صاحب نصاب ہوں تو ان کے لیے بھی اپنے مال میں خمس و زکوٰۃ نکالنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح دوسرے لوگ نکالتے ہیں۔ البتہ سادات کی زکوٰۃ غیر سادات لے سکتے ہیں اور ایک سید دوسرے سید سے زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

صدقہ آل رسولؐ پر کیوں حرام ہے؟

صدقہ خیرات و زکوٰۃ آل رسولؐ کے لیے کیوں حرام ہیں؟ اس سلسلے میں خود پیغمبر اکرمؐ کا ایک فرمان ملاحظہ ہو۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

قال رسولؐ اللّٰہ ان ھذہ الصدقۃ انما ھی اوساخ الناس و انھا لاتحل لمحمد و لا لآل محمد (۲)

"رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ یہ صدقہ میل ہے لوگوں کا (میل ہے مالوں کا) اور وہ درست نہیں محمدؐ کے لیے اور نہ محمدؐ کی آل کے

---

۲) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۵۱۴ تا ۵۱۵ کتاب الخراج ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور، سنن نسائی ج ۲، ص ۵۸۱ تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ مشکوٰۃ شریف ج ۱،

واسطے"۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں کھجوریں لے کر آیا اور امام حسنؑ اس وقت کم سن تھے اور آنحضرتؐ کی گود میں تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ؟ اس نے عرض کیا صدقہ ہے۔ اس دوران امام حسنؑ نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ حدیث کے اصل الفاظ اس طرح ہیں کہ

اخذ الحسن بن علی تمرة من تمرة الصدقة
فجعلها فی فیه فقال نبی ﷺ کخ کخ لیطرحها ثم
قال أما شعرت انا لانا کل الصدقة

"امام حسن بن علیؑ نے زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا چھی چھی اس لیے کہ وہ اس کو پھینک دیں۔ پھر فرمایا تجھ کو معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ کا مال نہیں کھاتے"۔(۳)

آنحضرتؐ بنو ہاشم کو زکوٰۃ سے دور رکھنے میں کتنی احتیاط فرماتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

آنحضرت نے صرف اتنا ہی نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ بنو ہاشم کے لیے حرام ہے بلکہ آپ کا طرز عمل اس سلسلے میں اتنا محتاط تھا کہ آپ کسی ہاشمی کو زکوٰۃ کا عامل بنانے سے بھی گریز فرماتے تھے۔ سنن ابی داؤد وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ

"عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس دو ہاشمی جوان

---

۳) تیسر الباری شرح بخاری کتاب الزکوٰۃ ج۲ ص۲۱۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان مطبوعہ کراچی

پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم جوان ہیں اور شادی کے لیے رقم نہیں ہے۔ آپ ہمیں زکوٰۃ کا عامل مقرر فرما دیں اور اس سے جو تنخواہ ملے گی ہم اس سے شادی کرلیں گے۔ پیغمبر اکرمؐ کافی دیر خاموش رہے پھر فرمایا زکوٰۃ لوگوں کا میل کچیل ہے جو محمدؐ اور آل محمدؐ کے لیے حلال نہیں۔ پھر محمیہ بن جزء کو بلایا جو خمس کے عامل تھے اور ان سے فرمایا اٹھو اور خمس میں سے انہیں اتنا مال دے دو"۔(۴)

اور طبقات ابن سعد کے الفاظ اس طرح ہیں کہ آپ نے محمیہ بن جزء جو آنحضرتؐ کے عشور یعنی محصول زمین کے عامل تھے ان سے فرمایا کہ فضل سے اپنی بیٹی کا نکاح کردو اور ابوسفیان سے فرمایا کہ اس لڑکے یعنی عبدالمطلب سے اپنی لڑکی کا نکاح کردو اور محمیہ سے فرمایا کہ خمس میں سے ان دونوں کا حق مہر ادا کردو"۔(۵)

پیغمبر اکرمؐ بنو ہاشم کو خمس دیتے تھے:

چونکہ زکوٰۃ و صدقات فرمان پیغمبر اکرمؐ کے مطابق لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل ہے جو آل محمدؐ کے لیے لینا جائز نہیں۔ اس سلسلے میں قرآن میں خمس کی جو آیت نازل ہوئی ہے آنحضرتؐ اس کے مطابق بنو ہاشم کو خمس دیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آنحضرتؐ کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

---

۴) سنن ابی داؤد ج ۲، کتاب الخراج ص ۵۱۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان نسائی ص ۱۸۵ ترجمہ وحید الزمان

۵) ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۴، ص ۲۱۴ ترجمہ علامہ عبداللہ عماد؟ اشائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

سنن ابی داؤد کی روایت ہے:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لم یقسم لبنی عبد شمس و لا لبنی نوفل من الخمس شیاء کما قسم لبنی ھاشم و بنی المطلب

(سعید بن میتب نے جبیر بن مطعمؓ سے روایت کی ہے کہ)
"رسول اللہ ﷺ بنی عبد الشمس اور بنی نوفل کو خمس میں سے کچھ نہیں دیتے تھے البتہ بنی ہاشم اور بنی مطلب میں خمس تقسیم فرماتے تھے"۔(۶)

وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد خمس کی تقسیم کیسے ہوتی تھی؟

پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد خمس کی تقسیم کا جو طریقہ رائج ہوا۔اس سلسلے میں سنن ابی داؤد کی ہی ایک روایت اور ایک اہلحدیث عالم کا حرف بحرف ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

و کان ابو بکر یقسم الخمس نحو قسم رسول اللّٰہ ﷺ غیرہ انہ لم یکن یعطی قربی رسول اللّٰہ ﷺ کما کان غیرہ یعطیھم رسول اللّٰہ ﷺ

"راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے جس طرح رسول اللہ ﷺ تقسیم فرماتے تھے سوائے اس کے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کو نہیں دیا کرتے تھے جیسے رسول اللہ ﷺ انہیں عطا فرمایا کرتے تھے"۔(۷)

---

۶) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۵۱۰ کتاب الخراج ترجمہ مولانا وحید الزمان خان

۷) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۵۱۰ ترجمہ مولانا وحید الزمان خان

حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ خمس کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پانچ سوالات لکھ کر جوابات دریافت کیے۔ ان میں سے پانچواں سوال خمس کے بارے میں تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

و کتب تسالنی عن الخمس لمن هو و انا کن نقول هو لنا فابیٰ علینا قومنا ذاك

"تم نے سوال کیا ہے کہ خمس کس کا حق ہے؟ تو ہم یہ کہتے تھے کہ خمس ہمارے لیے ہے پر ہماری قوم نے نہ مانا"۔ (۸)

امام نووی جو کہ مسلم کے مشہور شارح ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے، مولانا وحیدالزمان اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں کہ

"نووی نے کہا کہ مراد خمس ہے۔ خمس جو قرآن سے حق ہے ذوی القربیٰ کا اور علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ شافعی کا وہی قول ہے جو ابن عباس کا ہے کہ وہ ذوی القربیٰ کا حق ہے یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب کا اور قوم سے مراد امرائے بنی امیہ ہیں جنہوں نے یہ خمس بھی حضرت محمدؐ کے عزیزوں اور سیدوں کو نہیں دیا آپ ہی دبا لیا"۔ (۹)

---

۸) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۵، ص ۱۰۲ کتاب الجہاد والیسر ترجمہ وحیدالزمان مطبوعہ لاہور

۹) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۵، ص ۱۰۲ کتاب الجہاد والیسر ترجمہ وحیدالزمان مطبوعہ لاہور

اہلسنت محقق مولانا شبلی نعمانی کا بیان ملاحظہ ہو:

مولانا شبلی نعمانی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''الفاروق'' میں ''خمس کا مسئلہ'' کے زیرِعنوان سورۃ انفال کی آیت ۴۱

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس میں رسول اللہؐ کے رشتہ داروں کا بھی حصہ ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ کی یہی رائے تھی اور حضرت علیؑ نے بھی مصلحتاً بنو ہاشم کو خمس سے حصہ نہیں دیا لیکن رائے ان کی بھی یہی تھی کہ بنو ہاشم واقعی حقدار ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

> ''یہ صرف حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ کی رائے نہ تھی بلکہ تمام اہلبیت کا اس مسئلہ پر مکمل اتفاق تھا۔ ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی اس مسئلہ کے قائل تھے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے زور وشور کے ساتھ اس پر استدلال کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کی نسبت لوگوں کا بیان یہ ہے کہ وہ قرابت داران پیغمبر کو مطلقاً خمس کا حقدار نہیں سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے کبھی اہلبیت کو خمس میں سے حصہ نہیں دیا۔ ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہؒ بھی ذوی القربیٰ کے خمس کے قائل نہ تھے ان کی رائے یہ تھی کہ جس طرح آنحضرتؐ کے بعد آنحضرتؐ کا حصہ جاتا رہا اسی طرح آنحضرتؐ کے قرابتداروں کا حصہ بھی جاتا رہا''۔(۱۰)

---

۱۰) الفاروق ص ۳۵۱ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

آل رسولؑ کے بارے میں ایک متفقہ بات:

یہ بات ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ خمس غریب و نادار اور ضرورتمند سادات کا حق ہے اور اگر سادات میں سے کوئی خود امیر ہو تو اس کے لیے بھی زکوٰۃ و خمس نکالنا اس طرح ضروری ہے جس طرح دوسرے لوگوں کے لیے ضروری ہے۔ اب ہم اس بحث میں نہیں الجھتے کہ آلؑ رسولؑ کے لیے خمس کب اور کیوں بند ہوا؟ بلکہ ہم اس بات کی طرف آتے ہیں کہ زکوٰۃ و صدقات تو فرمان پیغمبر اکرمؐ کے مطابق آلؑ رسول پر حرام ہیں اور اس بات پر تقریباً تمام مکاتب فکر متفق ہیں اور حضرت ابو بکرؓ اور دیگر بزرگوں کے نظریے کے مطابق خمس بھی اولاد رسولؐ نہیں لے سکتے یا اگر ہم امام ابو حنیفہؒ کی بات مان لیں کہ آنحضرتؐ کے قرابتداروں کا حصہ بھی جاتا رہا، تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے

غریب و نادار اور بے کس سید، بیوہ سیدزادیاں اور ان کے یتیموں کا کیا بنے گا؟

اگر سید غریب ہیں یا کوئی سیدزادی بیوہ ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی ذریعہ آمدن بھی نہیں، زکوٰۃ و صدقات تو ان کے لیے ویسے ہی حرام ہیں۔ ان کے قریب تو وہ جا ہی نہیں سکتے اور خمس کے بارے میں بھی یہ بات اگر تسلیم کر لی جائے کہ پیغمبر اکرمؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اب ان کے قرابت داروں کا حصہ بھی جاتا رہا تو ان کے لیے کون سا راستہ باقی رہ جاتا ہے؟ ہمیں تو پھر ایک ہی راستہ نظر آتا ہے کہ اگر کوئی بیوہ سیدزادی ہے تو اسے اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے لوگوں کے گھروں میں محنت مزدوری کر کے ہی گزارہ کرنا پڑے گا اور اگر ان کے یتیم بچے ہوں تو وہ بھی غلامی کی زندگی بسر کریں اور ہم ہر پڑھے لکھے دوست کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ کیا یہ طریقہ درست ہے اور کیا اس سے پیغمبر اکرمؐ کی ذات خوش ہو گی یا ناراض اور کیا یہی آلؑ رسولؐ

کی عزت وتکریم ہے کہ وہ دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔

مسئلہ خمس کے بارے میں ایک اعتراض اوراس کا جواب:

برادران اہلسنت سورہ انفال کی جس آیت میں خمس کا ذکر آیا ہے' اس کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ و اعلموا انما غنمتم من شیء۔۔۔ میں جس غنیمت کا ذکر ہے وہ کفار کے ساتھ ہونے والی جنگ میں حاصل ہونے والا مال غنیمت ہے جبکہ شیعہ اس غنیمت سے ہر قسم کی جائز آمدن مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ کتب لغت میں اس لفظ کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہوا ہے' اس سے شیعہ موقف کی تائید ہوتی ہے مثلاً قاموس المحیط میں ہے کہ

> ''غنیم غنیمت' غنم فے کو کہتے ہیں اگر کوئی جان جوکھوں میں نہ ڈالے اور آسانی سے سب کچھ اس کے پلے پڑ جائے تو اسی آمدن کو غنیمت کہتے ہیں یا غنمان کا نام دیا جاتا ہے''۔(۱۱)

اسی طرح المنجد میں لکھا ہے کہ

> ''غنیمت جنگ میں حاصل ہونے والے ساز وسامان کو کہتے ہیں۔ تمام فائدے یا کمائی کو بھی غنیمت جانیئے۔ علاوہ ازیں غنیمة باردة اس نفع کو کہتے ہیں کہ جو آرام سے دستیاب ہو جائے یا یوں کہیے کہ وہ فائدہ جس کے حصول میں زیادہ کدوکاوش نہ کرنا پڑے''۔(۱۲)

اس کے علاوہ پیغمبر اکرمؐ کے فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ''سیوب''

---

۱۱) ملاحظہ ہو قاموس المحیط فصل باب المیم ج ۴' بحوالہ مسئلہ خمس ص ۲۰

۱۲) المنجد ص ۵۶۱ بحوالہ مسئلہ خمس ص ۲۱

اور ''رکاز'' میں سے خمس نکالنے کا حکم دیا ہے۔ سیوب کے بارے میں اہلسنت محقق مولانا وحید الزمان نے اپنی لغات الحدیث نامی کتاب میں پیغمبر اکرمؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے جس میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ

''و فی السیوب الخمس'' کانوں میں سے پانچواں حصہ لیا جائے گا۔ بعضوں نے کہا کہ سیوب وہ مال جو جاہلیت کے زمانے کے گڑھے ہوئے ہوں۔ یہ جمع ہے سیب کی بمعنی عطا اور بخشش کے چونکہ اس قسم کا مال بھی اللہ کی عطا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو سیب کہا جاتا ہے''۔(۱۳)

دوسرا جس چیز میں سے آنحضرتؐ نے خمس نکالنے کا حکم دیا ہے، وہ رکاز ہے اس سلسلے میں موطا امام مالک کی ایک حدیث میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسولؐ اللّٰہ قال فی الرکاز خمس

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رکاز میں سے پانچواں حصہ لیا جائیگا''۔(۱۴)

یہ رکاز جس میں آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق خمس ہے یہ کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث موطا امام محمد میں بھی موجود ہے لیکن اس میں اتنا اضافہ ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ

فی الرکاز خمس قیل یا رسول اللّٰہ ﷺ و ما الرکاز قال المال الذی خلقہ للّٰہ تعالیٰ فی الارض یوم خلق السمٰوٰت و الارض فی ھذہ المعاون ففیھا الخمس

---

۱۳) لغات الحدیث کتاب ''س''، ج ۲، ص ۲۲۸ مطبوعہ کراچی

۱۴) ملاحظہ ہو موطا امام مالک ص ۲۳۶ شائع کردہ

''پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا رکاز میں سے خمس ہے تو پوچھا گیا کہ یا رسولؐ اللہ رکاز کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: رکاز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس دن پیدا کیا جس دن زمین و آسمان کو پیدا کیا یعنی کانیں اور ان پر خمس ہے''۔(۱۵)

حاصل کلام:

ہماری اس بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خمس صرف جنگ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت پر ہی نہیں بلکہ ہر قسم کے جائز منافع پر خمس ہے۔اس کے علاوہ سیوب اور رکاز یعنی کانوں، دفن شدہ خزانوں اور معدنیات پر بھی خمس دینا ضروری ہے جو کہ آنحضرتؐ کے فرمان سے ثابت ہے۔

شیعوں کا اعزاز:

یہ سعادت شروع ہی سے شیعیان علیؑ کو حاصل ہے کہ وہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج تک نبی کریمؐ کی سنت وطریقہ کے مطابق اپنے اموال میں سے زکوٰۃ کے علاوہ خمس بھی نکالتے ہیں جس کا ایک حصہ مجتہد جامع الشرائط کے پاس چلا جاتا ہے۔ دوسرا حصہ خاندان رسولؐ کے غریبوں یتیموں بیوگان اور مسافروں کو دیا جاتا ہے۔

شیعیت کے استحکام میں خمس کا کردار:

خمس کی بحث ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دانشمند معظم عبدالکریم بی آزار شیرازی کے وہ الفاظ نقل کیے جائیں جو انہوں نے آقائے خمینیؒ کی جدید فتاویٰ پر مبنی کتاب ''آئین سعادت'' میں خمس کی فصل پر مقدمہ میں لکھے ہیں وہ

---

۱۵) ملاحظہ ہو موطا امام محمد متوفی ۱۸۹ھ ص ۱۶۹ اشائع کردہ اسلامی اکادمی لاہور

فرماتے ہیں:

''یہی خمس ہی تھا جس کے بل بوتے پر استعمار کے پورے تاریخی دور میں شیعیت کے علمی مرکز نے اپنے کلچر کے استحکام کو مسلسل برقرار رکھا اور نہ صرف استعمار کی بڑی بڑی طاقتوں اور ان کے پٹھوؤں کے زیر بار ہونے سے اپنے آپ کو بچایا بلکہ پوری طاقت کے ساتھ ان کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور ان کا بھرپور مقابلہ کیا۔ دنیا بھر میں شیعوں کا یہ ایک امتیازی نشان ہے کیونکہ اہلسنت بھائیوں کی اکثر و بیشتر یونیورسٹیاں اور علمی مراکز حتی کہ اکثر و بیشتر کلچرل مراکز مالی استحکام کے فقدان کی وجہ سے مجبور ہو کر اپنا استحکام کھو بیٹھے اور (ان میں سے) زیادہ تر حکومتوں اور روزمرہ کی سیاستوں کی بھینٹ چڑھ گئے''۔(۱۶)

خمس کی بحث کے اختتام پر ہم اپنے محترم قارئین سے گزارش کریں گے کہ اگر وہ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیں تو شیعہ محقق عالم سید ابن حسن نجفی کی کتاب ''مسئلہ خمس''، مطبوعہ کراچی کا مطالعہ فرمائیں۔

---

۱۶) ملاحظہ ہو آیت اللہ خمینی کے جدید فتاویٰ پر مبنی کتاب آئین سعادت ج ۲، ص ۱۳۲ تا ۱۳۴ طبع ایران

شیعوں پر صحابہ دشمنی کا الزام اور اس کی حقیقت

یہ موضوع شروع کرتے ہی ذہن میں عراق کے شیعہ عالم سید اسد حیدر نجفی کے وہ الفاظ آ گئے جو انہوں نے صحابیت کے بارے میں شیعہ موقف بیان کرتے ہوئے لکھے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اب ہم اس عظیم مسئلہ کو چھیڑ رہے ہیں جس کے آگے تاریخ کے منہ میں لگام لگی ہوئی ہے اور حقیقت الزامات اور اتہامات کی تہوں میں چھپ گئی ہے''۔(۱)

سید اسد حیدر نجفی کو یہ الفاظ اس لیے لکھنا پڑے کہ شیعوں کی صحابہ کرامؓ سے دشمنی کا پراپیگنڈا اتنی شدت سے کیا گیا کہ اصل حقیقت لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس سلسلے میں پہلی بات شیعوں کے خلاف یہ کہی جاتی ہے کہ شیعہ نبی پاکؐ کے صحابہ کو مانتے ہی نہیں اور دوسرا یہ کہ شیعہ نبی پاک کے تمام صحابہؓ کے دشمن ہیں اور تیسرا یہ کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد سوائے تین چار کے تمام صحابہ کرامؓ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے۔

اس الزام کی تردید خود علمائے اہلسنت کی زبانی:

علمائے اہلسنت شیعوں پر صحابہ دشمنی کا الزام تو عائد کر دیتے ہیں لیکن خود ہی ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں جن سے ان کے اپنے ہی ہاتھوں اس الزام کی تردید ہو جاتی

---

۱) امام الصادق والمذاہب الاربعہ ج ۲، ص ۲۵۸ مطبوعہ لاہور

ہے مثلاً: شیعہ بعداز پیغمبر اکرمؐ حضرت علی کو خلیفہ رسولؐ مانتے ہیں اور یہ بات شیعہ نہ صرف قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں بلکہ بہت سارے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کا بھی یہی نظریہ تھا جسے خود علمائے اہلسنت نے تسلیم کیا ہے مثلاً علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

''ایک گروہ صحابہ کا حضرت علی کا ہواخواہ تھا اور انہی کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے''۔(۲)

علامہ احمد امین مصری لکھتے ہیں:

''شیعیت کا پہلا بیج تو اس جماعت نے بودیا تھا جس کا وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد یہ خیال تھا کہ اہلبیت رسولؐ آپ کی جانشینی کے زیادہ حقدار ہیں اور اہلبیت میں مقدم ترین ہستیاں حضرت عباس (رسولؐ اللہ کے چچا) اور حضرت علیؑ (رسولؐ اللہ چچیرے بھائی) کی ہیں اور ان دونوں میں سے بھی حضرت علی زیادہ حقدار ہیں حضرت عباسؓ نے خود بھی حضرت علیؑ سے خلافت کے استحقاق میں کوئی مقابلہ نہ کیا''۔(۳)

پروفیسر غلام رسول چوہدری لکھتے ہیں:

''شیعیت کا تخم صحابہ کی وہ جماعت ہے جو حضرت علی کو خلافت کا زیاد حقدار سمجھتی تھی اور ان میں مشہور حضرت عباس، حضرت ابوذرؓ غفاری، حضرت مقدادؓ بن اسود، حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت

---

۲) تاریخ ابن خلدون ج ۳، ص ۲۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۳) فجر الاسلام ص ۳۳۳ ترجمہ مولانا عمر احمد عثمانی مطبوعہ لاہور

سلیمان فارسی تھے۔ جابر بن عبداللہؓ ابی بن کعبؓ حذیفہؓ یمانی اور دیگر بہت سے صحابہ تھے''۔(۴)

واضح رہے کہ ''مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ'' کے مصنف نے چند صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ اور دیگر بہت سے صحابہ تھے یعنی حضرت علیؑ کو بعد از وفات پیغمبرؐ خلیفہ ماننے والے صحابہ بہت ساری تعداد میں تھے۔

دعوت فکر:

ہم تمام پڑھے لکھے افراد کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ جب علمائے اہلسنت خود تسلیم کرتے ہیں کہ شیعیت کا پہلا بیج اس جماعت نے بویا تھا جو حضرت علیؑ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتی تھی۔ اب شیعوں نے ایسے صحابہ کرامؓ کی غلامی اختیار کی ہے اور یہ کوئی دو چار صحابہ نہیں تھے بلکہ ان کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی جیسا کہ آئندہ سطور میں بیان ہوگا۔ پھر شیعوں پر صحابہ دشمنی کا الزام کس طرح عائد کیا جاسکتا ہے بلکہ بقول علمائے اہلسنت کے جن صحابہ کرامؓ کا یہ نظریہ تھا کہ بعد از وفات پیغمبرؐ خلافت حضرت علیؑ کا حق ہے۔ ان صحابہ کی پیروی کرنا بھی تو صحابہ دوستی کی ایک مثال ہے۔

برادران اہلسنت سے ایک سوال؟

ہم اہلسنت برادران سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ذرا اپنے ذہن میں علمائے اہلسنت کا بیان کردہ قانون لائیں کہ نبی پاکؐ کے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اور سب کے سب ہدایت یافتہ ہیں جس کی پیروی کرلی جائے' انسان ہدایت پاجاتا ہے۔ حضرت علیؑ جو کہ صحابہؓ میں بھی بلند ترین مقام پر فائز ہیں' خود اپنی امامت و خلافت کا استحقاق احادیث پیغمبرؐ سے ثابت کرتے تھے اور بنو ہاشم سے تعلق رکھنے

---

۴) مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۸۲۲ مطبوعہ لاہور

والے تمام صحابہؓ بقول اہلسنت مصنف مولانا شبلی نعمانی (۵) حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے صحابہ کرامؓ حضرت علیؑ کو ہی خلیفہ رسولؐ مانتے تھے۔ہم نے گذشتہ صفحات میں صرف بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والے دو درجن کے لگ بھگ صحابہ کے نام لکھے ہیں' جب اتنے بہت سارے صحابہ کرامؓ حضرت علیؑ کو مستحق خلافت سمجھتے تھے تو پھر اہلسنت برادران کے پاس اس نظریے پر تنقید کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا کیونکہ اس نظریے پر تنقید دراصل صحابہ کرام پر تنقید ہے جو مذہب اہلسنت میں کسی طرح بھی جائز اور مستحسن نہیں ہے۔

کیا شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وفات پیغمبرؐ کے بعد سوائے تین چار کے تمام صحابہ کرامؓ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے؟

روضہ کافی کی ایک روایت جو درایت کے بھی خلاف ہے اسے شیعوں کے خلاف پیش کر کے خوب اچھالا جاتا ہے اور پھر اس ضعیف روایت کا اپنی من پسند کا ترجمہ کر کے بعض فرقہ پرداز اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔جبکہ دوسری طرف بعض انصاف پسند علمائے اہلسنت نے اس روایت کا مطلب ومفہوم اس طرح واضح کیا کہ ان فتنہ پردازوں کو منہ کی کھانی پڑی ہے۔نامور سنی اسکالر مولانا وحید الزمان خان نے ایسی ہی ایک روایت اپنی مشہور زمانہ کتاب ''لغات الحدیث'' میں نقل کر کے اس کا جو ترجمہ کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں کہ

ارتد الناس الا ثلثة سلمان ابوذر و المقداد

قلت عمار قال کان جاض جیضة

---

۵) الفاروق ص۸۲ مطبوعہ لاہور مذاہب اسلامیہ ترجمہ غلام احمد حریری ص۵۱

''حضرت علیؓ کی طرف سے سب لوگ پھر گئے مگر تین شخص سلیمانؓ فارسی اور ابوذرؓ غفاری اور مقدادؓ بن اسود۔ میں نے کہا عمارؓ بن یاسر تو انہوں نے (یعنی امام جعفر نے) کہا کہ وہ بھی ذرا مڑ گئے تھے۔ (پھر راہ راست پر آ گئے)''(٦)

ہمارے نزدیک اولاً تو یہ روایت ہی ضعیف ہے۔ ثانیاً اس کا وہ مطلب و مفہوم بنتا ہی نہیں جو بعض فتنہ پرداز بیان کر کے شیعوں کو بدنام کرتے ہیں۔ ایک نامور سنی عالم نے اس روایت کا جو ترجمہ کیا ہے اسے بار بار غور سے پڑھیں۔ کیا اس میں صحابہ کرام کے دین اسلام سے (معاذ اللہ) مرتد ہونے کا کہیں ذکر موجود ہے؟ اگر بالفرض اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس کا مطلب وہی بنتا ہے جو مولانا وحید الزمان خان نے لکھا ہے کہ لوگ حضرت علیؓ سے پھر گئے لیکن جب ہم ان صحابہ کرام کی تعداد پر نظر ڈالتے ہیں جو مسئلہ خلافت پر حضرت علیؑ کے ساتھ تھے تو اس روایت کی کچھ حیثیت باقی نہیں رہتی۔

مسئلہ ارتداد اور اہلسنت کی دل ہلا دینے والی روایات:

بعد از وفات پیغمبر اکرمؐ ارتداد کی جو وبا پھیلی اسے بیان کرتے ہوئے علمائے اہلسنت کتنی افسوس ناک باتیں لکھ جاتے ہیں۔ ہم بطور نمونہ صرف دو عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ مولانا بدیع الزمان خان شرح ترمذی میں ارتداد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں تک ارتداد کا زور اور کفر کا شور ہوا کہ تین مسجدوں کے سوا کہیں اللہ عزوجل مسجود نہ تھا اور اہل اسلام کا کوئی گروہ تین جگہوں کے سوا موجود نہ تھا۔ اول مسجد مکہ میں دوسری مسجد مدینہ اور تیسری

---

٦) لغات الحدیث ج ا کتاب ''ج'' ص ۱۴۳ مطبوعہ کراچی

مسجد عبدالقیس بحرین میں ایک قریہ میں واقع ہے کہ نام اس قریہ کا جواثا تھا اور وہاں کچھ لوگ دین حق پر ثابت تھے اور بخوف کفار محصور ومجبور"۔(۷)

اہلسنت محقق سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"صرف دو تین مقامات ایسے بچے تھے جہاں نماز ہو رہی تھی پورا جزیرۃ العرب خطرے میں اور ارتداد کی زد پر تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر یہ ارتداد کچھ اور پھیلا تو پورا جزیرۃ العرب اسلام کی دولت سے محروم ہو جائے گا"۔(۸)

شیعوں کے خلاف پیش کی جانے والی روضہ کافی کی ضعیف روایت پر بحث ہم تھوڑا آگے کریں گے۔ فی الحال ارتداد کے بارے میں اہلسنت کی بیان کردہ مندرجہ بالا دونوں عبارتوں کے بارے میں ہم اتنا عرض کریں گے کہ یہ بھی مبالغہ آرائی سے خالی نہیں بے شک یہ دونوں بزرگ اہلسنت میں بہت بڑا مقام رکھتے ہیں۔ جامع ترمذی کے شارح مولانا بدیع الزمان خان صحاح ستہ کے مشہور شارح اور مفسر قرآن مولانا وحید الزمان خان کے بھائی ہیں اور سید ابوالحسن علی ندوی بین الاقوامی شہرت یافتہ اہلسنت محقق ہیں۔ ہم ان اہلسنت بزرگوں کی روایات کو اچھالنے کی بجائے اپنے قارئین کی توجہ اس جانب مبذول کراوتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت صحابہؓ کرام کی مجموعی تعداد بنا بر مشہور سوا لاکھ کے لگ بھگ تھی جبکہ ایک دوسرے سنی مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برق ایم۔اے پی۔ایچ۔ڈی نے صحابہؓ

---

۷) جامع ترمذی ج ۲، ص ۱۷۸ مطبوعہ لاہور

۸) خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت ص ۱۹ شائع کردہ نشریات اسلام کراچی

۹) میری آخری کتاب ص ۱۳۶ شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

کرام کی تعداد چار لاکھ لکھی ہے۔(۹) ایک طرف تو ہمارے اہلسنت برادران نے شیعوں کے خلاف صحابیت کے موضوع پر بہت بڑا محاذ کھول رکھا ہے اور اس بات پر بضد ہیں کہ شیعہ ہی صحابہ کرامؓ کے گستاخ ہیں لیکن خود ہمارے اہلسنت بھائی جب بعد از وفات پیغمبر اکرمؐ ارتداد کا ذکر کرتے ہیں تو غالباً وہ یکسر بھول جاتے ہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں؟ کن کو مرتد قرار دے رہے ہیں؟ اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں شیعہ تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں کہتے۔ اگر صحابہ کی تعداد سوا لاکھ مان لی جائے تو بھی آنحضرتؐ کی زندگی میں اسلامی مملکت کا رقبہ بقول اہلسنت مصنفین آٹھ لاکھ مربع میل (۱۰) تک پھیل چکا تھا۔ اب اس آٹھ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع و عریض سلطنت کے بارے میں مولانا بدیع الزمان خان یا سید ابوالحسن علی ندوی جیسا اہلسنت محقق کہے کہ صرف دو تین مقامات ایسے بچے تھے جہاں نماز ہو رہی تھی تو یہ ان کی تحقیق قرار دی جائے۔ ہم اہلسنت برادران سے پوچھتے ہیں کہ آپ جنہیں آنکھیں بند کر کے مرتد قرار دے رہے ہیں' کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ ان لوگوں نے کلمہ نبی کریمؐ کے ہاتھ پر پڑھا تھا؟ اور جس نے نبیؐ پاک کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا اسے ہی صحابی کہتے ہیں شیعہ بے چارے تو شروع ہی سے یہ آواز بلند کرتے چلے آ رہے ہیں کہ یہ ارتداد والا مسئلہ خاصا پیچیدہ ہے اور خود علمائے اہلسنت کے نزدیک کافی اختلافی مسئلہ ہے۔ علامہ ماوردی نے زکوٰۃ روکنے والوں میں سے ایک گروہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ

والله ما کفرنا بعد ایماننا و لکن شححنا علی اموالنا(۱۱)

"اللہ کی قسم ہم ایمان کے بعد کافر نہیں ہوئے لیکن ہم نے اپنے

---

۱۰) میری آخری کتاب ص ۱۴۵ مطبوعہ لاہور

۱۱) الماوردی الاحکام سلطانیہ ص ۱۰۶ شائع کردہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مالوں میں سے حرص وبخل کیا ہے''۔

اور دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا تھا جنہوں نے زکوٰۃ حضرت ابوبکرؓ کو دینے سے انکار کیا تھا۔ علامہ ابن حزم نے ان کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

نقیم الصلوٰۃ و شرائع السلام الا انا لا نئودی الزکوٰۃ الی ابوبکر

''ہم نماز اور دیگر شرائع اسلام ادا کریں گے لیکن زکوٰۃ حضرت ابوبکرؓ کو نہ دیں گے''۔ (۱۲)

حضرت عمرؓ کا اپنے دور خلافت میں منکرین زکوٰۃ کے معاملہ پر نظر ثانی کرنا:

انوار الباری شرح بخاری جو کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے افادات پر مشتمل ہے' اس میں مذکورہ اہلسنت عالم اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ کو ان لوگوں کے ارتداد کا یقین نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا۔ یہ لوگ مومن ہیں مومن بخل مال کے باعث ادائے زکوٰۃ سے رک گئے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ خود بھی کہتے ہیں کہ واللہ ہم اسلام سے نہیں پھرے مگر بخل مال کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں دیتے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی رائے پر قائم رہے اور قتال کے بعد جو لوگ گرفتار ہوئے' ان کو قید کر دیا اور پھر حضرت عمرؓ نے ان کے معاملہ پر نظر ثانی فرما کر ان سب کو رہائی دے دی''۔ (۱۳)

---

۱۲) الملل والنحل جلد ا صفحہ ۵۶۲ طبع کراچی

۱۳) انوار الباری شرح بخاری ج ا' ص ۵۷ ا شائع کردہ مکتبہ حفیظیہ مکی مسجد گوجرانوالہ

روضہ کافی والی روایت پر بحث:

روضۃ کافی کی وہ روایت جسے شیعوں کے خلاف سادہ لوح عوام کے سامنے بطور ہتھیار پیش کیا جاتا ہے کہ سوائے تین چار کے باقی سب صحابہ کرامؓ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شیعہ محقق جناب آفتاب ملک لکھتے ہیں:

''مذکورہ روایت اصول روایت کے معیار پر پورا نہیں اترتی کیونکہ اس کا ایک راوی حنان بن سدید واقفی المذ ہب ہے''۔(۱۴)

اور واقفی مذہب کے بارے میں امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

''واقفی المذ ہب لوگ زندیق ہو کر مرتے ہیں اور یہ لوگ کافر مشرک اور زندیق ہیں''۔

دوسری روایت میں یہی امام فرماتے ہیں:

''واقفی مذہب والا شخص حق کا مخالف ہے اور ایسی برائی پر قائم ہے کہ اگر اس کو اسی پر موت آ جائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا''۔(۱۵)(مقیاس الدرایۃ فی علم الروایۃ ص۸۳ مطبوعہ ایران)

یہ روایت تاریخی مسلمات کے بھی خلاف ہے:

اس کے علاوہ اس روایت کے ضعیف ہونے کے لیے وہی ایک بات کافی ہے کہ جو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور اسے بڑے بڑے علمائے اہلسنت نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ بعد از وفات پیغمبر اکرمؐ تمام بنو ہاشم مسئلہ خلافت پر حضرت

---

۱۴) ملاحظہ ہو تشیع پر اعتراضات کا تجزیہ ص ۲۶ شائع کردہ مرکز مطالعہ اسلامی

۱۵) ملاحظہ ہو تشیع پر اعتراضات کا تجزیہ ص ۲۶ شائع کردہ مرکز مطالعہ اسلامی

علیؑ کے ساتھ تھے۔(۱۶) خاندان بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرامؓ کے علاوہ بھی بہت سارے جلیل القدر صحابہ کرام کے نام خود علمائے اہلسنت نے لکھے ہیں۔ان روشن حقائق کی موجودگی میں روضہ کافی والی روایت کی کچھ حقیقت باقی نہیں رہ جاتی۔

شیعوں کا برادران اہلسنت سے شکوہ:

ہمارا برادران اہلسنت سے یہ شکوہ ہے کہ وہ صحابیت کے مسئلے پر شیعوں سے دانستہ یا نادانستہ انصاف نہیں کرتے۔ہمارا اگر کوئی اختلاف ہے بھی تو صرف چند افراد کے ساتھ جیسا کہ مصری سکالر ڈاکٹر حامد حفنی داؤد نے سید محمد صادق الصدر کی کتاب پر مقدمہ لکھتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ

> ''حق بات یہ ہے کہ ہم برادران امامیہ کے کلام سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ چند صحابہ کے افعال اوران کی سیاست پر تنقید کرتے ہیں''۔(۱۷)

---

۱۶) الفاروق ص ۸۲ مذاہب اسلامیہ ص ۵۱' ہاشمی صحابہ کرام میں حضرت عباسؓ ان کے چھ بیٹے مفضلؓ بن عباس' عبدالرحمٰنؓ بن عباس' عبداللہؓ بن عباس' تمامؓ بن عباس' عونؓ بن عباس' قثمؓ بن عباس (شیعہ مصنف شیخ عباس قمی نے حضرت عباس کے مزید چار بیٹے لکھے ہیں۔معبدؓ۔حارثؓ۔کثیرؓ اور عونؓ لیکن ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے) سفیانؓ بن الحرث بن عبدالمطلب' نوفلؓ بن الحرث' ربیعؓ بن الحرث' طفیلؓ بن الحرث بدری صحابی' حصینؓ بن الحرث' مطح بن اثاثہؓ بن عباد بن عبدالمطلب وغیرہ وغیرہ

نوٹ: ہاشمی صحابہ کرامؓ کی مزید تفصیل امامت والی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷) ملاحظہ ہو سید محمد صادق کی کتاب ''الشیعہ الامامیہ'' پر ڈاکٹر حامد حفنی داؤد کا مقدمہ ص ۱۵ شائع کردہ امامیہ پبلیکشنز اسلام پورہ لاہور

لیکن کیا یہ صریحاً زیادتی نہیں کہ بات کو چند افراد سے بڑھا کر اتنا طول دے دیا جائے کہ شیعہ کو تمام صحابہ کا دشمن قرار دے دیا جائے حالانکہ شیعہ ان چند افراد کے بارے میں جو کچھ لکھتے ہیں وہ عموماً اہل سنت کی کتب تاریخ حدیث اور تفاسیر سے ہی لکھتے ہیں۔

مسئلہ صحابیت پر برادران اہلسنت کی شیعوں کے بارے میں غلط فہمی کی ایک بڑی وجہ:

صحابیت کے موضوع پر اہلسنت بھائیوں کی شیعوں کے بارے میں غلط فہمی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ شیعہ مصنفین نے اپنی کتب میں بہت سارے صحابہ کرام کے جو ایمان افروز واقعات لکھے ہیں اہلسنت علماء انہیں بیان ہی نہیں کرتے یا دانستہ ان پر پردہ ڈال دیتے ہیں بلکہ جہاں تک ہمارا خیال ہے اکثر اہلسنت علماء اور عوام الناس شیعوں کی کتابوں کے مطالعہ کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے ورنہ یہ غلط فہمی اتنی شدت کبھی اختیار نہ کرتی۔

کیا صرف چند صحابہؓ کی تعریف کر لینے کا نام ہی صحابہؓ دوستی ہے؟

یہ سوال بھی اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ سوا لاکھ کے لگ بھگ صحابہ کرامؓ میں سے صرف گنتی کے چند افراد کی تعریف وتوصیف کر کے برادران اہلسنت تو اپنے آپ کو صحابہ دوست گردانتے ہیں لیکن شیعہ بے شمار صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات اپنی کتب احادیث وتفاسیر میں لکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کو صحابہ دشمنی کا طعنہ دیا جاتا ہے ہم انتہائی اختصار کے ساتھ چند صحابہ کرامؓ کے روح پرور واقعات درج کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات شیعہ کتب کی روشنی میں:

اب ہم شیعہ کتب سے صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات نقل کرتے ہیں تاکہ ان لوگوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے جن کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ شیعہ تو صرف صحابہ کرامؓ کی برائی ہی کرتے ہیں حالانکہ شیعہ کتب صحابہ کرام کی تعریف وتوصیف سے بھری پڑی ہے۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جن صحابہ کرامؓ نے پورے خلوص کے ساتھ ہر میدان میں آنحضرتؐ کا ساتھ دیا اور آنحضرتؐ کے قدموں میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا مختلف غزوات میں اسلام کے دفاع میں اپنے جسم چھلنی کروائے زخموں سے چور چور ہوئے آنحضرتؐ نے جس میدان میں کھڑا ہونے کا حکم دیا پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم نظر آئے ان کا سرے سے ذکر ہی نہ کرنا اور صرف چند صحابہؓ کی تعریف کرنے تک اپنے آپ کو محدود کر لینا بھی صریحاً ناانصافی ہے۔

ہم شیعہ کتب سے صحابہ کرام کے چند ناقابل فراموش کارنامے نقل کرتے ہیں اور اپنے قارئین سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ جن لوگوں کو صحابہ کرامؓ سے دشمنی ہو جن پر یہ الزام ہو کہ وہ صحابہ کرامؓ کا ذکر اچھائی سے نہیں کرتے وہ ایسے واقعات لکھ سکتے ہیں۔

چند غریب انصار کا شوق جہاد:

شیعہ مفسر سید ناصر مکارم شیرازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”غریب انصار میں سے سات افراد رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقاضا کیا کہ انہیں جہاد میں شرکت کے لیے وسائل مہیا کیے جائیں لیکن پیغمبر اکرمؐ کے پاس انہیں مہیا کرنے کے لیے وسائل نہ تھے تو آپؐ نے انہیں نفی میں جواب دیا وہ اشک آلود

نگاہوں سے آپ کی بارگاہ میں سے نکلے اور بعد میں بکاؤن یعنی
رونے والے کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ صورتحال نشاندھی کرتی
ہے کہ یہ اصحابؓ پیغمبرؐ جہاد کے اس قدر عاشق اور مشتاق تھے کہ نہ
صرف معافی مل جانے پر خوش نہ تھے بلکہ اس طرح آنسو بہا رہے
تھے کہ جیسے ان کا کوئی بہترین عزیز یا دوست بچھڑ گیا ہو''۔

پھر آخر میں یہی مفسر لکھتے ہیں کہ

''ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ جہاد سے معافی مل جانے پر جن
کی آنکھوں میں برسات کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں وہ ان لوگوں کے
برابر ہو جائیں جو جہاد میں شرکت نہ کرنے کے بہانے تراشتے
تھے''۔(۱۸)

ایک نابینا صحابیؓ کا شوق جہاد:

آیت اللہ مکارم شیرازی تفسیر نمونہ میں لکھتے ہیں کہ

''پیغمبر اکرمؐ کے مخلص اصحابؓ میں سے ایک نے آپؐ سے
عرض کیا کہ میں ایک بوڑھا نابینا اور عاجز شخص ہوں یہاں تک کہ
میرے پاس کوئی ایسا شخص بھی نہیں جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے میدان
جہاد میں لے جائے۔ پیغمبر اکرمؐ خاموش رہے یہاں تک کہ سورہ
توبہ کی آیت ۹۱ نازل ہوئی اور ایسے افراد کو رخصت دے دی گئی''۔

پھر یہی مفسر لکھتے ہیں کہ ''اس شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ
نابینا افراد تک پیغمبر اکرم سے اجازت لیے بغیر پہلوتہی نہیں کرتے
تھے اس احتمال کی بنا پر کہ شاید ان کا وجود اس حالت میں بھی مجاہدین

---

۱۸) تفسیر نمونہ ج ۸، ص ۶۷ مکتب رسول از استاد محسن قرائتی ص ۱۱۴ مطبوعہ کراچی

کی تشویش یا کثرت لشکر کے لیے مفید ہو وہ رسولؐ اللہ سے اپنی ذمہ داری کے بارے میں پوچھتے"۔(۱۹)

شیعہ مفسر علامہ طبرسی بنو عذرہ کا ایمان افروز واقعہ لکھتے ہیں:

"ایک روز پیغمبرؐ اکرم نماز کی پہلی صف میں شامل ہونے کی فضیلت بیان فرماتے ہیں جس کے بعد لوگوں نے پہلی صف میں شرکت کے لیے ہجوم کیا ایک قبیلہ تھا بنی عذرہ ان لوگوں کے گھر مسجد سے دور تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے گھر بیچ کر مسجد نبوی کے قریب ہی خرید لیتے ہیں تاکہ صف اول میں پہنچ سکیں اس پر سورہ حجر کی آیت ۲۴ نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ خدا تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اگر تم آخری صف میں بھی کھڑے ہو تو بھی چونکہ تمہاری نیت پہلی صف میں کھڑے ہونے کی تھی تمہیں اپنی نیت کی جزا ملے گی"۔(۲۰)

علامہ باقر مجلسیؒ کی زبانی صحابہ کرامؓ کی عبادت، ریاضت اور خدا خوفی کا تذکرہ:

علامہ باقر مجلسی جنہیں صحابہ کرامؓ کا بہت بڑا دشمن کہا جاتا ہے ان کی کتاب حیات القلوب میں مہاجرین و انصار کی تعریف میں پورا ایک باب موجود ہے اس کے علاوہ انہوں نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۹۱۳ تا ۹۹۳ یعنی تقریباً اسی صفحات پر کئی جلیل القدر صحابہ کے مفصل حالات لکھے ہیں۔ وہ امام محمد باقرؑ کی زبانی حضرت علیؑ کی ایک روایت اس طرح نقل کرتے ہیں:

"ایک مرتبہ جناب حضرت امیرؑ نے عراق کے لوگوں کے

---

۱۹) تفسیر نمونہ ج ۸، ص ۷۶ ۲۰) تفسیر مجمع البیان سورہ حجر کی آیت ۲۴ کے ذیل میں

ساتھ فجر کی نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کو وعظ فرمایا خود بھی روئے اور سب لوگوں کی بھی خوف خدا سے رلایا"۔

پھر فرمایا:

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے خلیل رسولؐ خدا کے زمانے میں ایک گروہ کو دیکھا جو صبح شام اس حال میں گزارتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود غذا سے ان کے پیٹ خالی زیادہ سجدے کرنے کی وجہ سے بکریوں کے زانو کی مانند وہ راتیں عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے کبھی قیام میں ہوتے تو کبھی رکوع میں اور کبھی سجدے میں اور اپنے پیروں اور پیشانیوں کو تعب میں مبتلا کرتے اور ہمیشہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتے رہتے اور رو رو کر اس سے التجا کرتے رہتے تھے کہ ان بدنوں کو آتش جہنم سے آزاد فرمائے اور خدا کی قسم ہمیشہ انہیں اسی حال میں عذاب الٰہی سے ان کو خوف زدہ پاتا تھا"۔(۲۱)

ایک معذور صحابی حضرت عمرؓ بن جموح کی شجاعت اور شہادت کا انوکھا واقعہ:

شہید آیت اللہ مرتضیٰ مطہری ان کی داستان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ صحابی ایک پاؤں سے معذور تھے۔ جنگ احد شروع ہوئی تو اپنے بیٹوں کے ساتھ جنگ پر جانے کے لیے تیار ہوگئے بیٹوں نے منع کیا تو رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میرے بچے مجھے شہید ہونے سے منع

---

۲۱) حیات القلوب ج ۲، ص ۹۱۳، ۹۱۴

کریں میری خواہش ہے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں چنانچہ آپ نے آنحضرتؐ کے حکم سے جنگ میں شرکت کی اور قلب لشکر میں جا کر مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ جنگ کے اختتام پر جب ان کے گھر والے ان کی لاش کو اونٹ پر لاد کر مدینے لانے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ اونٹ مدینہ کی طرف قدم نہیں بڑھاتا لیکن جب اونٹ کا رخ میدان احد کی طرف کرتے ہیں تو وہ چلنے لگتا یہ ماجرا جب آنحضرتؐ کو بتایا گیا تو نبی کریم نے اس کی بیوی سے پوچھا کہ تیرے شوہر نے گھر سے چلتے وقت کوئی دعا تو نہیں کی تھی۔ اس کی بیوی نے جواب دیا کہ جب میرا شوہر گھر سے نکلا تھا تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہنے لگا کہ خدایا مجھے گھر واپس نہ لانا۔ رسولؐ خدا نے کہا کہ تیرے شوہر کی دعا مستجاب ہوئی اور حکم دیا کہ دیگر شہدا کے ساتھ انہیں میدان احد میں دفن کیا جائے''۔ (۲۲)

حضرت خثیمہؓ اور ان کے بیٹے کا شوق شہادت:

استاد شہید مرتضیٰ مطہری ''شوق شہادت'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ جنگ بدر پیش آئی تو حضرت خثیمہؓ اور ان کے بیٹے کے درمیان بحث شروع ہوگئی کہ کون جنگ پر جائے اور کون گھر کی دیکھ بھال کرے باپ بھی جانے پر بضد اور بیٹے کا اصرار کہ میں جاؤں گا (غالباً یہ حضرت خثیمہؓ کا اکلوتا بیٹا تھا) آخر ضعیف العمر باپ اور جوان بیٹے نے قرعہ کشی کی قرعہ میں بیٹے کا نام نکل آیا۔ چنانچہ وہ جنگ میں لڑ کر شہید ہو گیا۔ کچھ ہی دنوں بعد باپ نے جوان بیٹے کو خواب میں دیکھا کہ بہت خوش ہے اور درجات عالیہ اس کو عطا کیے گئے ہیں۔ بیٹے نے باپ سے کہا کہ خدا نے جو وعدہ

---

۲۲) ملاحظہ ہو ''شہید'' ص ۱۷، ۱۸ مطبوعہ ایران

ہم سے کیا تھا وہ سچا اور درست تھا اور خدا نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا ہے دوسرے دن حضرت خثیمہؓ خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوئے اپنا خواب بیان کیا پھر عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ اگرچہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری ہڈیاں کمزور اور سست ہوگئی ہیں لیکن مجھے شہادت کی بہت آرزو ہے دعا کیجئے کہ خدا مجھے شہادت کا شرف عطا فرمائے پیغمبر اسلامؐ نے دعا فرمائی کہ خداوند عالم اس بندہ مومن کو مرتبہ شہادت سے سرفراز فرما چنانچہ ایک سال کا عرصہ نہ ہوا تھا کہ جنگ احد بپا ہوئی اور حضرت خثیمہؓ کی شہادت کی آرزو خدا نے پوری کر دی"۔(۲۳)

حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ کی دردناک شہادت اور اپنی قوم کو وصیت علامہ باقر مجلسی کی زبانی:

علامہ باقر مجلسیؒ پیغمبرؐ اکرم کے اس جلیل القدر اور جانثار صحابیؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ احد کے میدان میں پیغمبر اکرمؐ نے ان کو مردانہ وار لڑتے دیکھا کئی نیزے ان کے جسم میں پیوست تھے لیکن ان کا جوش جہاد دیدنی تھا۔ جنگ کے اختتام پر آنحضرتؐ نے پوچھا کہ سعدؓ بن ربیع کہاں ہیں؟ کہیں نظر نہ آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فلاں جگہ میں نے ان لڑتے ہوئے دیکھا تھا ایک شخص کو اس جگہ بھیجا تو یہ کشتوں کے درمیان پڑے ہوئے تھے اس نے جا کر آواز دی تو کوئی جواب نہ آیا اس نے دوبارہ آواز دی کہ اے سعدؓ! رسولؐ خدا تمہارا حال دریافت کر رہے ہیں جب سعد نے پیغمبرؐ اکرم کا نام سنا تو سر اٹھایا اور کانپتے ہوئے پوچھا کہ رسولؐ خدا زندہ ہیں اس نے کہا کہ ہاں زندہ ہیں اور مجھے تمہاری تلاش میں بھیجا ہے۔ سعدؓ کے گویا زندگی کے آخری لمحات تھے لیکن انہوں نے اسی حالت میں جواب دیا کہ نیزوں کی

---

۲۳) ملاحظہ ہو "شہید" از شہید مرتضٰی مطہری ص ۱۶، ۱۷ مطبوعہ ایران

انیاں میرے جسم میں چبھی ہوئی ہیں جا کر میری قوم کے لوگوں یعنی انصار کو جا کر میرا پیغام دینا کہ اگر تم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہو اور اس کی موجودگی میں آنحضرتؐ کے پیر میں ایک کانٹا بھی چبھ گیا تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا یہ کہہ کر ایک سانس لی اور واصل بحق ہو گئے۔ وہ شخص واپس آیا اور سارا واقعہ آنحضرت کو سنایا پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا خدا سعد پر رحم کرے زندگی میں بھی اس نے میری مدد کی اور مرتے وقت بھی میری حمایت کی وصیت کر گئے''۔(۲۴)

ہم محترم قارئین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جن لوگوں کو صحابہؓ سے خدا واسطے کا بیر ہو۔ کیا وہ ایسے ایمان افروز واقعات لکھ سکتے ہیں۔

حضرت ابو عقیل کا خلوص بھرا واقعہ:

آیت اللہ سید ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں:

''غزوہ تبوک کے لیے پیغمبر اکرم نے لوگوں سے مالی معاونت کا اعلان فرمایا حضرت ابو عقیل انصاریؓ یا بعض روایتوں کے مطابق حضرت سالم بن عمیرؓ نے راتوں کو کنویں سے پانی نکال کر اور اضافی مزدوری کر کے دو من کھجوریں جمع کیں اور ایک من گھر والوں کے لیے رکھ لیں اور ایک من خدمت پیغمبرؐ میں لے آئے عیب جو منافقین مسلمانوں کا تمسخر اڑانے لگے جنھوں نے زیادہ خدمت کی انہیں ریاکار اور جنھوں نے ظاہراً تھوڑی خدمت کی ان کا تمسخر اڑاتے کہ کیا لشکر اسلام کو اسی قسم کی مدد کی ضرورت تھی۔ چنانچہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۷۹، ۸۰ میں مخلص مومنین کا مذاق اڑانے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے''۔(۲۵)

---

۲۴) حیات القلوب ج ۲، ص ۶۷۵ ۲۵) تفسیر نمونہ ج ۸، ص ۶۰ مطبوعہ لاہور

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جان نثارانہ پیغام:

شیعہ مفسر سید ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں کہ

''جنگ بدر کے دوران حضرت سعد بن معاذؓ انصار کے نمائندے کی حیثیت میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور آپؐ کی نبوت کی گواہی دی ہے کہ جو کچھ آپؐ کہتے ہیں خدا کی طرف سے ہے۔ آپؐ جو بھی حکم دینا چاہیں، دیجئے اور ہمارے مال میں سے جو کچھ آپؐ لینا چاہیں لے لیں۔ خدا کی قسم! اگر آپؐ ہمیں حکم دیں کہ اس دریا (دریائے احمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو وہاں سے قریب تھا) میں کود پڑیں۔ ہماری یہ آرزو ہے کہ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کی ایسی خدمت کریں جو آپؐ کی آنکھوں کی روشنی کا باعث ہو''۔(۲۶)

ام عمارہؓ انصاریہ کی جانثاری:

شیعہ اہل قلم نے صرف صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات ہی نہیں لکھے بلکہ صحابیات کے بے مثال کارنامے بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ ہم ان میں سے صرف دو واقعات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ شیعہ مؤرخ علامہ سید علی نقی ام عمارہؓ انصاریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس معرکہ میں ایک خاتون کی جانثاری بھی یادگار ہے۔ یہ میدان احد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے آئی تھیں مگر جب

---

۲۶) تفسیر نمونہ ج ۷، ص ۹۸ مطبوعہ لاہور

انہوں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا پر دشمن حملے کر رہے ہیں تو یہ خاتون آنحضرتؐ کے سامنے کھڑی ہو گئیں اور تیروں کو اپنے جسم پر لینے لگیں یہاں تک کہ جب نیزوں اور تلواروں سے مخالفین نے حملہ کیا تو انہوں نے بھی تلوار لے کر دشمنوں سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ زخمی ہو گئیں"۔ (۲۷)

علامہ باقر مجلسی کی زبانی ایک صحابیہ کا جوش ایمانی:

علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک عورت کا شوہر بھائی اور بیٹے جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ وہ جب میدان احد میں پہنچی تو سب سے پہلے آنحضرتؐ کا حال دریافت کیا کہ آپؐ زندہ و سلامت ہیں۔ لوگوں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا کہ میں آنحضرتؐ کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔ لوگوں نے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ وہ مومنہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچی اور آپؐ کو دیکھ کر عرض کیا: یارسولؐ اللہ آپؐ سلامت ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے"۔ (۲۸)

دعوت فکر:

ہم اپنے قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ شیعوں کو صحابہ کرامؓ کا دشمن کہنے والے ان واقعات پر غور کریں کہ جن لوگوں کو صحابہ کرامؓ سے دشمنی ہو۔ کیا وہ ایسے واقعات لکھ سکتے ہیں؟ شیعہ کتب تو ایسے بیشمار روح پرور واقعات سے بھری پڑی ہیں پھر شیعوں کے خلاف بے بنیاد پراپیگنڈا کیوں کیا جاتا ہے؟ ہم سب کو چونکہ ایک دن خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے اس لیے ہم اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اپنے قارئین کی دلچسپی کے لیے چند مزید واقعات لکھتے ہیں۔

---

۲۷) تاریخ اسلام ص ۲۴ علامہ سید علی نقی طبع جدید

۲۸) حیات القلوب ج ۲، ص ۵۷۸

حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت اور شہادت:

علامہ سید علی نقی غزوہ احد میں حضرت ابودجانہؓ کی جانثاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''جب مسلمان آنحضرتؐ کے قریب سے منتشر ہو چکے تھے تو یہ پیغمبرؐ خدا کے سامنے سپر بن کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ یہ آپؐ پر جھک گئے تھے تا کہ کسی طرف سے آپؐ کو گزند نہ پہنچ سکے اور تیروں کو اپنی پشت پر لے رہے تھے یہاں تک کہ بہت سے تیر ان کی پشت میں پیوست ہو گئے''۔(۲۹)

حضرت زیادؓ بن سکن کی پر افتخار شہادت:

علامہ سید علی نقی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں:

''انہوں نے کچھ انصار کے ساتھ رسولؐ خدا کے سامنے جہاد کیا یہاں تک کہ ایک ایک کر کے وہ سب شہید ہو گئے۔ آخر میں یہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انہیں میرے قریب لاؤ۔ چنانچہ انہیں حضرتؐ کے پاس لٹایا گیا۔ اس طرح کہ ان کا رخسار حضرتؐ کے قدموں پر تھا اور اس عالم میں ان کی روح نے جسم سے مفارقت کی''۔(۳۰)

حضرت حنظلہؓ تاریخ اسلام کے انوکھے شہید جسے ملائکہ نے غسل دیا:

شیعہ مؤرخ علامہ سید علی نقی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ ایک جوان تھے جن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور شاید اسی

---

۲۹) تاریخ اسلام ص ۲۴۴ طبع جدید

۳۰) تاریخ اسلام ص ۲۴۴ طبع جدید

لیے یہ مسلمانوں کی فوج کے ساتھ میدان جنگ میں نہیں گئے تھے مگر جب رسولؐ خدا کی شہادت یا لڑائی بگڑنے کی وحشت ناک خبر مدینہ میں پہنچی تو یہ جوش وفاداری اور جذبہ ایمانی سے بے تحاشا احد کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس حالت میں کہ غسل جوان پر واجب تھا' نہ کیا تھا۔ میدان میں پہنچ کر یہ فوج مخالف پر ٹوٹ پڑے۔ اثنائے جنگ میں ان کی نظر سالار لشکر مشرکین ابوسفیان پر پڑ گئی اور یہ اس سے دست و گریبان ہو گئے اور اسے زمین پر گرا کر سینہ پر سوار ہو گئے۔ اس کا کام تمام کرنا ہی چاہتے تھے کہ شداد بن اسود نے دوڑ کر ان پر تلوار ماری اور وہ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ بعد میں پیغمبرؐ خدا نے بتایا کہ انہیں ملائکہ آسمان نے غسل دیا۔ اس لیے وہ غسیل الملائکہ کہلائے اور بعد میں ان کی نسل بھی چلی' جن کے نام کے ساتھ یہ لقب وابستہ رہا''۔ (۳۱)

جنگ احد کی تفصیل قرآن کی روشنی میں:

جنگ احد میں لشکر اسلام پر عین میدان جنگ میں مسلمانوں کی اپنی غلطی کی وجہ سے مصیبت آن پڑی۔ اللہ تعالیٰ پیغمبر اکرمؐ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ط

تو کہہ دے یہ تکلیف تم کو پہنچی۔ تمہاری ہی طرف سے۔

(آل عمران آیت ۱۶۵)

مسلمان کفار کے تیروں اور تلواروں کی زد میں آ گئے۔ یہ مصیبت کیوں آئی؟ اس کا جواب بھی قرآن خود دیتا ہے۔

---

۳۱) تاریخ اسلام ص ۲۴۶ طبع جدید

لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ (١٦٦)ۙ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا

اس واسطے کہ (خدا) معلوم کرے ایمان والوں کو اور تا کہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے۔ (آل عمران آیت ۱۶۷۔۱۶۶)

جنگ احد میں ابتداء لشکر اسلام کے بہادروں نے کفار کے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ آنحضرتؐ نے حفاظتی نقطہ نظر سے جن پچاس تیراندازوں کو پہاڑی کے درے پر کھڑا کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے تم نے یہ جگہ نہیں چھوڑنی۔ کفار کے پاؤں اکھڑتے دیکھ کر باوجود حضرت عبداللہ بن جبیرؓ (جو کہ اس دستہ کے سالار تھے) کے منع کرنے کے اکثریت نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ کفار نے اس درے کے راستے آ کر حملہ کر دیا۔ لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی اور پیغمبرؐ اکرم کے پاس صرف چند جانثار رہ گئے۔ بہت سارے صحابہ کرامؓ بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور کافی تعداد میں زخمی ہو گئے۔

شیعوں کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

مسئلہ صحابیت پر چونکہ شیعوں کے بارے میں بہت ساری بدگمانیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ شیعہ اپنے پاس سے کسی ضد یا ہٹ دھرمی کی وجہ سے کسی صحابی کا مقام و مرتبہ گھٹاتے یا بڑھاتے ہیں۔ ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ شیعہ جو بات کہتے ہیں وہ بڑی صاف اور سیدھی ہے کہ قرآن جسے جتنا مقام دیتا ہے۔ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ جنگ احد کے امتحان میں جن صحابہ کرامؓ نے آنحضرتؐ کے قدموں میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا یا آخر دم تک میدان میں ثابت قدم رہے۔ تیروں تلواروں اور نیزوں سے اسلام کے دفاع میں اپنے جسم زخمی کروائے، انہوں نے اپنے عمل کے ذریعے اپنا مقام بلند کیا اور جو لوگ ثابت قدم نہ رہ سکے وہ احد کے شہداء زخمیوں یا باقی جانبازوں جتنا مقام نہیں

رکھتے اور یہ ایسی بات ہے جو خود علمائے اہلسنت نے بھی لکھی ہے۔ قرآن بھی ان دونوں گروہوں کا ذکر بڑے واضح انداز میں کرتا ہے۔ شیعہ صرف یہ کہتے ہیں کہ جس طرح بعض صحابہ کرامؓ علم میں ایک دوسرے سے ممتاز تھے۔ بعض عبادت میں دوسروں سے ممتاز تھے۔ اسی طرح بعض صحابہ کرامؓ شجاعت و جوانمردی میں منفرد مقام کے حامل تھے۔ میدان احد میں ایک طرف حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ، حضرت ابودجانہؓ حضرت انس بن نضرؓ حضرت مصعبؓ بن عمیر، حضرت زیادہؓ بن سکن، حضرت حنظلہؓ غسیل الملائیکہ، حضرت خبیبؓ، حضرت حارثؓ بن ضمہ، حضرت عمروؓ بن جموح، حضرت خثیمہؓ اور حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری جیسے جانثار تھے جن کی بہادری کی داستانیں قیامت تک سنہری حروف سے لکھی جاتی رہیں گی۔ تو دوسری طرف جن لوگوں کی کمزوری دکھانے کی وجہ سے لشکر اسلام کو حزیمت اٹھانا پڑی تھی ان کا ذکر خود اللہ تعالیٰ قرآن میں اس طرح کرتا ہے:

اذ تصعدون و لاتلون علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم فاثابکم غما بغم

''وہ وقت یاد کرو جب کہ تم چڑھے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے سو خدا تعالیٰ نے تم کو پاداش میں غم دیا بسبب غم دینے کے''۔

(آل عمران آیت نمبر ۱۵۳ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

جنگ احد میں جب افراتفری پھیلی تو جو جماعت حوصلہ ہار بیٹھی، ان سے اللہ تعالیٰ مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ

عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ط

''اور محمد ﷺ بڑے رسول ہی ہیں۔ آپؐ سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپؐ شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر بھی جائے گا تو خدا کا کوئی نقصان نہ کرے گا''۔

(سورہ آل عمران آیت ۱۴۴ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

اس آیت کے حاشیے پر مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ جنگ احد میں بعض مسلمان کامل بھی ہٹ گئے تھے۔(۳۲) پھر تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

یہ آیت صریح طور پر بتلا رہی ہے کہ اسلام میں استقامت و استقلال شرط ہے۔(۳۳)

یہی بات قرآن کی روشنی میں شیعہ بھی کہتے ہیں کہ صرف زبانی اسلام کا اقرار کر لینا کافی نہیں بلکہ ہر میدان میں استقامت دکھلانا خصوصاً جہاد کے موقع پر دشمن کے مقابلے میں جان کی پرواہ نہ کرنا تکمیل ایمان کی شرط ہے اور جان بچانے کی فکر میں رہنا کمزوری ایمان کی علامت ہے۔ باقی رہی مولانا اشرف علی تھانوی کی یہ بات کہ'' جنگ احد میں بعضے مسلمان کامل بھی ہٹ گئے تھے ہمیں اس سے اختلاف ہے۔ ہم شیعہ کہتے ہیں کہ جنگ احد میں مسلمان کامل تو میدان میں ڈٹے رہے تھے شہید ہوئے یا زخمی ہو گئے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی کا بیان:

مولانا محمود الحسن اور مولانا شبیر احمد عثمانی علمائے دیوبند میں بڑا امتیاز مقام رکھتے ہیں۔ وہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

۳۲، ۳۳) ملاحظہ ہو قرآن ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی ص ۱۰۷

''نبی کریمؐ زخم کی شدت سے زمین پر گرے۔ کسی شیطان نے آواز لگادی کہ آپ قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش خطا ہوگئے اور پاؤں اکھڑ گئے۔ بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ بعض ضعفاء کو خیال ہوا کہ مشرکین کے سردار ابو سفیان سے امان حاصل کریں۔ بعض منافقین کہنے لگے کہ جب محمدؐ قتل کر دیئے گئے تو اسلام چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب میں واپس چلا جانا چاہیے''۔(۳۴)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا بیان:

''جب مسلمانوں پر اچانک دوطرف سے بیک وقت حملہ ہوا اور ان کی صفوں میں ابتری پھیل گئی تو کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے اور کچھ احد پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مگر نبیؐ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دشمنوں کا چاروں طرف ہجوم تھا۔ دس بارہ آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت پاس رہ گئی تھی مگر اللہ کا رسولؐ اس نازک موقع پر بھی پہاڑ کی طرح جما ہوا تھا اور بھاگنے والوں کو پکار رہا تھا۔

اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ

اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ اللہ کے بندو! میری طرف آؤ''۔(۳۵)

---

۳۴) ملاحظہ ہو قرآن کریم مترجم شیخ الہند مولانا محمود الحسن مع تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۸۸،(آل عمران آیت ۱۴۴) کے ذیل میں

۳۵) تفہیم القرآن ج ۱، ص ۲۵۹

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کا بیان:

جنگ احد میں امتحانی لمحات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''آنحضرتؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچھ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ انہوں نے مدینہ آ کر دم لیا''۔(۳۶)

چند علمائے اہلسنت کے بیانات نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ دکھلانا تھا کہ قرآن بہت ساری ایسی باتیں بیان کرتا ہے جن سے مفسرین اہلسنت بھی روگردانی نہیں کر سکتے۔

جنگ سے بھاگنے والوں کی خطا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی:

اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ جن لوگوں نے جنگ احد میں کمزوری دکھلائی اور میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل پر ناراضگی کا اظہار کرنے کے باوجود ان لوگوں کو اس شرط پر معاف کر دیا کہ وہ آئندہ میدان جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ اس کا تفصیلی بیان آئندہ جنگ احزاب کے ذکر میں آئے گا۔ ہم یہاں چند مزید صحابہ کرامؓ کی جانثاری کے واقعات درج کرتے ہیں۔

چند مزید صحابہ کرامؓ کی جانثاری کے ناقابل فراموش واقعات:

احد کی لڑائی میں کفار کے علمدار لشکر طلحہ بن عثمان کو آتے ہی حضرت علیؑ نے سبق سکھلا دیا۔ اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا تو حضرت علیؑ کے ساتھ حضرت حمزہؓ حضرت مقدادؓ بن اسود، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت ابودجانہؓ حضرت انسؓ بن نضر وغیرہ نے جانثاری کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ ان میں سے دو ایک واقعات ملاحظہ

---

۳۶) الفاروق ص ۶۴ مطبوعہ لاہور

فرمائیں۔

حضرت انس بن نضرؓ کی پر افتخار شہادت:

شیعہ مؤرخ علامہ سید علی نقی مجتہد نے اپنی تاریخ اسلام میں جو کچھ حضرت انس کے بارے میں لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر کو جب پتہ چلا کہ آنحضرتؐ شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ پھر ہم لوگ زندہ رہ کر کیا کریں گے دوسروں سے بھی کہا کہ اٹھو اور اسی راستے پر جان دے دو جس پر رسولؐ خدا دنیا سے اٹھے اور پھر وہ مخالف فوج کی صفوں میں گھس گئے اور بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے بھتیجے کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کے یہ جانثار صحابیؓ اس طرح شدید زخمی ہوئے کہ لاش پہچاننا بہت مشکل ہو گئی۔ آخر ان کی ہمشیرہ نے ان کی انگلیوں سے لاش کی شناخت کی''۔(۳۷)

حضرت علیؑ کا اسلامی جنگوں میں بے مثل کردار:

شیعوں کے بارے میں چونکہ یہ غلط فہمی بھی پھیلائی گئی ہے کہ یہ صرف حضرت علیؑ ہی کی تعریف کرتے ہیں۔ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے ہم نے شیعہ کتب کے حوالے سے بہت سارے دیگر صحابہ کرامؓ کے قابل فخر کارنامے نقل کیے ہیں۔ جہاں تک حضرت علیؑ کا تعلق ہے تو ان کا کردار پیغمبر اکرمؐ کی پوری زندگی میں اتنا واضح اور بے مثل رہا کہ خود علمائے اہلسنت کی تحریریں حضرت علیؑ کے منفرد کردار کی گواہ ہیں۔ مثلاً اسلام کی پہلی جنگ بدر کے مقام پر ہوئی۔ اس میں حضرت علیؑ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ انہیں مولانا شبلی نعمانی نے ایک مختصر فقرے میں یوں لکھا ہے کہ

معرکہ بدر کے ہیرو اسد اللہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔(۳۸)

---

۳۷) تاریخ اسلام ص ۲۳۹، ۲۴۰ طبع جدید ۳۸) سیرت النبیؐ ج ۱، ص ۳۵۹ کتابی سائز

شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ

اس جنگ میں شیر خدا نے صفیں کی صفیں الٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے بجلی کی طرح چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمن ہستی کو جلا دیا۔(۳۹)

جنگ احد کے ذکر میں اہلسنت مؤرخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ

''حضرت حمزہؓ حضرت علیؑ حضرت ابودجانہ وغیرہ صحابہ کرامؓ نے وہ وہ جوانمردانہ وشجاعانہ کارہائے نمایاں ظاہر کیے کہ کفار کے حوصلے پست ہو گئے''۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

''قریش کے بارہ علمبردار یکے بعد دیگر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں سے آٹھ کو صرف حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے قتل کیا''۔(۴۰)

غزوہ خندق میں عرب کے نامی گرامی پہلوان عمرو ابن عبدود کے مقابلے میں حضرت علیؑ جانے لگے تو علامہ علی نقی اہلسنت کی کتاب تاریخ خمیس ج ۱ ص ۴۷۷ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم نے اپنا عمامہ آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا:

''اے خدا! تو نے عبیدہؓ کو مجھ سے بدر کے دن لے لیا اور حمزہؓ کو احد کے دن'' **و ھذا علی اخی و ابن عمی فلا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین**'' اب یہ علیؑ ہے جو میرا بھائی اور میرے چچا کا فرزند ہے تو اب تو مجھے اکیلا نہ چھوڑنا۔ اگرچہ تو بہترین ذات

---

۳۹) خلفائے راشدین ص ۲۴۹ شائع کردہ ایم ایچ سعید کمپنی کراچی

۴۰) تاریخ اسلام ج ۱ ص ۱۴۳ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

ہے جو سب کے بعد باقی رہنے والی ہے"۔(۴۱)

غزوہ خیبر میں جب قلعہ خیبر کسی سے فتح نہ ہوسکا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کل علم اسے عطا ہوگا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں۔(۴۲) یہودی سالار مرحب بڑے طمطراق سے آیا لیکن حضرت علیؑ نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور ضربت کی آواز فوج تک پہنچی۔ اسی طرح غزوہ حنین میں بھی حضرت علیؑ نے میدان میں ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا اور آنحضرتؐ کا بھی دفاع کرتے رہے۔

جنگ احد میں زخمیوں کا ایثار:

جنگ احد کا ایک نہایت اہم واقعہ جسے اہلسنت علماء نے بھی نقل کیا ہے اور شیعہ مفسرین نے بھی اس ایمان افروز واقعہ کو اپنی تفسیروں میں لکھا ہے۔ شیعہ مفسر علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اور سید ناصر مکارم شیرازی تفسیر نمونہ میں لکھتے ہیں:

> "جنگ احد کے جنگجو غازیوں میں سے سات افراد بہت پیاسے تھے اور شدید زخمی بھی تھے۔ کوئی شخص ایک آدمی کی پیاس بجھانے کی مقدار کے برابر پانی لے آیا وہ جس زخمی کے پاس پانی لے کر گیا، اس نے دوسرے کی طرف بھیجا اور اسے اپنے اوپر ترجیح دی۔ آخر کار سب نے پیاس کی حالت میں جان دے دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ایثار کی تعریف کی"۔(۴۲a)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک بار پھر اپنے قارئین سے گزارش کریں کہ وہ شیعہ علماء کے لکھے ہوئے صحابہ کرامؓ کے ان ایمان پرور واقعات کو بار بار پڑھیں۔ کیا

---

۴۱) تاریخ اسلام ص۲۰۲ طبع جدید ۴۲) بخاری شریف

۴۲a) تفسیر نمونہ ج۲۳ ص۶۵ ۳تفسیر مجمع البیان ج۹، ص۲۶۲

صحابہؓ دشمن ایسے واقعات لکھ سکتے ہیں۔

شیعوں کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض برادران اہلسنت سورہ فتح کی آیت نمبر ۲۹

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

''محمدؐ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں''۔

شیعوں کے سامنے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آیت کبھی شیعوں کی نظر سے نہیں گزری۔ ایسے دوستوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس آیت کو غور سے پڑھیں۔ شیعہ اس آیت کے ضمن میں جو کچھ کہتے ہیں وہ بڑی صاف ستھری اور اصول پر مبنی بات ہے۔ ہمارے نزدیک اس آیت کے مصداق وہ لوگ ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ مل کر کفار کے مقابلے میں شجاعت و مردانگی کا مظاہرہ کیا۔ شہادت کے درجے پر فائز ہوئے یا زخموں سے چور چور ہوئے۔ دشمنان اسلام کو نیست و نابود کیا جن کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں شیعہ کتب کے حوالے سے بڑی تفصیل سے کر آئے ہیں۔ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو لوگ میدان جنگ میں یا عین امتحان کی گھڑی میں استقامت نہ دکھلا سکے وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہو سکتے اور یہ ایسی بات ہے جسے ہر انصاف پسند ذہن تسلیم کرتا ہے۔ ہم گذشتہ صفحات میں اہلسنت مفسر مولانا اشرف علی تھانوی کا یہ بیان لکھ کر آئے ہیں کہ

''اسلام میں استقامت و استقلال شرط ہے'' (۴۳) کتب

---

۴۳) ملاحظہ ہو سورہ آل عمران آیت ۱۴۴ کا حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانوی

تاریخ وحدیث میں ان لوگوں کے نام بھی لکھے ہیں جو استقامت نہ دکھلا سکے لیکن ہمارا مقصد چونکہ کسی کی دل آزاری نہیں اس لیے ہم نے کوئی ایسا واقعہ نہیں لکھا بلکہ ہم تو بڑے کھلے دل سے کہتے ہیں کہ اگر تاریخ وحدیث میں کسی بزرگ کی شجاعت ومردانگی کا کوئی مستند واقعہ موجود ہو تو اسے بڑی خوشی سے بیان کریں۔

جنگ احزاب میں سچے مومنین کی تعریف قرآن کی زبانی:

جنگ احزاب کہ جسے جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔ جب کفار کے بہت بڑے بڑے لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے آ گئے تو سچے مومنین نہ صرف یہ کہ ان کے یقین میں اضافہ ہو گیا بلکہ وہ شہادت کے لیے بے تاب نظر آتے تھے جس کا ذکر سورہ احزاب میں اس طرح آیا ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ز وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا(۲۲)ط مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا(۲۳)لا

شیعہ مفسر حافظ سید فرمان علی مرحوم ان آیات کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"اور جب سچے ایمان داروں نے (کفار کے) جمگھٹوں کو دیکھا تو بے تکلف کہنے لگے کہ یہ وہی چیز تو ہے جس کا ہم سے خدا نے اور اس کے رسولؐ نے وعدہ کیا تھا (اس کی پرواہ کیا ہے) اور خدا نے اور اس کے رسول نے بالکل ٹھیک کہا تھا اور (اس کے دیکھنے سے) ان کا ایمان اور ان کی اطاعت اور بھی زیادہ ہو گئی۔ ایمانداروں میں

سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے (جانثاری کا) جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ غرض ان میں سے بعض وہ ہیں جو مر کر اپنا وقت پور کر گئے اور ان میں سے بعض (حکم خدا کے) منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنی بات) ذرا بھی نہیں بدلی"۔(۴۴) (احزاب آیت ۲۲۔۲۳)

یہ ترجمہ شیعہ مفسر سید فرمان علی مرحوم کا ہے۔ اب چند دوسرے شیعہ مفسرین کے ان آیات کے ذیل میں بیانات ملاحظہ فرمائیں

سید علی نقی مجتہد اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس وقت بھی ایک سچی صاحب ایمان جماعت ایسی تھی جس نے سکون و اطمینان کا دامن نہیں چھوڑا اور ان کے ذہن میں کوئی شک و تذبذب کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔ یہ ہیں وہ خاص الخاص مومنین جن کا حال اس آیت میں بیان ہوا ہے۔(۴۵)

سید ناصر مکارم شیرازی تفسیر نمونہ میں لکھتے ہیں:

جس وقت مومنین نے احزاب کے لشکروں کو دیکھا تو نہ صرف یہ کہ ان پر گھبراہٹ طاری نہیں ہوئی بلکہ کہا کہ یہ وہ چیز ہے جس کا خدا اور اس کے رسولؐ نے وعدہ کیا تھا۔(۴۶)

یہ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت کا ذکر ہے جو شوق شہادت میں بے تاب نظر آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کو بلند مقام دیتا ہے اور ان کے شوق شہادت کی تعریف

---

۴۴) ملاحظہ ہو ترجمہ حافظ سید فرمان علی مطبوعہ لاہور

۴۵) ملاحظہ ہو تفسیر فصل الخطاب ج ۶، ص ۱۲۲ اشائع کردہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

۴۶) ملاحظہ ہو تفسیر نمونہ ج ۱۷

کرتا ہے۔اب اگر کوئی ان کی تعریف کرنے میں بخل سے کام لے تو یہ صریحاً ناانصافی ہوگی۔دوسری طرف ایک کمزور جماعت کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے۔

کمزوری دکھانے والی جماعت کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۝ (احزاب آیت ۱۰ پ ۲۱)

"جب کہ وہ لوگ تم پر آچڑھے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی اور جب کہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کررہے تھے"۔(۴۷)

یہ ترجمہ اہلسنت مفسر مولانا اشرف علی تھانوی کا ہے۔اس آیت کی تفسیر میں اپنی طرف سے کوئی لفظ لکھنے کی بجائے ہم سابقہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا محمد شفیع کا بیان نقل کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"وتظنون باللّٰہ الظنونا۔ یعنی تم لوگ اللہ کے ساتھ مختلف قسم کے گمان کرنے لگے تھے۔ان گمانوں سے مراد غیر اختیاری وساوس ہیں جو اضطراب کے وقت انسان کے دل میں آیا کرتے ہیں کہ موت اب آہی گئی ہے۔۔۔ایسے غیر اختیاری خطرات و وساوس نہ کمال ایمان کے منافی ہیں نہ کمال ولایت کے البتہ ان سے مصیبت

---

۴۷) ملاحظہ ہو ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی سورہ احزاب آیت ۱۰

واضطراب کی شدت کا ضرور پتہ لگتا ہے کہ صحابہ کرام جیسے جبال
استقامت کے دلوں میں بھی وسوسے آنے لگے"۔(۴۸)

ہمیں مفتی صاحب کی مذکورہ بالا تفسیر سے قدرے اختلاف ہے۔یہ درست ہے کہ ایسے غیر اختیاری وساوس امتحان کے وقت انسان کے دل میں آ ہی جاتے ہیں اور انسان دولت ایمان سے بھی محروم نہیں ہوتا لیکن ہمارے خیال میں جہاں تک کمال ایمان کا تعلق ہے اس کا ذکر سورہ احزاب کی آیت ۲۲'۲۳ میں ہو چکا ہے۔رہی یہ بات کہ ایسے غیر اختیاری وساوس کمال ولایت کے منافی ہیں یا نہیں تو ارشاد رب العزت ہے کہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس۔۶۲)

"خبردار بے شک اولیا اللہ پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے"

باقی رہا مفتی محمد شفیع صاحب کا یہ لکھنا کہ "صحابہ کرامؓ جیسے جبال استقامت کے دلوں میں بھی وسوسے آنے لگے۔یہی بات اگر کوئی شیعہ لکھتا تو یقیناً اسے بے ادبی کا طعنہ دیا جاتا۔ہم کہتے ہیں جن صحابہ کرامؓ کے ساتھ جبال استقامت کا (استقامت کا پہاڑ) کا لفظ آ جائے ان کے لیے تو سورہ احزاب کی بائیسویں اور تیئسویں جیسی پر افتخار آیات ہیں۔

شیعہ کا موقف قرآن کی روشنی میں:

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ شیعہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں وہی کچھ کہتے ہیں جو قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور وہی باتیں خود اہلسنت مفسرین نے بھی لکھی ہیں۔جنگ احد میں جہاں کامل الایمان صحابہ کرامؓ نے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا تو دوسری طرف جن لوگوں نے کمزوری دکھائی اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی معاف کر دیا

---

۴۸) معارف القرآن جلد ۷ ص ۱۲۰ طبع کراچی

لیکن شرط یہ رکھی کہ آئندہ وہ ایسا نہیں کریں گے جس کا ذکر سورہ احزاب آیت ۱۵ میں اس طرح ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا

''اور اقرار کر چکے تھے اللہ سے پہلے کہ نہ پھیریں گے پیٹھ اور اللہ کے اقرار کی پوچھ ہوتی ہے''۔ (احزاب آیت ۱۵)

یہ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ جنگ احد کے بعد انہوں نے اقرار کیا تھا کہ ہم پھر ایسی حرکت نہ کریں گے۔ اس کی پوچھ اللہ کی طرف سے ہوگی کہ وہ اقرار کہاں گیا''۔ (۴۹)

سید ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جنگ احد کے موقع پر جو کمزوری انہوں نے دکھائی۔ اس کے بعد شرمندگی و ندامت کا اظہار کر کے ان لوگوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اب اگر آزمائش کا موقع پیش آیا تو اپنے قصور کی تلافی کر دینگے لیکن اللہ تعالیٰ کو محض باتوں سے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا جو شخص بھی اس سے عہد باندھتا ہے اس کے سامنے کوئی نہ کوئی آزمائش کا موقع وہ ضرور لے آتا ہے تاکہ اس کا جھوٹ سچ کھل جائے اس لیے وہ جنگ احد کے دو ہی سال بعد اس سے بھی زیادہ خطرہ سامنے لے آیا اور اس نے جانچ کر دیکھ لیا کہ ان لوگوں نے

---

۴۹) ملاحظہ ہو ترجمہ مولانا محمود الحسن مع تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۵۴۴ مطبوعہ لاہور

کیسا سچا وعدہ اس سے کیا تھا"۔(۵۰)

بیعت رضوان سورہ فتح کی آیات اور شیعوں کے بارے میں ایک بڑی غلط فہمی:

ہمارے اکثر اہلسنت برادران سورہ فتح کی آیات بالخصوص آیت ۱۸ السقد رضی اللہ عن المؤمنین ـــ پڑھتے ہیں جو کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان آیات میں صحابہ کرامؓ کی بہت زیادہ تعریف وارد ہوئی ہے لیکن شیعہ حضرات صحابہؓ کی اس تعریف کے قائل نہیں حالانکہ یہ ہمارے اہلسنت بھائیوں کی سراسر غلط فہمی ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا ہوسکتا ہے جو ان آیات یا انکے مفہوم کو ماننے سے انکاری ہو؟ یہ آیات کب نازل ہوئیں اور کیوں نازل ہوئیں؟ وہ ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کی مختصر روداد:

چھ ہجری میں آنحضرتؐ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور مکہ سے نو میل کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر جا کر رک گئے۔ تاریخ کے قدیم ترین مآخذ طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ یہاں پہنچ کر سب سے پہلے جس شخص کو آپؐ نے اپنا ایلچی بنا کر مکہ بھیجا وہ جناب خراش بن امیۃ الکعبی ہیں تا کہ وہ ان لوگوں کو آپؐ کی تشریف آوری کی اطلاع دیں۔ خراش بن امیۃ الکعبی کو لوگوں نے روک لیا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا مگر ان کی قوم کے لوگ جو وہاں تھے انہوں نے ان کو بچا لیا۔(۵۱)

اب حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی تھی کہ مکہ کسی ایسے شخص کو مکہ بھیجا جائے جس کا قوم وقبیلہ مکہ میں موجود ہو۔ حضرت عثمانؓ چونکہ خاندان بنو

---

۵۰) تفہیم القرآن ج ۴، ص ۸۷ مطبوعہ لاہور

۵۱) طبقات ابن سعد حصہ اول ص ۴۹۵ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ غالباً اسی لیے آنحضرتؐ نے ان کو مکہ روانہ کیا اور بقول علامہ ابن سعد آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ تم قریش کے پاس جاؤ اور انہیں اطلاع دو کہ ہم کسی خونریزی کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔(۵۲)

بقول شاہ معین الدین احمد ندوی جب کئی روز گزر گئے اور حضرت عثمانؓ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔(۵۳)

اور بقول علامہ ابن خلدون "یہ خبر مشہور ہوگئی کہ مشرکین نے ان کو شہید کر ڈالا۔"(۵۴)

طبقات ابن سعد کے الفاظ ہیں کہ یہی وہ امر تھا جس سے رسول پاکؐ نے مسلمانوں کو بیعت رضوان کی دعوت دی۔(۵۵)

اب سیدھی سی اور خدا لگتی بات تو یہ ہے آنحضرتؐ کے کسی بھی ایلچی کو خواہ وہ جناب خراش بن امیہ ہوتے یا حضرت عثمان یا کوئی اور صحابی اگر کوئی حادثہ پیش آجاتا تو آنحضرتؐ کا ردعمل وہی ہونا تھا جو حضرت عثمانؓ کے بارے میں اطلاع ملنے پر ہوا۔ آنحضرتؐ نے صحابہ کرامؓ کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا۔ ان سب سے بیعت لی جس کا ذکر قرآن میں اس طرح آیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ

---

۵۲) طبقات ابن سعد حصہ اول ص ۳۹۶

۵۳) خلفائے راشدین ص ۱۷۷ مطبوعہ کراچی

۵۴) تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۱۳۴ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۵۵) طبقات ابن سعد حصہ اول ص ۳۹۶

عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (فتح

''جولوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کررہے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑیگا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا''۔

(ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

آگے آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○

''بتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کررہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کردیا اور ان کو ایک لگے ہاتھ فتح دی''۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

یہ تو تھا ان آیات کا حرف بحرف ترجمہ جو اہلسنت کے ایک مستند عالم و مفسر نے کیا ہے۔ اب ہم ان آیات کی تفسیر بھی درج کرتے ہیں جو مفسرین اہلسنت نے کی ہے اور پھر اس کا فیصلہ اپنے محترم قارئین پر چھوڑتے ہیں تا کہ شیعوں کے بارے میں غلط فہمی دور ہوسکے۔

حدیبیہ میں کس بات پر بیعت لی گئی:

مولانا شبیر احمد عثمانی سورہ فتح کی آیت ۱۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''حدیبیہ میں اس بات پر بیعت لی گئی کہ مرتے دم تک جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔ پھر آگے ''فمن نکث'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی بیعت کے وقت جو قول و قرار کیا ہے اگر کوئی اس کو توڑے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ و رسولؐ کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملے گی اور جس نے استقامت دکھلائی اور اپنے عہد و پیان کو مضبوطی کے ساتھ پورا کیا تو اس کو بدلہ بھی بہت پورا ملے گا''۔(۵۶)

مولانا محمد انور شاہ کشمیری صلح حدیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حدیبیہ میں اس امر پر بیعت لی گئی تھی کہ مرتے دم تک جہاد سے نہیں بھاگیں گے''۔(۵۷)

واضح رہے کہ جہاد میں ثابت قدم رہنے والا وعدہ صرف حدیبیہ سے مخصوص نہیں تھا بلکہ آئندہ بھی کسی جہاد کی صورت میں جہاد میں استقامت دکھانے کا اقرار لے کر یہ بیعت لی گئی جس کی تصریح خود مفسرین اہلسنت نے کی ہے۔ صلح حدیبیہ بلکہ فتح مکہ کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کے آخری سالوں میں آٹھ ہجری میں غزوہ حنین پیش آیا جس میں ایک مرتبہ پھر لشکر اسلام کو وقتی پریشانی کا سامنا ہوا

---

۵۶) ملاحظہ ہو ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن مع تفسیر عثمانی ص ۶۶۵ مطبوعہ کراچی

۵۷) انوار الباری کی شرح بخاری ج ۱، ص ۱۳۴ شائع کردہ مکتبہ عظیمیہ مکی مسجد بخاری روڈ گوجرانوالہ

تو آنحضرتؑ نے لوگوں کو یہی حدیبیہ والا وعدہ یاد دلایا۔ مولانا محمد شفیع سابقہ مفتی دارالعلوم دیوبند سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۵ کی تفسیر میں جنگ حنین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب قبیلہ ہوازن نے قرارداد کے مطابق یکبارگی ہلہ بولا اور گھاٹیوں میں چھپے ہوئے دستوں نے چاروں طرف سے گھیرا ڈال دیا۔ گرد وغبار نے دن کو رات بنا دیا تو صحابہ کرامؓ کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے۔ صرف رسول کریم ﷺ اپنی سواری پر سوار پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے بڑھ رہے تھے اور بہت تھوڑے سے صحابہ کرامؓ جن کی تعداد تین سو اور بعض نے ایک سو یا اس سے بھی کم بتلائی ہے۔ آنحضرتؑ کے سامنے جمے رہے۔ وہ بھی یہ چاہتے تھے کہ آپؐ آگے نہ بڑھیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے صحابہ کرامؓ کو پکارو کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے شجرہ کے نیچے جہاد کی بیعت کی تھی اور سورہ بقرہ والے کہاں ہیں اور وہ انصار کہاں ہیں جنہوں نے جان کی بازی لگانے کا عہد کیا تھا۔ سب کو چاہیے کہ واپس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ یہاں ہیں۔ حضرت عباسؓ کی آواز بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ یکایک سب بھاگنے والوں کو پشیمانی ہوئی اور بڑی دلیری کے ساتھ لوٹ کر دشمن کا پورا مقابلہ کیا۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد بھیج دی"۔ (۵۸)

اوپر مولانا شبیر احمد عثمانی کا بیان نقل ہوا ہے کہ جس وعدے پر حدیبیہ میں

---

۵۸) معارف القرآن ج ۴، ص ۳۴۷ تا ۳۴۸ مطبوعہ کراچی

بیعت لی گئی تھی اگر کوئی اسے توڑ دے گا تو اپنا ہی نقصان کرے اور جس نے استقامت دکھائی اس کو بہت بڑا اجر ملے گا۔شیعوں نے کب اس بات سے انکار کیا ہے جو لوگ اس عہد پر زندگی بھر کار بند رہے۔ان سے یہ اعزاز کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔کتب احادیث اور تواریخ سے جن کی استقامت ثابت ہے۔ہم دل و جان سے اسے تسلیم کرتے ہیں۔

مہاجرین اولین کا مقام شیعہ کتب کی روشنی میں:

برادران اہلسنت کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ مہاجرین اولین جنہوں نے اسلام کی خاطر تکالیف برداشت کیں اور پھر زندگی بھر ثابت قدم رہے۔شیعوں کی نظروں میں بھی ان کا بہت مقام ہے۔شیعہ مفسر سید ناصر مکارم شیرازی ''اسلام اور ہجرت'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

> ''رسول اللہ اور پہلے مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔
>
> یہ مہاجرین جنہیں بعض اوقات مہاجرین بدر کہتے ہیں تاریخ اسلام میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ بظاہر تو یہ ایک بالکل تاریک مستقبل کی طرف چل پڑے تھے اور درحقیقت انہوں نے خدا کے لیے تمام مادی سرمائے سے آنکھیں بند کر لیں۔مہاجرین کہ جنہیں مہاجرین اولین سے تعبیر کیا جاتا ہے انہوں نے درحقیقت اسلام کے لیے پرشکوہ محل کی بنیاد کی پہلی اینٹ رکھی۔قرآن ان کے لیے ایک مخصوص عظمت کا قائل ہے کیونکہ وہ تمام مسلمانوں کی نسبت زیادہ با ایثار سمجھے جاتے ہیں''۔(۵۹)

---

۵۹) تفسیر نمونہ ج ۷، ص ۲۰۳ تا ۲۰۴

لیکن اتنا اونچا مقام ہونے کے باوجود قرآن وحدیث سے یہی کچھ ثابت ہوتا ہے کہ احکام اسلام کی پابندی ان بزرگوں کے لیے بھی اسی طرح ضروری تھی جس طرح دوسرے لوگوں کے لیے ضروری ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جو صرف شیعہ ہی کہتے ہیں۔ اہلسنت کا بھی اسی طرح عقیدہ ہے بلکہ اہلسنت علماء شیعوں سے بھی زیادہ سخت باتیں لکھ جاتے ہیں۔ ہم بطور مثال صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو ہمارے موقف کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے غالباً دوجگہ اس واقعہ کو حضرت عمرؓ کی سوانح عمری ''الفاروق'' میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''ایک دفعہ مہاجرین صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے شراب پی لی اور اسی جرم میں ماخوذ ہو کر حضرت عمرؓ کے سامنے آئے۔ حضرت عمرؓ نے سزا دینی چاہی تو انہوں نے کہا کہ قرآن کی ایک آیت سے ثابت ہے کہ ہم لوگ اس گناہ پر سزا کے مستوجب نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ آیت ''لیس علی الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت جناح فیما طعموا'' (مائدہ۔۹۳) یعنی: جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کیے۔ انہوں نے جو کچھ کھایا پیا' ان پر الزام نہیں۔ استدلال میں پیش کر کے کہا: میں بدر' خندق' حدیبیہ اور دیگر غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہا ہوں اس لیے میں ان لوگوں میں داخل ہوں جنہوں نے اچھے کام کیے۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کی طرف دیکھا۔ عبداللہ بن عباس بولے: کہ یہ معافی پچھلے زمانے کے متعلق ہے یعنی جن لوگوں نے شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے شراب پی۔۔۔''

اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ

عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ (مائدہ-۹۰) (۶۰)

یہ بزرگوار کون تھے؟ دوسری جگہ انہیں مولانا شبلی نعمانی نے ''بے لاگ عدل و انصاف'' کے زیر عنوان خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی بابت لکھتے ہوئے ان کا نام لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

> ''ان کے (حضرت عمرؓ کے) بیٹے ابوشحمہ نے جب شراب پی تو خود اپنے ہاتھ سے اسی کوڑے مارے اور اسی صدمے سے وہ بے چارے قضا کر گئے۔ قدامہ بن مظعون جو ان کے سالے اور بڑے رتبے کے صحابی تھے جب اسی جرم میں ماخوذ ہوئے تو اعلانیہ ان کو اسی درے لگوائے''۔(۶۱)

مولانا شبلی نعمانی نے قدامہ بن مظعون کا واقعہ کیوں لکھا؟

اہلسنت کے جید عالم اور مصنف مولانا شبلی نعمانی نے قدامہ بن مظعون کا واقعہ لکھ کر ثابت کیا ہے کہ قانون الٰہی سب کے لیے یکساں ہے۔ قدامہ بن مظعون کے بتانے کے باوجود کہ وہ بدر خندق حدیبیہ یعنی بیعت رضوان اور دیگر غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک رہ چکے ہیں لیکن حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کر دی۔ یہ ایک واقعہ ہم نے بطور مثال نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی علمائے اہلسنت نے صحابہ کے جو متفرق واقعات نقل کیے ہیں اگر کوئی شیعہ نقل کرے تو یقیناً اسے غلط رنگ میں ہی پیش کیا جائے گا۔ مثلاً انوار الباری شرح بخاری جو مولانا انور شاہ کشمیری دیوبندی کے افادات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت زبیرؓ اور ایک بدری صحابی کا

---

۶۰) الفاروق ص ۳۷۹ مطبوعہ لاہور از مکتبہ رحمانیہ

۶۱) الفاروق ص ۳۰۹ مطبوعہ لاہور از مکتبہ رحمانیہ

قضیہ اور آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ کرنا اور اس انصاری بدری کا فیصلہ پر افسوسناک ردعمل موجود ہے۔ (۶۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عدیس اور حضرت جہجاہؓ غفاری بزرگ صحابی ہیں۔ بیعت رضوان میں شریک تھے لیکن حضرت عثمانؓ کی بعض پالیسیوں سے اختلاف کرتے تھے۔

ان کا ذکر کرتے ہوئے اہلسنت ایسی سخت باتیں لکھ جاتے ہیں جن پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ (۶۳)

---

۶۲) انوار الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۴۶ شائع کردہ مکتبہ حفیظیہ مکی مسجد بخاری روڈ گوجرانوالہ

۶۳) اہلسنت مصنف میاں شیر محمد نے اپنی کتاب ''شہادت حضرت عثمانؓ'' ص ۵۱ تا ۵۳ پر بیعت رضوان میں شریک ان جلیل القدر صحابہؓ کو صحابیت کے تمام آداب کو پامال کرتے ہوئے غنڈوں کا امیر، لعین، بدبخت اور جہنمی تک لکھ دیا ہے۔ (یہ کتاب محمدی اکیڈمی مسجد توحید گنج منڈی بہاؤالدین نے ۱۹۸۶ء میں شائع کی تھی۔)

حکیم ظفر احمد سیالکوٹی نے بھی اپنی کتاب ''شہادت عثمانؓ شخصیت و کردار ج ۲'' ص ۳۴ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عدیس کے لیے بدبخت اور خارجی جیسے گستاخانہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کی بعض پالیسیوں کے مخالف تھے۔ اسی طرح مولانا نور الحسن شاہ دیوبندی نے ''شہادت ذوالنورین'' ص ۳۹۹ تا ۴۰۱ مطبوعہ ملتان۔ معراج الحق عثمانی اپنی کتاب ''حضرت عثمان ذوالنورین'' ص ۳۱۲، ص ۳۱۳ مطبوعہ کراچی میں ان صحابہ کے بارے میں ایسی ہی باتیں لکھی ہیں۔ ہم یہاں برادران اہلسنت سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ اب کہاں گیا احترام صحابہ کا قانون۔ بیعت رضوان میں شریک ان جلیل القدر صحابہ کے بارے میں ایسے گھٹیا الفاظ لکھنے والوں کے پاس شیعوں پر تنقید کرنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ جو لوگ شیعوں کو صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات میں دخل نہ دینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ وہ اپنے طرز عمل پر ذرا غور کریں۔

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں جنگ حنین کے ذکر میں ایک صحابی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے مسلمانوں کی طرف سے خوب جنگ کی۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ آخر خود بھی جان دے دی۔ شاہ ولی اللہ محدث لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کا انجام بخیر نہیں۔ (۶۳a) اگر یہی بات کوئی شیعہ لکھتا تو انتہائی ناپسند کی جاتی۔ ان کے علاوہ بھی بہت سارے واقعات اہلسنت کی کتب تفاسیر، احادیث اور تواریخ میں موجود ہیں لیکن ہمارا مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ شیعہ سنی کے نزدیک صحابہ کرامؓ کا مقام اتنا بلند ہونے کے باوجود نہ ہی اہلسنت انہیں معصوم سمجھتے ہیں اور نہ ہی شیعہ بلکہ سنی شیعہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ان میں مختلف درجات رکھنے والے لوگ شامل تھے۔ ذیل میں ہم چند اہلسنت و شیعہ علماء کی تصریحات نقل کرتے ہیں۔

اہل سنت محقق مولانا محمد تقی امینی لکھتے ہیں:

''نہ سب انسان یکساں ہوتے ہیں اور نہ سب صحابہ یکساں تھے۔ ان کے علم و فضل، ریاضت و تقویٰ اور رسولؐ اللہ کی صحبت اور قرب کے لحاظ سے ان میں تفاوت تھا۔ اس لیے لازمی طور پر ان کے اتباع اور اقوال و افعال کا مقام متعین کرنے میں اس فرق کا لحاظ رکھا جائے گا''۔ (۶۴)

اہلسنت مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:

''جس طرح صحابہ کرام کو آج کل کے مسلمانوں، مولویوں

۶۳a) حجۃ اللہ البالغہ ص۶۰۴ شائع کردہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی

۶۴) فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ص۱۱۲

اور صوفیوں پر قیاس کرنا غلطی ہے۔اسی طرح ان کو عالم انسانیت سے بالاتر ہستیاں سمجھنا اور انسانی کمزوریوں سے قطعاً مبرا یقین کرنا بھی غلطی ہے۔آخر وہ انسان تھے۔کھانے پینے پہننے سونے کی تمام ضرورتیں ان کو اسی طرح لاحق تھیں جس طرح تمام انسانوں کو ہوا کرتی ہیں۔صحابہ کرامؓ کا کہنا ہی کیا خود آنحضرتؐ کو بھی اپنے انسان ہونے کا اقرار اور بشر رسول ہونے پر فخر تھا''۔(۶۵)

صحابہ کرامؓ کا مقام ائمہ اہلبیت اور شیعہ علماء کے کلام کی روشنی میں:

امام جعفر صادق اصحاب رسول کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے اصحاب میں سے ایک گروہ کو منتخب فرمایا۔ان کو بہت عزت عطا کی اور تائید ونصرت سے آراستہ کیا اور آنحضرتؐ کی زبان مبارک پر ان کے فضائل ومناقب اور کرامات جاری فرمائے۔تم ان سے محبت کے ساتھ اعتقاد رکھو اور ان کی فضیلت کا ذکر کرو اور اہل بدعت سے اجتناب کرو کیونکہ ان کی محبت دلوں میں کفر وضلالت پیدا کرتی ہے''۔(۶۶)

علامہ سید اسد حیدر نجفی لکھتے ہیں:

''شیعہ حضور نبی اکرمؐ کے اصحاب کا احترام کرتے ہیں اور ان کی عزت میں کوئی کمی نہیں کرتے لیکن وہ صحابہؓ کے متعلق آنحضرتؐ کی سیرت مبارک کی پیروی کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ شرعی احکام

---

۶۵) تاریخ اسلام ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ کراچی

۶۶) مصباح الشریعہ ص ۶۷ مطبوعہ ایران

صحابہؓ اور غیر صحابہ سب کے لیے یکساں ہیں۔ ہر صحابی کا مقام و مرتبہ اس کے اعمال اور کردار کے مطابق ہے"۔(۶۷)

مفسر قرآن علامہ حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں:

"جناب رسالتمآبؐ کے باوفا صحابہ کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ یقیناً جنتی ہیں اور باقی مسلمانوں سے پہلے وہ جنت کے مستحق ہیں جنہوں نے مشکلات و مصائب میں حضورؐ کا ساتھ دیا۔ وہ ہماری طرف سے جزائے شکر کے مستحق ہیں"۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

"جو لوگ شیعوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ شیعہ صحابہ کو نہیں مانتے بالکل اور سراسر غلط ہے اور شیعوں پر بہتان عظیم ہے۔ ہمارے نزدیک وہ شیعہ نہیں جو اصحاب رسولؐ کا دشمن ہے"۔(۶۸)

سید محمد باقر نقوی مدیر اصلاح انڈیا لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ شیعوں پر یہ الزام کہ وہ صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں اور تمام صحابہ کو کافر سمجھتے ہیں' انتہائی غلط اتہام اور محض تعصب و فرقہ وارانہ ذہنیت کا مظاہرہ ہے"۔(۶۹)

محقق بہائی اپنے رسالہ اعتقادات الامامیہ میں فرماتے ہیں:

و نعتقد وجوب محبة اصحاب الرسول الذين اقاموا على متابعتة و لم يتخالفوا اوامدة بعدة وفاته

---

۶۷) الصحابہ فی النظر الشیعہ ص ۳۲ طبع مصر

۶۸) لمعۃ الانوار ص ۳۲۴ طبع دوم ۶۹) شیعہ اور صحابہ ص ۲۱ مطبوعہ کراچی

و انفاذ ما اصاہ‍مبہ حال حیاتہ

''ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان اصحاب رسول کی محبت واجب ہے جو آنحضرت کی متابعت پر قائم ودائم رہے اوران کی وفات کے بعدان کے احکام ووصایا کی مخالفت نہ کی''۔(۷۰)

مفتی جعفر حسین اور عظمت صحابہؓ:

امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک دعا جو جلیل القدر صحابہ کے بارے میں ہے اس کی شرح میں مفتی جعفر حسین مرحوم لکھتے ہیں:

''کیا سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ بن یاسر، خبابؓ بن ارت، بلالؓ بن رباح، قیس ابن سعد، جاریہؓ بن قدامہ، حجرؓ ابن عدی، حذیفہؓ ابن یمان، احنفؓ بن قیس، عمرؓو بن الحمق، عثمانؓ بن حنیف ایسے جلیل القدر صحابہ کو اہل اسلام فراموش کرسکتے ہیں۔ جن کی جاں فروشانہ خدمات کے تذکروں سے تاریخ اسلام کا دامن چھلک رہا ہے''۔(۷۱)

آقائے شرف الدین آملی لبنانی کا بیان:

''سید عبد الحسین شرف الدین موسوی لبنانی جن کی تصانیف مذہب شیعہ کا گرانقدر سرمایہ ہیں اپنی کتاب ''الفصول المہمہ'' میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں شیعہ نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''اس معاملہ میں شیعہ بالکل متوسط رائے رکھتے ہیں کیونکہ شیعہ نہ غالیوں کی طرح تفریط میں مبتلا ہیں اور نہ جمہور مسلمین کی طرح افراط سے کام لیتے ہیں''۔(۷۲)

---

۷۰) اعتقادات الامامیہ از محقق ''بہائی'' ۷۱) صحیفہ کاملہ ص ۱۲۵ شائع کردہ امامیہ پبلیکیشنز لاہور

۷۲) ارشاد الامہ ترجمہ فصول المہمہ ص ۱۷۲ شائع کردہ شاہ گردیز اکیڈمی ملتان

اس کے بعد ص ۲۷۲ تا ص ۲۸۲ پورے گیارہ صفحات پر کئی سو جلیل القدر صحابہ کے نام لکھے ہیں جو دامن اہلبیتؑ سے وابستہ تھے۔

واقعہ کربلا میں صحابہ کرامؓ کی قربانیاں:

ہمارا یہ موضوع یقیناً نامکمل رہے گا جب تک ہم تاریخ اسلام کی اس ناقابل فراموش المیہ میں صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کا تذکرہ نہیں کریں گے۔ شیعہ علماء و محققین نے ان صحابہ کرامؓ کے نام تاریخ اسلام سے تلاش کر کے لکھے ہیں۔ حادثہ کربلا وفات پیغمبرؐ سے تقریباً نصف صدی بعد پیش آیا اس لیے ان صحابہ کرامؓ میں سے اکثر کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوگی لیکن اس کبرسنی کے باجود صحابہ کرامؓ کی بھی ایک جماعت نواسہ رسولؐ کے ساتھ قربان ہونے کے لیے میدان کربلا میں پہنچ گئی۔

شیعہ فقیہ شیخ محمد حسین نجفی مجتہد کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

الشیخ محمد حسین نجفی مجتہد نے اپنی کتاب "سعادت الدارین فی مقتل الحسین" کے صفحہ ۳۰۰ تا صفحہ ۳۶۳ پر شہدائے کربلا کے تذکرہ میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام کے اسمائے گرامی لکھے ہیں:

۱۔ حضرت انس بن حارث الکاہلی بدری۔

علامہ ابن حجر عسقلانی و ابن عساکر وغیرہ علماء نے انہیں صحابہؓ رسولؐ میں شمار کیا ہے۔ بہت عمر رسیدہ بدری صحابی تھے۔ جب امام حسینؑ نے انہیں اذن جہاد دیا اور روانہ کیا تو انہوں نے عمامہ سے اپنی خمیدہ کمر کسی اور ایک پٹی لے کر بھوؤں کو جو آنکھوں پر لٹکی ہوئی تھیں بلند کر کے پیشانی پر باندھا۔ امام عالی مقام ان کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑے اور دعائے خیر دیتے ہوئے فرمایا: "شکر اللہ لك یاشیخ" اے بوڑھے مجاہد! خدا تیری سعی کو مشکور فرمائے۔

۲۔ حضرت مسلم بن عوسجہؓ۔

ابن سعد نے طبقات میں انہیں صحابہ رسولؐ میں شمار کیا ہے۔

۳۔ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے انہیں صحابہ رسولؐ میں شمار کیا ہے۔

۴۔ عبدالرحمٰنؓ بن عبدرب الانصاری۔

یہ بزرگوار بھی صحابہ رسولؐ میں سے تھے۔علامہ عسقلانی نے اصابہ میں اور علامہ جزری نے اسدالغابہ میں ان کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔

۵۔ زاہر بن عمرو اسلمیؓ۔

ارباب سیر نے آپؓ کا شمار اصحاب رسولؐ میں کیا ہے اور یہ کہ آپ بیعت شجرہ صلح حدیبیہ اور جنگ خیبر میں بھی شریک تھے۔

۶۔ مجمع بن زیاد الجھنی بدری۔

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ یہ بزرگوار آنحضرتؐ کے ساتھ بدر و احد میں شریک رہ چکے تھے۔

۷۔ شبیب بن عبداللہؓ۔

یہ بھی واقعہ کربلا میں بہت عمر رسیدہ تھے۔

۸۔ حضرت مسلم بن کثیرؓ۔

۹۔ عمار ابن سلامہؓ

انہیں بھی بعض اہل سیر نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔

۱۰۔ حجاج بن زید السعدیؓ۔

حضرت سلیمان بن صرد خزاعیؓ خون حسینؑ کا انتقام لینے والی پہلی جماعت کے سربراہ:

سانحہ کربلا میں تو نواسہ رسولؐ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے شریک ہو کر شہادت کی سعادت حاصل کر لی تھی لیکن اس خون ناحق کے انتقام کے لیے جو سب سے پہلی جماعت اٹھی اس کی سربراہی کا سہرا بھی پیغمبر اکرمؐ کے ایک محترم اور عمر رسیدہ صحابی سلیمان بن صرد خزاعیؓ کے سر ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے ان کا نام یسار تھا۔ پیغمبر اکرمؐ نے خود ان کا نام سلیمان رکھا۔ کافی عمر رسیدہ تھے۔ اپنی قوم میں بھی شرف و بزرگی کے مالک تھے۔ وفات پیغمبرؐ کے بعد کوفہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ حضرت سلمانؓ بن صرد ان لوگوں میں تھے جنہوں نے امام حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ (۷۳) لیکن کربلا میں نہ پہنچ سکے۔ غالباً قدرت نے ان کی قسمت میں کوئی اور شرف لکھا ہوا تھا۔ خون حسینؑ کے انتقام کے لیے جو لوگ اکٹھے ہوئے ان کی تعداد چھ ہزار سے سترہ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ ان لوگوں نے حضرت سلمان بن صردؓ کو اپنا سربراہ بنایا۔ عبیداللہ بن زیادہ کی فوج سے ان کی لڑائی ہوئی۔ حضرت سلمانؓ سمیت کافی تعداد میں لوگ شہید ہو گئے۔ یہاں پر ایک بات بڑی تعجب انگیز ہے کہ حضرت سلیمانؓ بن صردؓ عمر رسیدہ صحابی رسولؐ ہیں لیکن اکثر مورخین اہلسنت ان کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات گول کر جاتے ہیں کہ یہ صحابی رسولؐ تھے بلکہ ان کا ذکر ایک عام سے آدمی کی طرح کرتے ہیں مثلاً علامہ اسلم جیراجپوری تاریخ الامت میں قاتلان حسینؑ سے انتقام لینے والی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہ شیعہ کی ایک جماعت تھی جو امام حسینؑ کے خون کا مطالبہ اور ان کے قاتلوں سے قصاص لینے کو نکلی تھی۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔

---

۷۳) طبقات ابن سعد حصہ ششم ص ۵۸ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

ان کا سردار سلیمان بن صرد رئیس کوفہ تھا''۔(۷۴)

مشہور تاریخ نگار اکبر شاہ خان نجیب آبادی اس صحابی رسولؐ کا ذکر کس طرح کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

''مسلمیان بن صرد ۵ ربیع الثانی کو نخیلہ سے سترہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ حدود شام کی طرف روانہ ہوا''۔(۷۵)

مفتی زین العابدین میرٹھی نے حضرت سلیمانؓ بن صرد کو مشہور محبت اہلبیت لکھا ہے:(۷۶) البتہ شاہ معین الدین احمد ندوی ان کے صحابی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کوفہ کے ایک ممتاز بزرگ سلیمانؓ بن صرد جنہیں شرف صحابیت بھی حاصل تھا حضرت علیؓ کے بڑے فدائیوں میں سے تھے۔(۷۷)

اتنے فضائل بیان کرنے کے باوجود شیعوں پر صحابہ دشمنی کا الزام کیوں؟ ایک اہم سوال اوراس کا جواب:

یہ سوال اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ صحابہؓ کرام کے اتنے فضائل اور کارہائے نمایاں بیان کرنے کے باوجود برادران اہلسنت کی طرف سے شیعوں پر یہ الزام کیوں عائد کیا جاتا ہے کہ شیعہ صحابہؓ کرام کی تعریف نہیں کرتے یا یہ کہ شیعہ حضرات صحابہ کرامؓ کا ذکر (معاذ اللہ) برائی سے ہی کرتے ہیں شیعوں پر یہ الزام اتنے

---

۷۴) ملاحظہ ہو تاریخ الامت ص ۲۴۱ طبع لاہور

۷۵) ملاحظہ ہو تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۵۴۹ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

۷۶) ملاحظہ ہو تاریخ ملت ج ۱ ص ۵۳۹ شائع کردہ ادارہ اسلامیات لاہور

۷۷) تاریخ اسلام ج ۱ ص ۴۱۰ طبع لاہور

تسلسل سے عائد کیا جاتا رہا ہے کہ ہر شخص یہی سمجھنے لگا کہ شیعوں کو صحابہ کرام سے خواہ مخواہ کی دشمنی ہے شیعوں کے بارے میں یہ غلط فہمی یوں ہی پیدا نہیں ہوگئی بلکہ اس غلط فہمی کے پیدا کرنے کے پیچھے گہری سازش کارفرما تھی اور اس میں مختلف حکومتوں کا بھی عمل دخل رہا ہے اس کی ابتدا سرکاری وظیفہ پر پلنے والے علماء سے ہوئی پھر بعد میں آنے والے اس غلط پراپیگنڈا کا شکار ہوتے چلے گئے۔

برادران اہلسنت کی شیعوں کے بارے میں غلط فہمی کی ایک بڑی وجہ:

گذشتہ صفحات میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ شیعہ عظمت صحابہؓ کے بھی قائل ہیں اور جن صحابہؓ کرام کے کارنامے صحیح طور پر ثابت ہیں انہیں نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ انہیں بیان کرنے میں بھی بخل سے کام بھی نہیں لیتے مہاجرین اولین کا جو مقام شیعوں کی نظر میں ہے وہ بھی گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے بیعت رضوان میں شامل صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو قرآن سے ثابت ہے لیکن شیعہ یہاں پر بھی ایک ایسی بات کہتے ہیں جو اصول پر مبنی ہے اور ہر انصاف پسند شخص اسے تسلیم کرے گا اور وہ یہ کہ بہت ساری ایسی فرضی احادیث جنہیں خود علمائے اہلسنت بھی من گھڑت اور خود ساختہ قرار دیتے ہیں اور جنہیں بنو امیہ اور بنو عباس کی حکومتوں کے حکم سے یا ان کی سرپرستی میں بنوایا گیا شیعہ ایسی احادیث کو کسی طور پر تسلیم نہیں کرتے۔پہلی اور دوسری صدی ہجری میں مختلف بزرگوں کی شان میں کس طرح احادیث بنوائی گئیں اور علماء نے کسی طرح قانون میں نرمی کی اور جعل ساز جماعت نے اس سے کتنا فائدہ اُٹھایا اور کیسی کیسی احادیث شائع ہوکر عوام میں مشہور ہوگئیں اور ان کے اسلامی معاشرے پر کیسے اثرات ہوئے۔اس کا مختصر احوال ملاحظہ فرمائیں۔

فضائل ومناقب کی ضعیف روایات اور علمائے اہلسنت کے اعترافات:

مولانا شبلی نعمانی سیرت النبیؐ میں حافظ زین الدین عراقی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

"ہر طالب علم کو جاننا چاہیے کہ سیرت میں سبھی طرح کی روایتیں ہوتی ہیں صحیح اور غلط بھی یہی وجہ ہے کہ مناقب اور فضائل اعمال میں کثرت سے ضعیف روایتیں شائع ہوگئیں اور بڑے بڑے علماء نے اپنی کتابوں میں ان روایتوں کا درج کرنا جائز رکھا"۔(۷۸)

مولانا شبلی نعمانی پھر لکھتے ہیں:

"غور کرو ابونعیم، خطیب بغدادی، ابن عساکر، حافظ عبد الغنی وغیرہ حدیث اور روایت کے امام تھے باوجود اس کے یہ لوگ خلفاء اور صحابہؓ کے فضائل میں ضعیف حدیثیں بے تکلف روایت کرتے تھے اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ خیال عام طور پر پھیل گیا تھا کہ صرف حلال وحرام کی حدیثوں میں احتیاط اور شدت کی ضرورت ہے ان کے سوا اور روایتوں میں سلسلہ سند نقل کر دینا کافی ہے تنقید اور تحقیق کی ضرورت نہیں"۔(۷۹)

نامور مصری مصنف احمد امین نے فجر الاسلام میں جو کچھ لکھا ہے حرف بحرف ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں:

"وہ بیشتر حدیثیں جو فضائل صحابہؓ میں گھڑی گئی ہیں بنوامیہ کے زمانے میں بنائی گئی ہیں کیونکہ لوگ اس طرح ان کا تقرب حاصل

---

۷۸) سیرت النبیؐ ج ۱، ص ۵۳ کتابی سائز ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور

۷۹) سیرت النبی ج ۱، ص ۵۵ کتابی سائز طبع لاہور

کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ان حدیثوں کے ذریعے وہ بنو
ہاشم کی ناک کاٹ سکتے ہیں''۔(۸۰)

یہی مصری قلمکار جناب احمد امین مزید لکھتے ہیں:

''امیر معاویہؓ نے تمام گورنروں کو یہ حکم دیا تھا کہ دیکھو تمہارے
علاقہ میں حضرت عثمانؓ کے ہوا خواہ خیر خواہ اور بہی خواہ کون کون
لوگ ہیں ایسے لوگ کتنے ہیں جو حضرت عثمانؓ کے فضائل اور
مناقب بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اپنی مجلسوں میں قریب جگہ دو
اوران کی پوری پوری عزت کرواور ایسے آدمیوں کی تمام روایتیں مع
ان کے ناموں ان کے باپ اور خاندان کے ناموں کے مجھے لکھ کر
بھیجو چنانچہ تمام گورنروں نے اس حکم کی تعمیل کی اس طرح حضرت
عثمانؓ کے مناقب اور فضائل بکثرت بیان کیے جانے لگے کیونکہ ایسا
کرنے کی وجہ سے امیر معاویہؓ ایسے لوگوں پر انعام واکرام کی بارش
کرتے رہتے تھے''۔ پھر آگے لکھتے ہیں:

''امیر معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو یہ بھی لکھ بھیجا تھا کہ تحقیق و
تفتیش کرو جن لوگوں کے متعلق یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ حضرت
علیؑ اور ان کے اہلبیت سے محبت کرتے ہیں ان کا نام دیوان سے
کاٹ دو اور ان کا روزینہ اور وظیفہ بند کر دو''۔(۸۱)

علامہ حافظ اسلم جیراجپوری ''شیعہ پر سختیاں'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

''امیر معاویہ نے اپنے تمام عمال کو حکم بھیجا کہ جو شخص حضرت علیؑ

---

۸۰) فجر الاسلام ص ۲۶۸ شائع کردہ دوست ایسوسی ایٹس بازار لاہور

۸۱) فجر الاسلام ص ۳۴۳ ترجمہ مولانا عمر احمد عثمانی مطبوعہ لاہور

اوران کے اہلبیت سے تولا رکھے یا ان کے مناقب روایت کرے
اس کا نام وظائف کے دفتر سے کاٹ دو اس کی شہادت ساقط
الاعتبار کردو صرف شیعہ عثمانؓ کو اپنے پاس آنے دو اور ان کے
فضائل میں جو روایتیں بیان کی جائیں ان کو معہ ان کے راویوں
کے ناموں کے مجھے بھیجتے رہو"۔(۸۲)

دعوت فکر:

مندرجہ بالا تمام عبارتیں اہلسنت کے جید اور مستند علمائے کرام کی ہیں جناب احمد امین مصری کی فجر الاسلام کا اردو ترجمہ بڑی آسانی سے مل سکتا ہے دوسری کتاب بھی مارکیٹ میں عام دستیاب ہے جہاں سے اصل عبارتیں دیکھی جا سکتی ہیں شیعہ ایسے تاریخی حقائق کو سامنے رکھ کر دنیا والوں سے پوچھتے ہیں کہ کون سا قانون ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم خود اپنی مرضی سے احادیث بنا کر یا بنوا کر انہیں پیغمبر اکرمؐ سے منسوب کردیں اور اگر کوئی انصاف پسند یا تحقیق پسند اصل حقیقت سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرے تو اس کے خلاف فتویٰ بازی شروع کردی جائے۔

کیا کسی بزرگ کی شان اور مقام بڑھانے کے لیے احادیث بنائی جاسکتی ہیں؟

جن محدثین اور علماء نے یہ قانون بنایا کہ کسی بزرگ کے مناقب وفضائل میں یا کسی کی شان اور مقام بڑھانے کے لیے جھوٹی حدیثیں بھی قابل قبول ہیں ہم انہیں ختمی مرتبت ﷺ کا ایک فرمان یاد دلاتے ہیں آنحضرتؐ نے بڑے واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ

---

۸۲) تاریخ اسلام کا جائزہ قرآن کی روشنی میں ص ۹۲ مطبوعہ لاہور

''میرے اوپر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں ہے جیسے اور کسی پر جھوٹ باندھنا (کیونکہ آنحضرتؐ پر جھوٹ باندھنے سے ایک عالم گمراہ ہوگا اور دنیا کو نقصان پہنچے گا)'' پھر فرماتے ہیں:

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار

''جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ (۸۳)

پیغمبر اکرمؐ کے اس فرمان کے ہوتے ہوئے ہم نہیں سمجھتے کہ ایسی احادیث بنانے والے یا انہیں بیان کرنے والے خدا کے حضور کیا جواب دیں گے۔

امام احمد بن حنبل کا ایک حقیقت افروز بیان:

جب علماء نے قانون میں لچک پیدا کی اور حکومتوں نے انعام و اکرام کا لالچ دیا تو ہر شخص نے اپنی من پسند شخصیات کے بارے میں جس طرح چاہا احادیث وضع کرلیں اور یہ خودساختہ احادیث عوام میں مشہور ہوگئیں احمد امین مصری کا بیان پیچھے گزر چکا ہے کہ ایسی احادیث بنو ہاشم یعنی خاندان رسالت کے افراد کو نیچا دکھانے کے لیے بنائی گئیں۔

ایسے میں امام احمد ابن حنبل جو دوسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے نے ایک تاریخی جملہ کہا جو کہ آج بھی تاریخ کا حصہ ہے اور اس ایک فقرے نے بہت سارے لوگوں کی محنت پر پانی پھیر کر اسے مشکوک بنا دیا بلکہ حق کے متلاشیوں کو سیدھی راہ بھی دکھلا دی امام موصوف فرماتے ہیں:

''صحاح کے اسناد کے اعتبار سے اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی صحابی کے وہ فضائل ثابت نہیں ہوتے جو علیؑ کے ثابت ہوتے ہیں''۔(۸۴)

---

۸۳) صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ج ۱ ص ۲۸ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور
۸۴) حیات امام احمد بن حنبل از ابو ہرہ مصری ص ۲۶۰ مطبوعہ فیصل آباد

ضعیف احادیث کی صرف ایک مثال ملاحظہ ہو:

ہم اپنے محترم قارئین کی اطلاع کے لیے صرف ایک حدیث پیش کرتے ہیں شاید ہی اہلسنت میں سے کوئی فرد ایسا ہو جسے یہ حدیث یا اس کا ترجمہ یاد نہ ہو ہر چھوٹا بڑا مولوی اسے اکثر اپنی تقاریر میں بیان کرتا ہوا نظر آتا ہے کوئی مسجد ایسی نہیں ہوگی جس میں سینکڑوں مرتبہ یہ حدیث بیان نہ کردی گئی ہو لیکن اکثر پڑھے لکھے دوستوں کے لیے یہ بات یقیناً باعث حیرانگی ہوگی کہ بزرگ علمائے اہلسنت نے بڑے صاف اور واشگاف الفاظ میں جس طرح اس حدیث کو خود ساختہ اور ضعیف قرار دیا ہے شاید ہی کوئی دوسری حدیث ایسی ہو اور وہ مشہور حدیث یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

اصحابی کالنُّجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے''۔

واضح رہے کہ اہلسنت محقق شیخ ناصر الدین البانی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''احادیث ضعیفہ کا مجموعہ جن سے امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا'' میں اس سے ملتی جلتی چار احادیث نقل کی ہیں پھر پورے دس صفحات پر ان علماء اہلسنت کے بیانات نقل کیے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو فرضی، ضعیف اور خود ساختہ لکھا ہے اس حدیث کی شرح میں علامہ ناصر الدین البانی کا بیان ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث من گھڑت اور بے بنیاد ہے ابن عبد البرؒ نے اس حدیث کی سند کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے اس لیے کہ حارث بن عصین راوی مجہول ہے ابن حزم نے اس پر نقد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ روایت

ساقط الاعتبار ہے ابوسفیان ضعیف ہے اور حارث بن عصین سے مراد ابو وھب ثقفی ہے اور سلام بن سلیمان بلاشبہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے بلاشبہ یہ حدیث بھی ان میں سے ہے"۔(۸۵)

اہلسنت عالم مولانا وحید الزمان حیدر آبادی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے بلکہ بعض نے تو اسے موضوعات میں شمار کیا ہے اور اس کا مطلب بھی صحیح نہیں ہوسکتا اور اس حدیث کے موضوع ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بعض صحابہ نے ایسے۔۔۔"(۸۶)

مولانا وحید الزمان خان مرحوم کے آخری الفاظ ہم نے دانستہ چھوڑ دیئے ہیں یہی الفاظ اگر شیعہ لکھ دیتا تو برداران اہلسنت کو ناگوار گزرتے جو احباب پوری عبارت پڑھنا چاہیں اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی "رسائل ومسائل" کے حاشیے پر ایک سائل کے جواب میں اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واضح رہے کہ اس حدیث کی سند انتہائی کمزور ہے"۔(۸۷)

---

۸۵) ملاحظہ ہو احادیث ضعیفہ کا مجموعہ ص ۱۴۲ مولفہ شیخ ناصر الدین البانی ترجمہ شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل نظر ثانی حافظ ناصر محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی شائع کردہ ضیاء السنۃ ادارہ الترجمہ والتالیف رحمت آباد فیصل آباد (کتاب کا اصل نام سلسلہ احادیث اضعیفۃ والموضوعۃ واثر ھاالسیی فی الامۃ ہے جو احباب تفصیل جاننا چاہیں مذکورہ کتاب کے ص ۱۴۲ تا ۱۵۱ اردو ترجمہ کا مطالعہ فرمائیں۔)

۸۶) لغات الحدیث کتاب "ص" ج ۲، ص ۱۹ مطبوعہ کراچی

۸۷) رسائل وسائل ج ۳، ص ۱۰۱

بڑی سیدھی اور صاف سی بات ہے کہ یہ ختمی مرتبت کی حدیث ہی نہیں بلکہ بعد میں بنائی گئی۔ یہ حدیث بنانے والوں کے کیا مقاصد تھے اور اسے اتنے زور وشور سے کیوں بیان کر کے مشہور کیا گیا۔ یہ الگ بحث ہے۔ ہمارا مقصد تو صرف ان مولوی صاحبان کو خدا کا خوف یاد دلانا ہے جو مساجد میں بیٹھ کر جانتے بوجھتے ہوئے بھی سینہ زوری سے اور زبردستی اسے نبی کریمؐ کی حدیث بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

شیعوں پر تبراء بازی کا الزام اور اس کی حقیقت:

شیعوں پر بڑی شدت سے یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں سخت کلمات کہتے ہیں جس سے اہلسنت کی دل آزاری ہوتی ہے۔ بات کو آگے بڑھانے سے قبل یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اتنی بات تو اہلسنت بھائی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تمام شیعہ ایسا نہیں کرتے بلکہ ایسے افراد تھوڑی تعداد میں ہیں۔ ہم خود اس حق میں ہیں کہ یہ سلسلہ بند ہونا چاہیے لیکن اس سلسلے میں ہماری بھی گزارشات ہیں۔ ہمارے اہلسنت بھائیوں کو کھلے دل سے ان پر غور کرنا چاہیے۔

شیعوں میں ایک انتہا پسند جماعت کیسے پیدا ہوئی:

شیعوں میں یہ انتہا پسند جماعت کیسے پیدا ہوگئی۔ کیا یہ کسی عمل کا ردعمل تو نہیں۔ اہل اسلام کا آپس میں تعصب اچھی بات نہیں۔ شیعوں میں اگر کچھ افراد تعصب کا شکار ہوئے تو کیوں؟ اس تعصب کی ابتداء شیعوں کی طرف سے نہیں ہوئی جیسا کہ اہلسنت محقق ابوزہرہ مصری نے تسلیم کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''ہمارے نزدیک یہ تعصب یک طرفہ نہ تھا بلکہ جوابی تعصب تھا اگر یہ دونوں تعصبات اپنی جگہ چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان حقائق سے انحراف کیے بغیر محبت و مودت کے ساتھ

زندگی بسر کر سکتے ہیں"۔(۸۸)

بزرگان دین کو برا بھلا کہنے کی ابتداء کس نے کی:

ہم اپنے اہل سنت برادران کی اس غلط فہمی کا ازالہ بھی کیے دیتے ہیں کہ ایک دوسرے کے بزرگان دین کو برا بھلا کہنے کی ابتداء بھی شیعوں کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ اہل سنت محققین خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں جس عظیم شخصیت کی سب سے پہلے اعلانیہ توہین کی گئی وہ حضرت علیؑ ہیں۔ نامور سنی عالم اور محقق سید سلیمان ندوی علویہ اور عثمانیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رفتہ رفتہ عثمانیہ ناصبیہ ہو گئے یعنی حضرت علیؑ کو علی الاعلان نعوذ باللہ برا بھلا کہنے لگے اور لامحالہ اس کا ردعمل ہونا ضروری تھا۔ علویہ نے نہ صرف بنوامیہ کو بلکہ خلفائے اولین کو بھی برا بھلا کہنا شروع کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ علویہ کا یہ فعل بہت بعد میں شروع ہوا کیونکہ صحاح کی کتابوں میں بنوامیہ کی ان شرارتوں اور خوارج کی بدعقیدگیوں کی تردید صحابہ کی زبان سے مصرح مذکور ہے لیکن علویہ کی نسبت ان کا کوئی حرف میری نظر سے نہیں گزرا"۔(۸۹)

لیجئے اہلسنت محقق کی زبانی یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ علویہ (جنہیں دوسری جگہ یہی مصنف شیعان علی بھی لکھتے ہیں) کا یہ فعل یعنی اہلسنت کے بزرگوں کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنا بہت بعد میں شروع ہوا بلکہ اہلسنت کی کتب احادیث میں بنوامیہ اور خوارج کی وہ گستاخیاں ذکر ہوئی ہیں جو وہ اہلبیت رسولؐ کے بارے میں کیا

---

۸۸) حضرت امام جعفر صادقؑ فقہ و اجتہاد عہد و آراء ص ۵۵۴ اشاعت دوم ۱۹۶۸ء مطبوعہ لاہور

۸۹) ملاحظہ ہو اہلسنت والجماعۃ ص ۲۱ مطبوعہ کراچی مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی

کرتے تھے لیکن اس وقت تک شیعیان علیؑ انتہائی صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے تھے کیونکہ ائمہ اہلبیتؑ گالی کے جواب میں گالی دینے سے منع کرتے تھے۔

اعلانیہ تبراء بازی کی ابتداء کب سے ہوئی؟

اعلانیہ تبراء بازی کی افسوسناک رسم جس نے مسلمانوں کے درمیان نفرت کا بیج بویا اور وہ ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے باہمی الفت ومحبت کی بجائے دلوں میں نفرت آتی گئی یہ سلسلہ کب سے شروع ہوا اس کی ابتداء کس نے کی سید سلیمان ندوی کا مفصل بیان اوپر گزر چکا ہے کہ عثمانی فرقہ نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کو علی الاعلان (نعوذ باللہ) برا بھلا کہنا شروع کیا کاش یہ معاملہ یہیں دب جاتا اور نفرت کی آگ اسی وقت ٹھنڈی ہوجاتی لیکن بات آگے بڑھ کر منبروں تک آ گئی یہ تاریخ اسلام کا ایک سیاہ باب ہے جس بات کا الزام آج سادگی سے یا جان بوجھ کر شیعوں پر لگایا جارہا ہے اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی علمائے اہلسنت نے خود بڑی وضاحت سے لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں:

''امیر معاویہ نے اپنے زمانے میں برسر منبر حضرت علیؑ پر سب وشتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام عمال اس رسم کو ادا کرتے تھے''۔(۹۰)

پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> ''اموی خلفاء نے ایک بری بدعت یہ جاری کی تھی کہ وہ خود اور ان کے تمام عمال خطبہ میں حضرت علیؑ پر طعن کیا کرتے تھے اور اسے خطبے کا جزو بنا دیا تھا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اسے بالکل بند کردیا اور تمام عمال کے نام فرمان جاری کردیا کہ حضرت علیؑ کے

---

۹۰) تاریخ اسلام حصہ اولین ص ۳۵۶ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

متعلق جو نا ملائم الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ بند کر دیئے
جائیں''۔(۹۱)

اہلسنت مؤرخ مفتی زین العابدین میرٹھی ''تاریخ ملت'' میں لکھتے ہیں:

خلفائے بنی امیہ اوران کے عمال خطبوں میں حضرت علیؑ پر لعن طعن کیا کرتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے والد بزرگوار عبدالعزیز بھی مصر کے والی کی حیثیت سے اس تکلیف دہ فرض منصبی کو ادا کرنے پر مجبور تھے لیکن چونکہ دل زبان کا ہمنوا نہ تھا اس لیے اس موقع پر آپ کی زبان سٹپٹا جاتی بیٹے نے باپ کی کمزوری کو بھانپ لیا اوران سے اس کی وجہ پوچھی امیر عبدالعزیز نے کہا:

''بیٹا جو لوگ ہمارے ساتھی ہیں اگر انہیں حضرت علیؑ کے فضائل معلوم ہو جائیں تو کوئی ہمارے ساتھ نہ رہے سب ان کی اولاد کے حامی بن جائیں''۔

یہ بات عمر بن عبدالعزیزؒ کے دل میں گھر کر گئی پھر جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے عمال کے نام حکم جاری فرمایا کہ خطبوں میں سے حضرت علیؑ پر لعن طعن کو خارج کر دیا جائے۔(۹۲)

علامہ حافظ اسلم جیراجپوری ''تاریخ الامت'' میں لکھتے ہیں:

خلافت بنی امیہ کے اسباب زوال کے زیر عنوان امیر معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ مذکور کے الفاظ ملاحظہ ہوں وہ لکھتے ہیں:

''باوجود علم و دانش مندی اور دور بینی کے انہوں نے منبروں پر خطبوں میں حضرت علیؑ پر لعن طعن کو جاری رکھا یہ ایسی سیاسی غلطی

---

۹۱) تاریخ اسلام حصہ اولین ص ۵۳۰ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
۹۲) تاریخ ملت ج ۱ ص ۶۵۹ مطبوعہ لاہور

تھی کہ اس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کی وجہ سے بلا کسی فائدے کے لوگوں اور خاص کر شیعہ کے دلوں میں غم و غصے کی آگ بھڑکتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بعض لوگ اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اٹھ کر رو در رو خلفاء یا امراء کی تردید کر دیتے تھے اس پر ان کو سزا دی جاتی تھی جس کی بدولت لوگوں میں کینہ کا جوش اور بڑھتا تھا''۔(۹۳)

اہلسنت اسکالر ملک غلام علی سابقہ جسٹس وفاقی شرعی عدالت کا بیان ملاحظہ ہو:

واضح رہے کہ حضرت علیؑ پر سب و شتم کے ثبوت کے لیے نہ صرف کتب تاریخ بھری پڑی ہیں بلکہ کتب احادیث میں بھی اس کے بے شمار حوالے موجود ہیں۔ جسٹس موصوف نے تقریباً ۷۴ صفحات پر مشتمل ''حضرت علیؑ اور اہل بیت پر سب و شتم'' کی بحث میں لکھا ہے کہ سب علیؑ کو ثابت کرنے میں میرا اصل انحصار صحیح مسلم، سنن ترمذی، ابی داؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد پر ہے جو بالاجماع حدیث کی صحیح کتابیں ہیں علماء و مورخین جن کے اقوال میں نے نقل کیے ہیں وہ بھی بالاتفاق ائمہ اہل سنت ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ امیر معاویہؓ کے عہد میں حضرت علیؑ اور اہل بیت پر سب و شتم کا آغاز ہوا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور تک منبروں پر جاری رہا۔(۹۴)

''سلسلہ سب و شتم کی طوالت'' کے زیر عنوان جسٹس مذکور لکھتے ہیں:

''حضرت علیؑ کی شہادت بالخصوص حضرت حسنؑ کی امیر معاویہ کے مقابلے میں خلافت سے دست برداری کے بعد اس مہم کو یک

---

۹۳) تاریخ الامت ص ۲۳۰ مطبوعہ لاہور

۹۴) خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص ۱۴۰ مطبوعہ لاہور

طرفہ جاری رکھنے کا آخر کیا جواز ہوسکتا تھا؟ میں متعدد حوالوں کے ذریعے سے یہ بات کر چکا کہ حضرت حسنؑ نے شرائط صلح میں سے ایک شرط یہ بھی لکھوائی تھی کہ ہمارے والد ماجد اور ہمارے گھرانے پر سب وشتم کا سلسلہ بند ہو یا کم از کم ہمارے سامنے ایسا نہ ہو یہ شرط طے ہوگئی مگر افسوس کہ اس کی پابندی نہ ہوسکی اور جیسا کہ مورخ ابوالفداء اور دوسرے سب مورخین نے بیان کیا ہے کہ سب وشتم کی مہم باقاعدہ سرگرمی کے ساتھ دوبارہ اس وقت شروع ہوئی جب امیر معاویہ کا کامل تسلط ہو چکا تھا اور بظاہر کوئی اختلاف فضا میں موجود نہ رہا"۔(۹۵)

برسر منبر حضرت علیؑ پر تبراء بازی کتنے عرصے تک ہوتی رہی مولانا شبلی نعمانی "سیرت النبیؐ" میں لکھتے ہیں:

"حدیثوں کی تدوین بنوامیہ کے زمانے میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے سال تک سندھ سے ایشائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں برسر منبر حضرت علیؑ پر لعن کہلوایا سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں"۔(۹۶)

کیا اموی دور حکومت کے بعد تبراء بازی بالکل بند ہوگئی؟

تاریخ اسلام کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس تبراء بازی والی رسم بد کے اثرات اموی دور حکومت کے بعد بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود رہے

---

۹۵) خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص ۱۴۴ مطبوعہ لاہور

۹۶) سیرت النبیؐ ج ۱ ص ۶۹ کتابی سائز مطبوعہ لاہور

پہلے حضرت علیؑ کا نام لے کر سب وشتم ہوتا تھا بعد میں ان کے پیروکاروں پر یا حکومت وقت اپنے مخالفین کی دل آزاری کے لیے یہ کام کرواتی تھی۔ خلفائے بنی عباس کے حالات میں علامہ اسلم جیراجپوری لکھتے ہیں:

وزیر عبدالملک کندری نے سلطان طغرل کے عہد میں منبروں پر رافضیوں (شیعوں کا طنزیہ نام) اور اشعریوں (اہلسنت کا ایک گروہ) پر لعنت بھیجنے کا دستور نکالا تھا جس کی وجہ سے بہت سے ائمہ مثلاً امام الحرمین غزالی اور ابوالقاسم قشیری وغیرہ ترک وطن کر کے حجاز میں چلے گئے تھے نظام الملک نے اس کو بند کیا اور ان لوگوں کو واپس بلالیا''۔(۹۷)

کیا حضرت علیؑ و دیگر آل رسولؐ کی توہین کا سلسلہ اب بند ہو چکا ہے؟

انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت علیؑ اور خاندان رسالت کے دوسرے معزز ترین افراد پر سب وشتم اور ان کی توہین کا جو سلسلہ دور بنوامیہ میں باقاعدگی سے سرکاری سرپرستی میں شروع ہوا تھا وہ آج بھی انتہائی گھٹیا طریقے سے جاری ہے اور اصل دکھ کی بات یہ ہے کہ خاندان رسالتؐ کے خلاف گندی اور گھٹیا زبان استعمال کرنے والے افراد اہلسنت کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں بلکہ ہر دور میں یہ لوگ اہلسنت کی صفوں میں گھس کر یہ کارروائی کرتے رہے ہیں اہلسنت علماء انہیں ناصبی کہتے ہیں لیکن یہ ناصبی گروہ کبھی الگ فرقہ کی حیثیت سے سامنے نہیں آیا۔

ناصبیت کیا ہے؟

بات آگے بڑھانے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناصبیت کی تعریف بھی

---

۹۷) تاریخ الامت ص ۴۶۹ تا ۴۷۰ مطبوعہ لاہور۔

علمائے اہلسنت کی زبانی بتلا دی جائے علامہ جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں:

النصب و ھو بغض علی

”ناصبیت حضرت علیؑ سے بغض و عداوت رکھنے کا نام ہے“۔(۹۸)

اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خان ایک سوال کے جواب میں اقسام بدعت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

منجملہ ابتداع یکے نصب است کہ بدتر از تشیع باشد، چہ نصب تدین ببعض علی کرم اللّٰہ وجہہ است۔

(ھدیۃ السائل الی ادلۃ المسائل سوال و جواب یك صد پنجم ص ۳۹۶)

”بدعت کی ایک قسم نصب ہے جو کہ تشیع سے بدتر ہے کیونکہ اس کا مطلب بغض علیؑ کو اپنا دین و ایمان بنالینا ہے“۔(۹۹) تشیع تو حضرت علیؑ سے دوستی اور ان کی پیروی کا نام ہے یہ اہلحدیث عالم ناصبیت کی تعریف میں خواہ مخواہ اسے بھی گھسیٹ لائے۔

عصر حاضر میں نواصب کی کارستانیاں اور علمائے اہلسنت کا اعتراف حقیقت:

عصر حاضر میں حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور خاندان رسالتؐ کے باقی

---

۹۸) تدریب الراوی ص ۲۱۹

۹۹) ہدیۃ السائل ص ۴۹۶ بحوالہ خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص ۱۱

افراد کے بارے میں کیا زہر اگلا جارہا ہے مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر ماہنامہ بینات کراچی ناصبی گروہ اور ناصبی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجھہ سبطین شہیدین رضی اللہ عنھما اور دیگر اکابر اعاظم اہل بیت (رضوان اللہ علیہم) کے حق میں سوقیانہ دل آزاری ان کا محبوب مشغلہ ہے جو مسخ قلوب اور سلب ایمان کی علامت ہے''۔(۱۰۰)

اہلسنت محقق ملک غلام علی جسٹس وفاقی شرعی عدالت لکھتے ہیں:

''عہد جدید کے ناصبیوں کا اور ان کے ہمنواؤں کا یہ حال ہے کہ وہ اعلانیہ حضرت علیؑ کی خلافت کو مشتبہ غیر منعقد اور ناکام ثابت کرنے اور انہیں طالب اقتدار اور شورش پسندوں کا آلہ کار بنا کر دکھانے کی مذموم جسارت کر رہے ہیں''۔(۱۰۱)

اس ناصبی گروہ کی کارروائیوں کی ایک ہلکی سی جھلک:

یہ دشمنان آل رسولؐ اپنے آپ کو شیعوں کا مخالف ظاہر کر کے اور اہلسنت کی ہمدردیاں حاصل کر کے انہی کی صفوں میں بیٹھ کر خاندان رسالتؐ کے معزز ترین افراد کے خلاف گھٹیا اور گندی زبان استعمال کرتے ہیں۔ کراچی سے کسی نذیر احمد شاکر نے ''شمائل علیؑ'' نامی کتاب لکھ کر حضرت علیؑ کی توہین کی حکیم فیض عالم صدیقی نامی کسی گستاخ نے ''خلافت راشدہ'' نامی کتاب لکھی اور اس میں سارا زور اس بات پر صرف کیا کہ حضرت علیؑ چوتھے خلیفہ بھی نہیں تھے پھر اسی دریدہ دھن نے سادات بنی رقیہ نامی کتاب لکھی اس میں نہ صرف خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراؑ

---

۱۰۰) ملاحظہ ہو ماہنامہ بینات بابت جنوری ۱۹۸۶ء

۱۰۱) خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص ۱۴

کی توہین کی بلکہ ان کی اولاد سادات عظام کے بارے میں بھی انتہائی تمسخرانہ لب و لہجہ اختیار کیا اس کے علاوہ عزیز احمد صدیقی کراچی حبیب الرحمان صدیقی عظیم الدین صدیقی تمنا عمادی ابوالزید بٹ وغیرہ جیسے بے شمار افراد آل رسولؐ کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔

ایک طرف تو یہ صورت ہے اور دوسری طرف انتہائی دکھ کا مقام یہ ہے کہ اس گروہ کو خود علمائے اہلسنت خصوصاً علمائے دیوبند کے ایک گروہ کی حمایت حاصل ہے جیسا کہ اہل سنت سکالر جسٹس وفاقی شرعی عدالت ملک غلام علی نے تسلیم کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ناصبیت جدیدہ جسے ہمارے بعض علماء و اہل مدرسہ تقویت بہم پہنچا رہے ہیں یہ ناصبیت قدیمہ سے بھی بازی لے گئی ہے''۔(۱۰۲)

شیعوں کا انتہائی صبر و تحمل اور رد عمل:

شیعوں نے ایک طویل عرصہ تک خاندان رسالتؐ کی توہین ہوتے دیکھی لوگوں کو آل رسولؐ پر سب و شتم کرتے دیکھا اور ان کو دی جانے والی گالیاں اپنے کانوں سے سنیں لیکن شیعہ صبر کے گھونٹ پی کر رہ جاتے کیونکہ تیسری صدی ہجری کے تقریباً نصف تک ائمہ اہل بیت خود موجود تھے وہ سمجھتے تھے کہ سب و شتم اور تبراء بازی مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع کرنے کی گہری سازش ہے حکومتیں یہی چاہتی تھیں کہ اہل بیت کے پیروکار بھی جواباً ہمارے اکابرین کے بارے میں سب و شتم اور گالی گلوچ والی زبان استعمال کریں اس سازش کے پیچھے کئی باتیں پوشیدہ تھیں پہلی یہ کہ جو لوگ آل رسولؐ کے اتقاء پرہیزگاری کی بناء پر ان سے حسن عقیدت رکھتے

---

۱۰۲) خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص۱۳ مطبوعہ لاہور

ہیں وہ ان سے دور ہو جائیں گے۔

دوسری طرف حکومتی پراپیگنڈا کے زور پر غیر شیعہ افراد کے ذہن میں یہ بات ڈالی جائے کہ شیعہ ہمارے اکابرین کو برا بھلا کہتے ہیں اور اس طرح شیعوں کو کچلنے کا ایک معقول بہانہ ہاتھ آ جائے گا ابتدائی دور کے شیعہ اس حکومتی سازش میں نہ آئے لیکن اس کے باوجود ابن زیاد اور حجاج بن یوسف کے دور میں بے شمار افراد کو صرف شیعہ ہونے کے جرم میں موت کے گھاٹ اتارا گیا اس کے بعد کتب تحریر کرنے کا دور شروع ہوا تو شیعوں نے اپنے خلاف لگائے جانے والے جھوٹے الزامات کی تردید بھی شروع کی اور اپنے عقائد کو اہلسنت علماء کی بیان کی ہوئی احادیث اور اہلسنت کی کتب تواریخ سے ثابت کرنا شروع کیا شیعیان علیؑ کے مقابلے میں دوسرے مکاتب فکر جو پہلے شیعان عثمان یا عثمانی کہلاتے تھے بعد میں شیعیان بنو امیہ کہلائے پھر انہیں میں سے مرجۂ فرقہ وجود میں آیا پھر قدریہ اور جبریہ فرقے بنے کچھ لوگ جنہوں نے امام ابو حنیفہ وغیرہ کی پیروی شروع کی اہل رائے کہلائے۔ دوسری طرف اہل حدیث کہلانے والے لوگ تھے جو انہی میں سے تھے لیکن یہ ایک دوسرے کے شدید مخالف تھے اس کے بعد معتزلہ فرقہ وجود میں آیا اور اسے حکومتی سرپرستی حاصل ہوگئی یہ تمام مکاتب فکر آپس میں کئی مسائل پر شدید اختلافات رکھنے کے باوجود مسئلہ خلافت پر تقریباً ایک ہی رائے رکھتے تھے ان سب کے مقابلے میں شیعہ فرقہ تھا جو ائمہ اہل بیت کی امامت کا قائل تھا۔ ان مختلف مکاتب فکر کے اہل قلم نے مختلف اوقات میں شیعوں کے نظریہ امامت و خلافت کے خلاف کتب تحریر کیں بعض نے حضرت علیؑ اور دیگر ائمہ اہل بیتؑ کے بارے میں ایسی باتیں لکھیں جو نہ صرف یہ کہ غلط تھیں بلکہ اس سے شیعوں کی دل آزاری ہوتی تھی اس کے جواب میں شیعوں نے اپنے نظریہ امامت و خلافت کو قرآن وسنت

سے ثابت بھی کیا اور بعض نے فقط یہ کیا کہ خلفاء کے بارے میں خود کتب اہل سنت میں جو کچھ لکھا تھا وہ جواباً نقل کرنا شروع کیا۔ اب شیعوں کے خلاف ایک نیا محاذ کھل گیا کہ یہ لوگ ہمارے بزرگوں کی توہین کرتے ہیں یہ بات بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ اہلسنت کے بزرگوں میں سے بعض مشہور و معروف افراد جیسے عمران بن حطان، حریز بن عثمان وغیرہ نے جب کھلم کھلا حضرت علیؑ کی نہ صرف توہین شروع کی بلکہ حضرت علیؑ کی شان میں بیان کی ہوئی آنحضرتؐ کی احادیث کی توہین شروع کی تو شیعوں میں بھی ایک انتہاء پسند جماعت وجود میں آئی جس نے بعض خلفاء کے وہ واقعات جو کتب اہلسنت میں لکھے ہوئے ہیں برسرِ منبر بیان کرنا شروع کر دیئے اسی چیز کو ہمارے اہلسنت بھائی تبراء کا نام دیتے ہیں کیا یہ بات حیرانگی کی نہیں کہ اگر کوئی شیعہ تحریر یا تقریر کے ذریعے ایسی بات کہہ دے جس میں اہلسنت کے کسی بزرگ کے بارے میں خلاف ادب یا نا ملائم لفظ موجود ہوں اور وہ واقعہ کتب اہل سنت سے ہی نقل بھی کیا گیا ہو تو برادران اہلسنت کے علماء کرام اور مفتیان دین طرح طرح کے فتوے دینا شروع کر دیتے ہیں کہ اس شخص کا اسلام مشکوک ہے اور یہ دین سے خارج ہے لیکن ہم بڑے ادب اور معذرت کے ساتھ اپنے اہلسنت بھائیوں ان کے معزز علمائے کرام اور مفتیان عظام سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں کہ

حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنے والوں کے خلاف کون سا قانون بنایا گیا؟

شیعوں پر توہین صحابہ کا الزام لگا کر سادہ لوح عوام کو ان کے خلاف بھڑکانے والوں سے ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت علیؑ صحابی رسولؐ نہیں داماد رسول نہیں بقول اہلسنت چوتھے خلفیہ راشد نہیں نوے سال تک جن لوگوں نے حضرت علیؑ پر جمعہ کے خطبوں میں اعلانیہ تبراء اور سب و شتم کروایا مفتیان دین نے ان کے خلاف کونسا

قانون بنایا اور یہ سب وشتم ایک دو جگہ نہیں بلکہ بقول بعض محققین اس وقت تقریباً ستر ہزار مقامات پر جمعہ ہوتا تھا اور سرکاری ٹکڑوں پر پلنے والے خطیب یہ فعل بجا لاتے۔(۱۰۳)

ذرا غور کریں اس وقت محبان حضرت علیؑ کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی آج بھی حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ الزہراؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ کے خلاف جس طرح زہر اگلا جا رہا ہے اس کو روکنے کے لیے کیوں شور نہیں مچایا جاتا بلکہ علمائے اہلسنت اور خصوصاً علمائے دیوبند کس طرح اہل بیت پیغمبرؐ کی توہین پر دوغلی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں، ہم بطور مثال ایک شیخ الحدیث صاحب کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔

حافظ ابوبکر ابن العربی کی امام حسینؑ کے بارے میں توہین آمیز عبارت پر شیخ الحدیث عبداللہ رائے پوری کا مسکرا کر کتاب بند کروا دینا:

مولانا محمد یوسف لدھیانوی اپنے استاد شیخ الحدیث مولانا عبداللہ رائے پوری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ایک بار حافظ ابوبکر ابن العربی کے رسالہ ''العواصم من القواصم'' کا نیا نسخہ چھپ کر آیا تو راقم الحروف نے حضرت الاستاذ کی مجلس میں اسے پڑھ کر سنانا شروع کیا شروع کے عواصم کو تو بہت پسند فرمایا لیکن جب بات ''حسین و یزید'' تک پہنچی تو مسکراتے ہوئے فرمایا: ''بس بس اتنا ہی کافی ہے آگے مت پڑھو''

---

۱۰۳) بقول صاحب معجم البلدان یاقوت حموی بجستان کے علاقہ کے لوگوں نے حضرت پر سب وشتم سے انکار کر دیا اور تاریخ فرشتہ میں ''غور'' نامی جگہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس علاقہ کے لوگوں نے بھی اس حکومتی آرڈر کو ٹھکرا دیا تھا۔

یہ کہہ کر کتاب بند کرادی"۔

تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

"حافظ ابو بکر بن العربی جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی قدس سرہ نے تصریح کی ہے ناصبیت کی طرف میلان رکھتے تھے اس لیے حضرت کو نہ ایسی تحریر سننا گوارا ہوئی جو اکابر اہلسنت کے مسلک سے ہٹی ہوئی ہو اور نہ حافظ ابو بکر ابن العربی کے اس علمی شذوذ اور "ذلت پر کوئی" تبصرہ پسند فرمایا"۔(۱۰۴)

یہ ہے علمائے اہلسنت کی دوغلی پالیسی کہ ایک شخص امام حسینؑ کے مقابلے میں یزید کی وکالت ہی نہیں کرتا بلکہ نواسہ رسولؐ کے متعلق توہین آمیز کلمات بھی لکھتا ہے اور یہ دیوبندی شیخ الحدیث صاحب صرف مسکراتے ہوئے کتاب بند کرادیتے ہیں۔ یہ حافظ ابو بکر ابن العربی شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی کے بقول ناصبی ہیں اور ناصبی کی تعریف گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ "النصب و ھو بغض علیؑ" یعنی ناصبیت حضرت علیؑ سے بغض وعداوت رکھنے کا نام ہے۔(تدریب الراوی ص ۲۱۹) ایک طرف تو علمائے اہلسنت کا دعویٰ ہے کہ ہمارے لیے تمام صحابہ کرام واجب الاحترام ہیں، ہم تمام پڑھے لکھے افراد کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے بارے میں علمائے اہلسنت کو پتہ چل جائے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے معمولی پرخاش رکھتا ہے تو اس کے بارے میں تو فوراً کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کا ایمان مشکوک ہے لیکن حضرت علیؑ سے بغض وعناد رکھنے والوں کو ہر طرح کی رعایتیں دی جائیں خاندان رسالت کی گستاخی کرنے والوں کے لیے قانون نرم کیوں؟

---

۱۰۴) ملاحظہ ہو بینات بابت جنوری ۱۹۸۶ء شمارہ ۶ ج ۴۸ کراچی

حضرت علی علیہ السلام کی توہین کرنے والوں کے لیے علمائے اہلسنت کی نرم پالیسی:

ہم پہلے بھی عرض کرچکے ہیں کہ کسی بھی شخص کی دل آزاری یا کسی فرقہ کے بزرگوں کی توہین کرنا اچھی بات نہیں لیکن اہل بیتؑ پیغمبر خصوصاً حضرت علیؑ کی توہین کرنے والوں کے متعلق علمائے اہلسنت اگر سخت لب و لہجہ اختیار کرتے اور ایسے لوگوں کی زبانیں اگر ابتداء ہی میں بند کردی جاتیں تو شیعوں میں بھی انتہاء پسند جماعت پیدا نہ ہوتی لیکن افسوس آل محمدؐ کی توہین کرنے والوں کی مذمت کرنے کی بجائے ان کی الٹا انتہائی عزت افزائی کی گئی بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح ستہ میں ایسے راویوں کی روایتوں کو جگہ دی گئی جن کی حضرت علیؑ سے دشمنی روز روشن کی طرح عیاں تھی شیعہ عالم اور مصنف علامہ سید اسد حیدر نجفی کا یہ شکوہ بالکل بجا ہے کہ امام بخاری نے ان افراد کی روایات کو بھی زینت کتاب بنایا ہے کہ جن کی آل محمد خصوصاً حضرت علیؑ سے عداوت معروف و مشہور تھی اور جن کا خارجی یا ناصبی ہونا مسلم تھا جیسے عمران بن حطان سروسی متوفی ۸۴ھ جو کہ کھلم کھلا دشمن علیؑ تھا جس نے حضرت علیؑ کے قاتل ابن ملجم کی مدح میں یہ اشعار کہے تھے

یا ضربت من تقی ما اراد بھا   الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

''کیا کہنا اس متقی کی ضربت کا جس کا مقصد صرف رضائے پروردگار تھا۔

یہ بدبخت بنص رسول اکرمؐ اشقی الاولین والآخرین ابن ملجم کو متقی قرار دیتا تھا۔ (ابن حنبل' ذخائر العقبیٰ' ابو حاتم وغیرہ)

ابو الاحمر السائب بن فروغ المتوفی ۱۳۶ھ یہ بھی اہل بیت کی دشمنی میں مشہور تھا اس بدبخت نے رسول اکرمؐ کی مشہور حدیث ''علی مع الحق'' اور ''علی مع القرآن''

وغیرہ کی توہین کی (۱۰۵) اور حضرت علیؑ کا اتباع کرنے والے کو یہودی سے تشبیہ دے کر گمراہ بنا دیا لیکن امام بخاری کی نظر میں معتبر بنا رہا اس کے علاوہ بخاری کے رجال میں اسحاق بن سوید عبد اللہ بن سالم شعری اور ابو مالک زیاد بن علاقہ الکوفی جیسے دشمنان اہل بیت کا ایک سلسلہ ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور گستاخ حریز بن عثمان الحمصی متوفی ۱۶۳ھ یہ شخص دشمنی حضرت علیؑ میں مشہور تھا اس کا کہنا تھا کہ جس علیؑ نے میرے آباؤ اجداد کو قتل کیا ہے میں اسے کیونکر دوست رکھ سکتا ہوں تمہیں تمہارا امام علی مبارک ہو مجھے معاویہ (الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۳، ۹۴ مطبوعہ لاہور)

حریز بن عثمان خارجی کا مزید تعارف اہلسنت کے ایک محدث العصر کی زبانی:

یہ حریز بن عثمان کتنا بڑا خبیث اور بد باطن تھا اہلسنت ہونے کے دعویدار ایک مصنف علامہ تمنا عمادی جن کے نام کے ساتھ جامع العلوم اور محدث العصر جیسے القاب بھی لکھے جاتے ہیں کی زبانی سنیئے اور یہ بھی دیکھیے کہ یہ محدث العصر کتنے ادب و احترام سے اس بد بخت خارجی کا تعارف کرواتا ہے ہم نقل کفر کفر نباشد کے مصداق کے طور پر چند سطریں لکھتے ہیں علامہ تمنا عمادی نے لکھا ہے:

> "یہ حریز بڑے کٹر قسم کے خارجی مشہور ہیں ان کا معمول تھا صبح
> شام ستر ستر مرتبہ حضرت علیؑ پر لعنت کیا کرتے تھے اور نماز میں
> جاتے تھے تو نماز کے بعد بغیر ستر مرتبہ لعنت کیے مسجد سے باہر نہیں

---

۱۰۵) آنحضرت کی پوری احادیث اس طرح ہیں "الحق مع علی وعلی مع الحق"، یعنی حق علی کے ساتھ اور علی حق کے ساتھ ہیں۔ دوسری حدیث اسطرح ہے کہ القرآن مع علی وعلی مع القرآن یعنی قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہیں۔

نکلتے تھے"۔(۱۰۶)

شیعوں کو صحابہ کرام کا دشمن اور گستاخ کہنے والے ذرا اپنی بخاری شریف کی خبر لیں کہ اس میں کیسے کیسے بڑے گستاخ چھپے بیٹھے ہیں اور ساتھ ہی برادران اہلسنت اپنے محدث العصر تمنا عمادی کے ایک ایک لفظ پر غور کریں کہ کتنے ادب سے اس خارجی کا نام لکھ رہے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کی ایک مشہور حدیث کی توہین:

یہ علامہ تمنا عمادی مزید لکھتے ہیں:

"شیعوں نے ایک جھوٹی حدیث بنا کر جو مشہور کی کہ "انت منی بمنزلة هارون من موسیٰؑ" یعنی رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰؑ کے لیے تھے تو اس کو سن کر حریز حمصی نے کہا کہ آنحضرتؐ نے یوں نہیں فرمایا تھا بلکہ یوں فرمایا تھا: انت منی بمنزلة قارون من موسیٰؑ تم میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے لیے قارون معاذ اللہ من ذالک (۱۰۷)

آگے لکھتے ہیں:

بہر حال محدثین ان کی حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان کو ثقہ سمجھتے ہیں۔(۱۰۸)

ہم کہتے ہیں یہ حریز بن عثمان تو خارجی تھا ہی لیکن اہلسنت کی صفوں میں بیٹھ کر

---

۱۰۶) اعجاز القرآن و اختلاف قرأت ص ۳۵۲ مصنفہ جامع العلوم محدث العصر علامہ عمادی شائع کردہ الرحمن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ۳۔۷۔۱۷ بلاک نمبر 1 ناظم آباد کراچی

۱۰۷، ۱۰۸) اعجاز القرآن و اختلاف قرأت ص ۳۵۲

محدث العصر کہلوانے والے اس تمنا عمادی کی جسارت ملاحظہ کریں۔ حریز بن عثمان نے جس حدیث پیغمبرؐ کی توہین کی ہے یہ بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے اور حدیث منزلت کے نام سے مشہور ہے لیکن تمنا عمادی کے ان الفاظ پر غور کریں کہ ''شیعوں نے ایک جھوٹی حدیث بنا کر جو مشہور کی'' حالانکہ یہ حدیث شیعوں نے نہیں بنائی بلکہ پیغمبر اکرمؐ نے غزوہ تبوک پر جاتے ہوئے صحابہ کرامؓ کے مجمع عام میں بیان فرمائی لیکن اس محدث العصر کا حضرت علیؑ سے بغض و عناد ملاحظہ کریں کہ حضرت علیؑ کی شان میں اس سے یہ حدیث برداشت نہیں ہوسکی اور حریز خارجی کا ذکر کرتے ہوئے خود بھی پھٹ پڑے ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا یہی صحابہ کرام کی محبت ہے یہی خلفائے راشدین سے عقیدت ہے یا یہ صحابہ کرامؓ سے منافقت ہے سادہ لوح عوام کو کیا نعرے دیئے جا رہے ہیں اور اندر ہی اندر کیسا زہریلا اور نفرت انگیز لٹریچر انہیں فراہم کیا جا رہا ہے کیا یہ انتہائی افسوس کا مقام نہیں کہ جب حضرت علیؑ یا خاندان رسالتؐ کے دیگر افراد کی توہین ہو تو دیوبندی اہلحدیث وغیرہ سب خاموشی اختیار کرلیں۔ ہم ایک مرتبہ پھر کہتے ہیں کہ اگر اہلسنت ان دشمنان اہل بیت کا پوری شدت سے محاسبہ کرتے اور ان کے بارے میں چشم پوشی سے کام نہ لیتے تو شیعوں میں بھی وہ انتہاء پسند گروپ وجود میں نہ آتا جس کی شکایت ہمارے سنی بھائی کرتے ہیں انہی وجوہات کی بناء پر ہم اپنے اہلسنت دیوبندی اہلحدیث بھائیوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ

توہین صحابہ جرم ایک سزائیں دو آخر کیوں؟

پہلے دوسرے یا تیسرے خلیفہ کی شان میں کوئی سخت لفظ کہہ دیا جائے تو ایسا کرنے والے کا ایمان مشکوک لیکن حضرت علیؑ پر منبروں سے اعلانیہ سب و شتم کیا جائے وہاں پر تمام علمائے کرام اور مفتیان دین خاموش ہی نہیں بے بس عمران بن

حطان خارجی حضرت علیؑ کے قاتل عبدالرحمان ابن ملجم کی شان میں قصیدہ لکھے لیکن امام بخاری کے نزدیک یہ قابل اعتماد ابوالاحمر السائب بن فروغ حضرت علیؑ کی شان میں بیان کی ہوئی آنحضرتؐ کی احادیث کی توہین کرے تب بھی امام بخاری کے نزدیک قابل قبول حریز بن عثمان ہر نماز کے بعد ستر ستر مرتبہ حضرت علیؑ پر (معاذ اللہ) نقل کفر کفر نباشد لعنت کرے اہلسنت کے محدثین کے نزدیک پھر بھی سچا حافظ ابوبکر ابن العربی امام حسینؑ کی شان میں گستاخی کرے اور دیوبندی شیخ الحدیث مولانا عبد اللہ رائے پوری مسکرا کر کتاب بند کرادیں اور اس کی مذمت کرنا بھی گوارا نہ کریں (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) لیکن دوسری طرف شیعیان علیؑ میں سے چند افراد یا ایک گروہ صدیوں تک خاندان رسالتؐ سے اس طوفان بدتمیزی کا مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہے اور کانوں سے سنتا رہے اور تنگ آ کر بطور جوابی اقدام اہلسنت کی کتب تاریخ و حدیث سے کوئی واقعہ بیان کردے تو پھر اس کا جرم نا قابل معافی۔ دونوں کا اگر جرم ایک ہے تو سزائیں دو کیوں۔ ایک مجرم اور دوسرے کو کھلی چھٹی آخر کیوں؟

تکفیر صحابہ جیسا گھناؤنا جرم اور دیوبندی عالم علامہ رشید احمد گنگوھی کا افسوسناک فتویٰ اہلسنت کے لیے قانون میں ترمیم اور سزا میں تخفیف کیوں؟

جو لوگ توہین صحابہؓ کا شور مچا کر مسلمانوں کے درمیان نفرت کا بیج بو رہے ہیں بھائی کو بھائی سے لڑا رہے ہیں شیعوں پر طرح طرح کے فتوے لگا رہے ہیں قوم کی بہو بیٹیوں کے سہاگ اجاڑ رہے ہیں ماؤں کی گودیں خالی کرا رہے ہیں قوم وملت کے بچوں کو یتیمی کا داغ دے کر بے سہارا کر رہے ہیں اور اس بات پر بضد ہیں کہ

صحابہ کرامؓ کی توہین کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ دل و دماغ کو حاضر کر کے اور آنکھیں کھول کر دیوبندی عالم مفتی الحافظ علامہ رشید احمد گنگوہی جنہیں بقول اہلسنت تمام علوم اسلامیہ سے منصب امامت حاصل تھا اور جنہیں مولانا انور شاہ کشمیری نے ''فقیہ النفس'' (۱۰۹) جیسا خطاب دیا تھا ان کا فتویٰ غور سے پڑھیں جو توہین صحابہؓ کے بارے میں نہیں بلکہ تکفیر صحابہ (معاذ اللہ) کی بابت ہے علامہ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

''جو شخص صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا''۔(۱۱۰)

---

۱۰۹) فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۳ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

۱۱۰) فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۲۷۶ شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

امہات المؤمنین کا مقام اور احترام شیعہ کتب کی روشنی میں:

شیعوں کے بارے میں یہ غلط فہمی بھی بڑے منظم طریقے سے پھیلائی گئی ہے کہ یہ پیغمبر اکرمؐ کی بیویوں کو نہیں مانتے اور یہ کہ قرآن نے آنحضرتؐ کی بیویوں کو امہات المؤمنینؓ یعنی مومنوں کی مائیں کہا ہے اور شیعہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے حالانکہ اس الزام میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں ہے کیونکہ یہ بات تو قرآن سے ثابت ہے اور شیعہ مفسرین بھی اس آیت کی تفسیر میں وہی کچھ لکھتے ہیں جو کچھ اہلسنت مفسرین لکھتے ہیں اور ازواج پیغمبرؐ کو اسی طرح امہات المؤمنینؓ تسلیم کرتے ہیں جس طرح علمائے اہلسنت تسلیم کرتے ہیں سورہ احزاب میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ

(احزاب آیت ۶)

''نبی تو مؤمنین سے خود ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر حق رکھتے ہیں۔ (کیونکہ وہ گویا امت کے مہربان باپ ہیں) اور ان کی بیبیاں (گویا) ان کی مائیں ہیں''۔ (ترجمہ حافظ سید فرمان علی)

عوام الناس چونکہ اس آیت کے شان نزول سے ہی بے خبر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی بیویوں کو کیوں مؤمنین کی مائیں قرار دیا ہے اس آیت کی مزید تشریح دراصل اسی سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں آئی ہے اور اس حکم کے نازل ہونے کا سبب ایک خاص واقعہ بنا جسے خود مفسرین اہلسنت نے بھی نقل کیا ہے جس کا ذکر ہم ذرا بعد میں کریں گے لیکن پہلے کچھ اسی آیت کے بارے میں کہ کیا امہات المؤمنینؓ تمام احکام میں ماں کی طرح ہیں مثلاً حقیقی ماں کا اپنے بیٹوں سے پردہ نہیں ہوتا لیکن آنحضرتؐ کی ازواج کی خصوصی حرمت کے پیش نظر انہیں گھر کے اندر بھی

پردے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے اس لیے اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ علمائے اہلسنت نے لکھا ہے شیعہ مفسرین بھی اسی بات کے قائل ہیں مثلاً اہلسنت مفسر مولانا شبیر احمد عثمانی سورہ احزاب کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۶ کی تفسیر میں امہات المؤمنینؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ ''دینی مائیں ہیں تعظیم واحترام میں اور بعض احکام میں جوان کے لیے شریعت سے ثابت ہوں کل احکام میں نہیں۔''(۱)

مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کی تفسیر میں حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ

''ازواج کا امہات ہونا باعتبار تعظیم کے اور تعظیم کی ایک نوع تحریم بھی ہے اس لیے تحریم بھی واقع ہوئیں''۔(۲)

تفسیر اشرف الحواشی شاہ رفیع الدین محدث دھلوی اور مولانا وحید الزمان خان کی تفاسیر کو اکٹھا کر کے ترتیب دی گئی ہے اس کے حاشیہ پر بھی جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

''یعنی تعظیم وتکریم اور حرمت نکاح کے اعتبار سے باقی رہے دوسرے احکام (مثلاً پردہ اور ان کی اولاد سے شادی) سوان میں ماں کی طرح نہیں''۔(شوکانی)(۳)

یہ سب بیانات تو اہلسنت مفسرین کے تھے اب

شیعہ مفسرین کے بیانات ملاحظہ ہوں:

علامہ سید علی نقی مجتہد اپنی تفسیر فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ

---

۱) ملاحظہ ہو تفسیر عثمانی ص ۵۴۳ شائع کردہ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور

۲) ملاحظہ ہو حاشیہ قرآن مولانا اشرف علی تھانوی ص ۵۰۴ شائع کردہ

۳) ملاحظہ ہو تفسیر اشرف الحواشی ص ۵۰۰ طبع لاہور

''انکی (یعنی آنحضرتؐ) بیویاں مؤمنین کی مائیں ہیں عزت و احترام میں جس کا خاص جزءیہ ہے کہ نکاح ان کے ساتھ پیغمبرؐ کے بعد کبھی روانہیں مگر پردے کے حکم سے مستثنیٰ نہیں ہیں جواسی سورت کے بعد کی آیتوں سے ظاہر ہوگا''۔(۴)

سید ناصر مکارم شیرازی سورہ احزاب آیت ۶ کی تفسیر میں نازل شدہ پہلا حکم بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''دوسرا حکم پیغمبر اکرمؐ کی بیویوں کے سلسلہ میں ہے کہ وہ تمام مؤمنین کے لیے ماں کی حیثیت رکھتی ہیں البتہ معنوی اور روحانی مائیں ہیں جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ امت کے روحانی اور معنوی باپ ہیں''۔(۵)

قرآن نے آنحضرتؐ کی بیویوں کو امت کی مائیں کیوں قرار دیا ہے؟

جو لوگ اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ پردے کے احکام ذہن میں رکھیں کہ ماں کا اپنے بیٹے سے پردہ نہیں ہوتا لیکن پیغمبرؐ کی بیویوں کو ایک طرف اللہ تعالیٰ مؤمنین کی مائیں قرار دیتا ہے تو دوسری طرف پردے کے اتنے سخت احکام دیتا ہے کہ رسول پاکؐ کی ازواج پردہ کر کے بھی کسی مسلمان کے سامنے نہ آئیں۔ سورہ احزاب ہی میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ (احزاب آیت ۵۳)

''نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔(ترجمہ مولانا مودودی)

اب رہا اس سوال کا جواب کہ وہ واقعہ کونسا تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر

---

۴) ملاحظہ ہو تفسیر فصل الخطاب ج ۶، ص ۱۱۱ طبع لاہور

۵) تفسیر نمونہ ج ۱۷، ص ۱۷۹

اکرمؐ کی ازواج کو امت کی مائیں قرار دیا۔ اس سلسلے میں اہلسنت مفسر مولانا وحید الزمان خان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"جب پردے کا حکم اترا تو ایک شخص کہنے لگا کہ آپؐ ہم کو اپنی چچازاد بہنوں سے ملنے کو روکتے ہیں۔ ہم آپؐ کے بعد ان سے نکاح کرلیں گے"۔(۶)

قرائن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جونہی اس شخص نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے انتہائی دوٹوک حکم نازل فرمادیا کہ

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ (احزاب آیت ۵۳)

"اور تمہارے واسطے یہ جائز نہیں کہ رسولؐ خدا کو (کسی طرح) اذیت دو اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اس کے بعد کبھی اس کی بیبیوں سے نکاح کرو"۔(ترجمہ سید فرمان علی)

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"یہ تشریح ہے اس ارشاد کی جو آغاز سورہ میں گزر چکا ہے کہ نبی اکرمؐ کی بیویاں اہل ایمان کی مائیں ہیں"۔(۷)

شیعہ مفسر سید ناصر مکارم شیرازی اپنی مشہور زمانہ تفسیر نمونہ میں لکھتے ہیں:

"وہ خدا جو نہاں اور آشکارا اسرار سے آگاہ ہے اس نے اس قبیح سازش کو ظاہر کرنے کیلئے ایک فیصلہ کن حکم صادر فرمایا جس سے ان تمام امور کا مکمل طور پر سد باب ہوگیا اور اس کی بنیادوں کو مستحکم

---

۶) ملاحظہ ہو تفسیر وحیدی ص ۵۴۴ طبع لاہور ۱۴۰۳ھ

۷) ملاحظہ ہو تفہیم القرآن ج ۴، ص ۱۲۲ مطبوعہ لاہور

کرنے کیلئے ازواج رسولؐ کو ام المؤمنین کا لقب دیدیا تا کہ لوگ جان لیں کہ ان سے عقد کرنا اپنی ماں سے ازدواج کرنے کے مترادف ہے''۔(۸)

امہات المؤمنینؓ کے مقام ومنزلت کے پیش نظر پردے کا خصوصی حکم اور شیعہ مفسر سید ناصر مکارم شیرازی:

پردہ والی سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ کی تفسیر میں سید ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں کہ

''اس آیت میں حجاب سے مراد عورتوں کا عام پردہ نہیں بلکہ اس پر ایک اضافی حکم ہے جو ازواج رسولؐ کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ کہ لوگ اس بات کے پابند تھے کہ آنحضرتؐ کی خصوصی حرمت کے پیش نظر جب کبھی آپؐ کی بیویوں سے کوئی چیز لینا چاہیں تو پردے کے پیچھے سے لیا کریں اور ازواج رسولؐ پردے کے ساتھ بھی لوگوں کے سامنے نہ آیا کریں''۔(۹)

اہلسنت مفسر مولانا مفتی محمد شفیع کے الفاظ ملاحظہ ہوں وہ لکھتے ہیں کہ

''آیات حجاب نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات کا معمول ہو گیا تھا کہ گھروں میں رہ کر پردہ کرتی تھیں''۔(۱۰)

یہ ہے شیعوں کا امہات المؤمنینؓ کے بارے میں عقیدہ اس کے بعد اب جو کچھ کسی کے جی میں آئے شیعوں کے خلاف زہر اگلتا رہے ہم اپنا معاملہ خدا کے سپرد

---

۸) تفسیر نمونہ ج ۱۷، ص ۳۳۵ تا مطبوعہ لاہور

۹) تفسیر نمونہ ج ۱۷، ص ۳۴۳

۱۰) معارف القرآن ج ۷ مطبوعہ کراچی

کرتے ہیں کیونکہ دلوں کے بھید تو وہی جانتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ قصہ افک قرآن کا انکی پاک دامنی کی گواہی دینا اور شیعوں کو اس بے بنیاد واقعہ کی آڑ میں بدنام کرنے کی افسوسناک سازش:

شیعوں کو بدنام کرنے اور سادہ لوح عوام کو ان کے خلاف بھڑکانے کیلئے ویسے تو ان پر طرح طرح کی تہمتوں کی بوچھاڑ کی گئی لیکن ان میں سے غالباً سب سے شرمناک تہمت بلکہ سب سے ناپاک جسارت جسے لکھتے ہوئے بھی قلم لرزتا ہے وہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے منسوب وہ قصہ ہے جسے چند بدبختوں نے اچھال کر کئی روز تک آنحضرتؐ کو اذیت میں مبتلا کیے رکھا بالآخر قرآن نے خود انتہائی سخت لفظوں میں نہ صرف اس افسوسناک الزام کی تردید کردی بلکہ سورہ نور کی آیت نمبر ۱۲ میں تنبیہ کی کہ جب تم نے اس قصہ کو سنا تھا تو اسی وقت اس کی تردید کیوں نہ کردی ارشاد خداوندی ہے:

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (سورۂ نور۔ آیت ۱۲)

"کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب تم لوگوں نے اسے سنا تو باایمان مرد اور باایمان عورتیں اپنوں کی نسبت اچھا ہی گمان رکھتے اور کہتے کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے"۔

ترجمہ کے یہ الفاظ شیعہ مفسر علامہ سید علی نقیؒ کے ہیں اب چاہیے تو یہ تھا کہ بات کو یہیں تک رہنے دیا جاتا لیکن بعض ایسے لوگ جنہوں نے مذہب شیعہ کو بدنام کرنے کی شاید قسم کھا رکھی ہے اس واقعہ کا رخ شیعوں کی طرف موڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ سادہ لوح عوام کو ان کے خلاف بھڑکایا جاسکے حالانکہ شیعہ جانتے ہیں کہ اس واقعہ کو ہوا دینے میں پیش پیش حضرت ابوبکرؓ کا بھانجا مسطح بن اثاثہ تھا

جوام المومنین کا پھوپھی زاد بھائی تھا اہلسنت مفسرین و مورخین کا اپنا بیان ہے کہ یہ بدری صحابی تھا(۱۱) لیکن اس کے باوجود ہم اہلسنت علماء و مصنفین اور عوام سے اپیل کریں گے کہ آخر ہم نے ایک دن خدا کے دربار میں حاضر ہونا ہے شیعوں پر یہ افسوسناک اور گھٹیا الزام لگا کر کسی کو نہ ہی پہلے کچھ حاصل ہوسکا اور نہ آئندہ کچھ حاصل ہوسکے گا لبنان کے بزرگ شیعہ عالم سید عبدالحسین شرف الدین نے ایسے لوگوں کے جواب میں بڑی دوٹوک بات کہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ

> ''شیعہ امامیہ کے نزدیک اور فی الواقعہ حقیقت میں ام المومنین، حضرت عائشہؓ پاک وصاف دامن اور ہر طرح بلند نفس اور گراں قدر عزت و شرف کی مالک تھیں اور ہر طرح محفوظ و مصئون عزیز ترین پردہ کی مالک تھیں اور اس بات سے بلند و بالا تھیں کہ ان کے حق میں پاک دامنی کے سوا کسی اور بات کو جائز سمجھا جائے یا ان کے بارے میں عفت و حفاظت کے سوا کوئی اور بات ممکن ہو اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں پرانی اور نئی کتب امامیہ اس کی شاہد عادل ہیں''۔(۱۲)

پھر آگے اپنے استاد شیخ محمد طٰہٰ نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ

> ''انہوں نے برسر منبر درس میں اس بات کی بالکل صراحت فرما دی تھی کہ ام المومنین عائشہؓ کا عملاً قصہ افک سے پاک دامن ہونا واجب ہے جس کا مستقل طور پر عقل حکم دیتی ہے کیونکہ انبیاء کا ادنیٰ

---

۱۱) ملاحظہ ہو تفسیر انوار القرآن ج ا ص ۴۲۶ مولفہ ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ سابقہ صدر شعبہ ترجمہ اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ مطبوعہ علی مجید پرنٹرز لاہور معارف ابن قتیبہ ص ۲۰۰ ترجمہ پروفیسر علی محسن صدیقی مطبوعہ کراچی

۱۲،۱۳) ملاحظہ ہو فصول المھمہ ترجمہ مفتی عنایت علی شاہ ص ۲۲۱ مطبوعہ ملتان

سے ادنیٰ عیب ناک بات سے پاک ہونا واجب ہے اور انبیاء کی
عزت وآبرو کا معمولی سے معمولی نقص وعیب سے پاک ہونا لازم
ہے اور بخدا ہم تو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی برأت کے لیے کسی
دلیل کے محتاج نہیں ہیں اور کسی قسم کے عیب اور الزام کو حضرت
عائشہؓ اور ان کے علاوہ دیگر ازواج انبیاء واوصیاء انبیاء پر اس قسم کی
کسی بات کو جائز نہیں جانتے''۔(۱۳)

شیعہ مذہب کا اٹل قانون کہ انبیاء اور ان کے اوصیاء کی ازواج ہمیشہ پاک دامن ہوتی ہیں:

شیعوں کے خلاف چونکہ انتہائی منظم طریقے سے اور تسلسل کے ساتھ الزام تراشی کی جاتی ہے اس لیے جو لوگ کسی بھی وجہ سے اس غلط پراپیگنڈا کا شکار ہو گئے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ شیعہ مذہب کے مسلمات میں یہ بات شامل ہے کہ صرف انبیاء ہی نہیں ان کے اوصیاء کی ازواج بھی بدکردار نہیں ہوسکتیں سید عبد الحسین شرف الدین فصول المھمہ میں سید مرتضیٰ علم الھدیٰ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ:

> ''انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے عقلاً یہ واجب ہے کہ
> اس قسم کی حالت سے وہ پاک ومنزہ ہوں ... خداوند عالم نے اس
> سے کم درجہ کی برائیوں کو بھی انبیاء علیھم السلام سے ان کی تعظیم وتوقیر
> کا لحاظ کرتے ہوئے دور رکھا ہے''۔(۱۴)

سید مرتضیٰ نے یہی بات اپنی دوسری کتاب تنزیہ الانبیاء میں بھی تحریر فرمائی ہے۔(۱۵)

---

۱۴) ملاحظہ ہو امالی ج ۲ مجلس نمبر ۳۸ بحوالہ فصول المھمہ ص ۲۲۲

۱۵) ملاحظہ ہو اردو ترجمہ تنزیہ الانبیاء ص ۴۵ مطبوعہ کراچی

شیعہ البتہ اتنی بات ضرور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جب تمام امہات المومنینؓ کے لیے حکم نازل فرمادیا کہ "و قرن فی بیوتکن" یعنی تم اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ تو پھر ام المومنین حضرت عائشہؓ کے لیے بھی اس حکم کی پابندی لازم تھی۔ ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ کاش ام المومنینؓ جنگ جمل میں تشریف نہ لاتیں۔

اس کے علاوہ یہ بات ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جنگ جمل کے بارے میں شیعوں کا جو بھی موقف ہے وہ تو برادران اہلسنت کی کتب احادیث و تاریخ سے ثابت ہے جسے بعض فتنہ پرور غلط رنگ دے کر سادہ لوح عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اس کتاب کے آخر میں میں اپنے شیعہ بھائیوں سے خصوصاً اپیل کرتا ہوں کہ مذہب اہل بیت پیار محبت اخوت و بھائی چارے کا مذہب ہے آپ کا دامن دلائل سے بھرا ہوا ہے قرآن و سنت آپ کے ہر اصول و فروع کی تائید کرتے ہیں اہل بیت پیغمبرؐ کے خلاف زہر اگلنے والا تو صرف ایک مخصوص گروہ ہے جو خود سامنے آنے کی بجائے اہل سنت کی صفوں میں چھپ کر یہ مذموم حرکتیں کرتا ہے تاکہ آپ لوگوں کو اشتعال دلا کر آپ کو سخت زبان استعمال کرنے پر مجبور کرے خدارا اپنے خلاف اس سازش کو سمجھیں اور اپنے اخلاق اور کردار کے ذریعے اسے ناکام بنائیں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی دولت سے مالا مال کرے۔

الحمد للہ اولاً و اخراً والصلوٰۃ علی النبی
و الہ ابداً دائماً

اس کتاب کی تیاری میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ کوئی بات بغیر حوالہ کے نہ لکھی جائے۔لہذا جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

نمبر	نام کتاب	مصنف	
1	قرآن الکریم		
2	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	ادارۃ المعارف، کراچی
3	ضیاء القرآن	جسٹس محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن پبلشرز، لاہور
4	تفہیم القرآن	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
5	انوار القرآن	ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک	علی مجید پرنٹرز، لاہور
6	اتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی	ادارہ اسلامیات، لاہور
7	تفسیر نمونہ	سید ناصر مکارم شیرازی	مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور
8	فیضان الرحمٰن فی التفسیر القرآن	شیخ محمد حسین نجفی مجتہد	مکتبۃ السبطین، سرگودھا
9	فصل الخطاب	سید علی نقی مجتہد	مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور
10	البیان فی التفسیر القرآن	آیت اللہ ابوالقاسم خوئی	جامع اہلبیت، اسلام آباد
11	تفسیر ابن کثیر		اعتقاد پبلشنگ کمپنی، دہلی
12	تفسیر عثمانی	مولانا شبیر احمد عثمانی	مکتبہ مدینہ اردو بازار، لاہور
13	تفسیر وحیدی	مولانا وحید الزمان خان	ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ، گوجرانوالہ
14	تفسیر مجمع البیان	امین الاسلام طبرسی	ایران
15	ترجمہ قرآن	حافظ سید فرمان علی	لاہور
16	موضح القرآن	حافظ ڈپٹی نذیر احمد	نولکشور پریس، لکھنوء
17	تلخیص بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	شیخ برکت علی سنز کشمیری بازار، لاہور

18	مقدمہ تفسیر القرآن	سید علی نقی مجتہد	مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور
19	تفسیر اشرف الحواشی	شاہ رفیع الدین، مولانا وحید الزمان	شیخ محمد اشرف ناشران کتب، لاہور
20	موضح القرآن	شاہ عبدالقادر	تاج کمپنی، کراچی
21	تاریخ القرآن	ڈاکٹر محمود رامیار	مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور
22	تاریخ القرآن	حافظ اسلم جیراجپوری	دوست ایسوسی ایٹس، لاہور
23	علوم القرآن	مولانا شمس الحق افغانی	مکتبہ اشرفیہ، لاہور
24	جمع القرآن	علامہ تمنا عمادی	الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ، کراچی
25	اعجاز القرآن واختلاف قرآت	علامہ تمنا عمادی	الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ ناظم آباد، کراچی
26	شیعہ اور تحریف قرآن	آقائے علی المیلانی	مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور
27	تحریف قرآن کی حقیقت	سید علی نقی مجتہد	مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور
28	مسئلہ تحریف قرآن	مولانا طالب حسین کرپالوی	لاہور
29	بائبل سے قرآن تک ترجمہ اظہار الحق	مولانا رحمت اللہ ھندی	ادارہ اسلامیات، لاہور
30	تیسیر الباری شرح بخاری	مولانا وحید الزمان خان	تاج کمپنی کراچی
31	صحیح بخاری	ترجمہ: عبدالحکیم اختر شاھجہانپوری	فریدیہ بک سٹال اردو بازار، لاہور
32	صحیح بخاری		مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور
33	صحیح بخاری		ایم سعید اینڈ سنز قرآن محل، کراچی

34	انوار الباری شرح بخاری	افادات مولانا انور شاہ کاشمیری	مکتبہ حفیظیہ، گوجرانوالہ
35	نصرۃ الباری شرح بخاری	مولانا عبدالستار	ادارہ صحیفہ اہلحدیث آرٹیلری میدان، کراچی
36	ارشاد القاری شرح بخاری	مفتی رشید احمد	ایم۔ایچ سعید کمپنی، کراچی
37	صحیح مسلم	ترجمہ وشرح علامہ غلام رسول سعیدی	لاہور
38	شرح مسلم مع مختصر شرح نووی	مولانا وحید الزمان خان	نعمانی کتب خانہ اردو بازار، لاہور
39	فتح الملہم شرح مسلم	مولانا شبیر احمد عثمانی	
40	ابی داؤد	ترجمہ مولانا وحید الزمان خان	نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
41	سنن ابن ماجہ	ترجمہ مولانا وحید الزمان خان	مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور
42	سنن نسائی شریف	ترجمہ مولانا وحید الزمان خان	نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
43	جامع ترمذی	ترجمہ مولانا بدیع الزمان خان	نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
44	موطا امام مالک	ترجمہ مولانا وحید الزمان خان	
45	موطا امام محمد	ترجمہ حافظ نذیر احمد	اسلامی اکادمی، لاہور
46	مشکوٰۃ المصابیح	ترجمہ مفتی احمد یار خان	
47	مشکوٰۃ شریف		لاہور
48	الشافی ترجمہ اصول کافی	ترجمہ سید ظفر حسن امروھوی	شمیم بک ڈپو، کراچی
49	فروع کافی	شیخ محمد ابن یعقوب کلینیؒ	دارالکتب اسلامیہ، تہران
50	من لا یحضرہ الفقیہ	ترجمہ سید حسن امداد	الکساء پبلی کیشنز، کراچی

51	تہذیب الاحکام	شیخ طوسیؒ	ایران
52	استبصار	شیخ طوسیؒ	ایران
53	وسائل الشیعہ	شیخ حر عاملیؒ	ایران
54	مستدرک الوسائل	علامہ نوری	ایران
55	احتجاج طبرسی		ایران
		کتب تاریخ	
56	ابن ھشام		
57	معارف ابن قتیبہ	ترجمہ پروفیسر علی محسن صدیقی	قرطاس ادارہ تصنیف وتالیف' کراچی
58	طبقات ابن سعد	ترجمہ علامہ عبداللہ العماری	نفیس اکیڈمی کراچی
59	طبری	محمد ابن جریر طبری ترجمہ سید محمد ابراھیم ندوی	نفیس اکیڈمی کراچی
60	مروج الذھب	علامہ مسعودی	نفیس اکیڈمی کراچی
61	مقدمہ ابن خلدون	ترجمہ مولانا راغب رحمانی	نفیس اکیڈمی کراچی
62	تاریخ ابن خلدون	ترجمہ حکیم احمد حسین	نفیس اکیڈمی کراچی
63	تاریخ اسلام	اکبر شاہ خان نجیف آبادی	نفیس اکیڈمی کراچی
64	تاریخ اسلام	شاہ معین الدین احمد ندوی	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار' لاہور
65	تاریخ ملت	مفتی زین العابدین میرٹھی انتظام اللہ شہابی	ادارہ اسلامیات' لاہور
66	تاریخ الامت	علامہ حافظ اسلم جیراجپوری	دوست ایسوسی ایٹس لاہور

67	تاریخ اسلام کا جائزہ قرآن کی روشنی میں	علامہ حافظ اسلم جیراجپوری	دوست ایسوسی ایٹس لاہور
68	تاریخ اسلام	سید علی نقی مجتہد	محفوظ بک ایجنسی، کراچی
69	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین سیوطی	نفیس اکیڈمی، کراچی
70	تاریخ شام	فلپ کے حتی ترجمہ پروفیسر غلام رسول	غلام علی اینڈ سنز، لاہور
71	تاریخ ادب عربی	حسن زیات مصری	غلام علی اینڈ سنز، لاہور
72	تاریخ دعوت وعزیمت	ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی
73	تاریخ الشیعہ	محمد حسین صدر الافاضل	تحریک تحفظ تعلیمات آل محمدؐ سرگودھا
74	تاریخ فقہ اسلامی	علامہ خضری ترجمہ عبد السلام ندوی	صدیقی پبلشرز، لاہور
75	فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر	مولانا تقی الدین امینی	قدیمی کتب خانہ کراچی
76	الفقہ علی المذاہب الاربعہ	عبدالرحمٰن الجزیری	اوقاف اکیڈمی، پنجاب
77	فقہ حضرت ابوبکرؓ	پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس سعودی عرب	ادارہ معارف اسلامی، لاہور
78	فقہ حضرت عمرؓ	پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس سعودی عرب	ادارہ معارف اسلامی، لاہور
79	فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ	پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس سعودی عرب ترجمہ	ادارہ معارف اسلامی، لاہور

80	فقہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ	پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس سعودی عرب ترجمہ	ادارہ معارف اسلامی' لاہور
81	فقہ امام حسن بصریؒ	پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس سعودی عرب ترجمہ	ادارہ معارف اسلامی' لاہور
82	فتاویٰ اسلامیہ (ترجمہ)	الافتاء والارشاد سعودی عرب جمعہ ترتیب شیخ محمد بن عبدالعزیز	دارالسلام پبلشرز' لاہور
83	مقالات وفتاویٰ (ترجمہ)	شیخ محمد بن عبدالعزیز بن باز سعودی عرب	دارالسلام پبلشرز' 50۔ مال لاہور
84	فتاویٰ الصیام	شیخ محمد بن صالح العثمین شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین	دارالسلام پبلشرز' لاہور
85	رمضان المبارک اور قیام اللیل کے مسائل	شیخ عبدالعزیز بن باز سعودی عرب	دارالسلام پبلشرز' لاہور
86	فتاویٰ رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوھی	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار' لاہور
87	المحلیٰ	امام ابن حزم اندلسی ترجمہ غلام احمد حریری	دارالدعوۃ السلفیہ' لاہور
88	احکام الجنائز	مولانا ناصر الدین البانی سعودی عرب	نور اسلام اکیڈمی' لاہور
89	نماز جنازہ	مولانا محمد صادق سیالکوٹی	لاہور
90	صلوٰۃ الرسول	مولانا محمد صادق سیالکوٹی	نعمانی کتب خانہ' لاہور
91	نماز پیغمبرؐ	شیخ محمد الیاس فیصل	سنی پبلی کیشنز' لاہور
92	شرح عقائد نسفی	ترجمہ مولانا عبید الحق	قدیمی کتب خانہ' کراچی

93	تہذیب العقائد	ترجمہ وشرح عقائد نسفی، مولانا نجم الغنی رامپوری	قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی
94	شرح فقہ اکبر	ملا علی قاری	محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
95	احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت	مولانا تقی الدین امینی	الفیصل ناشران کتب، لاہور
96	اختلاف امت اور صراط مستقیم	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی، کراچی
97	مذاہب اسلام	علامہ نجم الغنی رامپوری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
98	اسلامی مذاہب	ابوزہرہ مصری ترجمہ غلام احمد حریری	ملک سنز، فیصل آباد
99	مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ	پروفیسر غلام رسول چوھدری	لاہور
100	تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان	ابن حجر مکی	لاہور
101	سنت کا تشریعی مقام	مولانا محمد ادریس میرٹھی	کراچی
102	تدوین حدیث	مناظر احسن گیلانی	مجلس نشریات اسلام، کراچی
103	احادیث ضعیفہ کا مجموعہ	مولانا ناصر الدین البانی	فیصل آباد
104	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دھلی	دارالاشاعت، کراچی
105	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ محدث ترجمہ مولانا اشتیاق احمد دیوبندی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
106	شیعہ سنی مفاھمت کی ضرورت واھمیت	ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی	انجمن خدام القرآن، لاہور
107	خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت	سید ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی

108	الخلافت والامامت عظمیٰ	علامہ رشید رضا مصر ترجمہ عبدالفتح عزیزی	محمد سعید اینڈ سنز کراچی
109	منصب امامت	شاہ اسمٰعیل شہید	آئینہ ادب لاہور
110	خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ	جسٹس غلام علی ملک	لاہور
111	الاحکام السلطانیہ	علامہ ماوردی	ادارہ اسلامیات لاہور
112	مسلمانوں کے عروج۔ زوال کے اسباب	مولانا صباح الدین عبدالرحمن	مجلس نشریات اسلام کراچی
113	اھلسنت والجماعت	سید سلیمان ندوی	مجلس نشریات اسلام کراچی
114	خلفائے راشدین	شاہ معین الدین احمد ندوی	ایم۔ایم۔سعید کمپنی کراچی
115	استخلاف یزید	مولانا لعل شاہ دیوبندی	مدنی مسجد چوک واہ کینٹ
116	منہاج السنہ	علامہ ابن تیمیہ	
117	سیرت اعلام النبلا		
118	ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت	مولانا محمد منظور نعمانی	لاہور
119	فجر الاسلام	احمد امین مصری ترجمہ عمر احمد عثمانی	دوست ایسوسی ایٹس لاہور
120	تحفہ اثناء عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی	
121	ھندوستان میں اھلحدیث کی علمی خدمات	امام خان نوشہروی	مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی

122	شاھکاراسلامی انسائیکلوپیڈیا	سید قاسم محمود	شاھکار بک فاؤنڈیشن کراچی
123	حقائق استفسار مشتمل بر فضائل اھلبیت وصحابہ کبارؓ	سید طالب حسین رضوی حنفی	راولپنڈی
124	معجم البلدان	یاقوت حموی	
125	خطبات بہاولپور	ڈاکٹر حمید اللہ پی۔ایچ۔ڈی	ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد
126	موج کوثر	شیخ محمد اکرام	ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور
127	افکار ابن خلدون	مولانا محمد حنیف ندوی	ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور
128	اجتہاد	مولانا محمد حنیف ندوی	ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور
129	بھائی بھائی	ڈاکٹر غلام جیلانی برق	غلام علی اینڈ سنز' لاہور
130	میری آخری کتاب	ڈاکٹر غلام جیلانی برق	غلام علی اینڈ سنز' لاہور
131	فہرست ابن ندیم	محمد بن اسحٰق بن ندیم وراق ترجمہ محمد اسحٰق بھٹی	ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور
132	اعتقادیہ	شیخ صدوقؒ ترجمہ مولانا منظور حسین بخاری	امامیہ مشن' لاہور
133	عقائد امامیہ	شیخ محمد رضا المظفر ترجمہ سید صفدر حسین نجفی	لاہور
134	مکتب تشیع	شیخ محمد رضا المظفر	جامع تعلیمات اسلامی' کراچی
135	اعتقادات الامامیہ	شیخ بہائیؒ	ایران
136	اوائل المقالات	شیخ مفیدؒ	ایران
137	لمعۃ الانوار	علامہ حسین بخش جاڑا	لاہور

138	شیعہ الامامیہ	سید محمد صادق صدر	امامیہ پبلی کیشنز، حیدر روڈ، لاہور
139	علیؑ والشیعہ	سید نجم الحسن العسکری ترجمہ مفتی عنایت علی شاہ	ملتان
140	اصل واصول الشیعہ	آیت اللہ محمد حسین کاشف الغظاء ترجمہ سید ابن حسن نجفی	رضا کار بک ڈپو لاہور
141	دین واسلام	آیت اللہ محمد حسین کاشف ترجمہ علامہ حسین بخش جاڑا	امامیہ مشن، لاہور
142	قوانین الشریعہ	شیخ محمد حسین نجفی مجتہد	مکتبۃ السبطین، سرگودھا
143	تشیع پر اعتراضات کا تجزیہ	ملک آفتاب حسین	مرکز مطالع اسلام، راولپنڈی
144	مصباح الشریعہ		ایران
145	مقیاس الدرایہ فی علم الروایہ		ایران
146	آئین سعادت	آیت اللہ روح اللہ خمینی	ایران
147	موعظہ غدیر	علامہ سید علی الحائری	لاہور
148	حکایتیں ھدایتیں	تقاریر شہید مرتضٰی مطہری	لاہور
149	اسلامی تحریک قرآن و سنت کی روشنی میں	شیخ محمد صلاح الدین	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
150	تقلید کیا ہے؟	آیت اللہ علی المشکینی	لاہور
151	الدرجات الرفیعہ فی الطبقات الشیعہ	سید علی المدنی	مکتبہ بصیرتی قم، ایران
152	شہید	سید مرتضٰی مطہری	کراچی

153	تنزیہہ الانبیاء	سید مرتضیٰ علم الھدیٰ ترجمہ سید شریف حسین	مکتبۃ العلوم ٹرسٹ لائبریری، کراچی
154	حیات القلوب	سید محمد باقر مجلسی	امامیہ کتب خانہ، لاہور
155	شیعہ اور صحابہؓ	سید محمد باقر کھجوی	کراچی
156	الصحابہ فی النظر الشیعہ	سید اسد حیدر نجفی	مصر
157	مسئلہ خمس	سید ابن حسن نجفی	ادارہ تمدن اسلام، کراچی
158	المراجعات (مذہب اہلبیت)	سید عبدالحسین شرف الدین لبنانی	کراچی
159	فصول المھمہ	سید عبدالحسین شرف الدین ترجمہ مفتی عنایت علی شاہ	شاہ گردیز اکیڈمی، ملتان
160	الامام الصادق والمذاہب الاربعہ	سید اسد حیدر نجفی	مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور
161	الشیعہ والسنہ	اسلام محمود مصری	پشاور
162	دفاع عن العقیدہ والشریعہ	شیخ محمد غزالی	مصر
163	مفاتیح الجنان	شیخ عباس قمی ترجمہ حافظ سید ریاض حسین	العمران پبلی کیشنز، لاہور
164	متعہ اور اسلام	سید علی نقی مجتہد	امامیہ مشن، لاہور
165	سیرت النبیؐ	شبلی نعمانی	ناشران قرآن لمیٹڈ، لاہور
166	الفاروق	شبلی نعمانی	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور
167	النعمان	شبلی نعمانی	اسلامی اکادمی اردو بازار، لاہور
168	علم الکلام اور کلام	شبلی نعمانی	نفیس اکیڈمی، کراچی

169	الامام المھدی	مولانا بدر عالم مہاجر مدنی فاضل دیوبند	مکتبہ سید احمد شہید لاہور
170	سیرت عائشہؓ	سید سلیمان ندوی	مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور
171	ابوذر غفاریؓ	جودۃ السحار مصری ترجمہ عبدالصمد الصارم الازہری	لاہور
172	حیات امام احمد بن حنبلؒ	ابوزہرہ مصری	لاہور
173	علیؓ ابن ابی طالب المفتی والقاضی	عبدالستار آدم مصری ترجمہ محمد ناصر قاسمی	لاہور
174	ارجح المطالب فی مناقب اسد اللہ الغالب	مولانا عبیداللہ امرتسری	مکتبہ رضویہ شاہ عالم لاہور
175	علیؓ شخصیت و کردار	عباس محمود مصری ترجمہ منہاج الدین اصلاحی	ادبستان لاہور
176	حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں	ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری	نفیس اکیڈمی کراچی
177	شہادت حضرت عثمانؓ	میاں شیر محمد	محمدی اکیڈمی منڈی بہاؤالدین
178	شہادت عثمانؓ شخصیت و کردار	حکیم ظفر احمد سیالکوٹی	کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
179	شہادت ذوالنورینؓ	سید نورالحسن شاہ دیوبندی	
180	حضرت عثمانؓ ذوالنورین	معراج الحق عثمانی	کراچی
181	نہج البلاغہ	ترجمہ مفتی جعفر حسین	امامیہ پبلی کیشنز لاہور
182	صحیفہ سجادیہ	ترجمہ مفتی جعفر حسین	امامیہ پبلی کیشنز لاہور

183	ماھنامہ بینات	بابت جنوری	۱۹۸۶ء کراچی
184	ماھنامہ پیام	بابت	۱۹۹۴ء اسلام آباد
185	ماھنامہ اشراق	بابت دسمبر ۲۰۰۱ء	لاہور
186	لغات الحدیث	وحید الزمان حیدر آباد ء	میر محمد کتب خانہ، کراچی
187	قاموس		مصر
188	لسان العرب		
189	نہایہ ابن الاثیر		
190	مفردات القرآن	راغب اصفہانی ترجمہ مولانا عبداللہ فیروز پوری	لاہور
191	الملل والنحل	ابن حزم اندلسی ترجمہ علامہ عبداللہ عماری	کتب خانہ میر محمد کراچی
192	تحفہ حنفیہ	مولانا ابوصہیب محمد داؤد ارشد	ناشر دار الکتب سلفیہ شیش محل روڈ لاہور
	ہدیۃ المھدی	مولانا وحید الزماں	چشتی کتب خانہ ارشد مارکیٹ
		ترجمہ مولانا صائم چشتی	جھنگ بازار فیصل آباد
193	امام جعفر صادقؒ	مولفہ ابوزہرہ مصری	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
194	الریاض النضرہ فی مناقب عشرہ	مولفہ علامہ محب الدین طبری	طبع بیروت
195	تدریب الراوی	مولفہ علامہ جلال الدین سیوطی	
196	اجتہاد اور تبدیلی احکام	مولفہ مولانا مجیب اللہ ندوی	شائع کردہ دیال سنگھ لائبریری لاہور

چند باتیں کتاب کے بارے میں

آغا محمد رضا عابدی
(ایم اے۔ بی ایڈ گولڈ میڈلسٹ)

زیر نظر کتاب ''شیعیت کا مقدمہ قرآن، حدیث کی روشنی میں'' درحقیقت جناب حسین الامینی کی وہ قابلِ تحسین اور لائق تقلید کاوش ہے جس میں فاضل مولف نے مذہب حقہ اثنا عشریہ کا بنیادی تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ اس مذہب پر نام نہاد مفتیوں اور فتویٰ باز ملاؤں کے ناروا حملوں کا تسلی بخش جواب بھی دیا ہے۔ اور اس کی اصل حقیقت بھی کھول کر بیان کردی ہے کہ یہ اعتراض کیوں پیدا ہوا۔ اس اعتراض کی حیثیت علمی حوالوں سے کیا ہے اور اس میں اعتراض کرنے والے عناصر کی جہالت اور تعصب کس سطح پر دخیل ہیں۔ یہ کتاب اپنے مولف کے اچھے اسلوبِ نگارش کے سبب ڈاکٹر تیجانی سماوی کی کتب کی طرح جگہ جگہ سے داد تحسین وصول پا رہی ہے۔ اس کتاب میں مولف محترم نے شیعہ کب بنے۔ سنی کب بنے۔ لفظ اہلسنت والجماعت کس زمانے کی ایجاد ہے۔ امامت کا مقام قرآن وسنت کی روشنی میں۔ سرکار دو عالمؐ نے نماز کا کون سا طریقہ بتایا۔ رفع یدین، قنوت کی حیثیت، سجدہ گاہ رکھنا سنت رسولؐ ہے یا نہیں؟ جمع بین الصلواتین، نبیؐ وضو کیسے کرتے تھے۔ افطاری کا وقت قرآن وسنت کی روشنی میں۔ شیعوں پر تحریف قرآن کا الزام۔ تقیہ کیا ہے۔ نکاح متعہ کیا ہے۔ ''صحابہ کی عظمت شیعوں کے نزدیک'' جیسے لاتعداد موضوعات کو انتہائی خوبصورت سلیس، آسان فہم اور سادہ اردو زبان میں بمعہ حوالہ جات کے انتہائی شائستہ انداز سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے چند اوراق پڑھ لینے والا قاری اس کتاب کے مطالعہ میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ وہ اس کتاب کا ایک ہی نشست میں مطالعہ کر لینا چاہتا ہے۔

بلاشبہ یہ کتاب وقت اور معاشرہ کی ضرورت ہے اور شاید یہی سبب ہے کہ کتاب تیسری بار چھپی ہے جس میں کچھ ابواب کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب

کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آثار و افکار اکادمی پاکستان نے سال ۲۰۰۳ء کی اول انعام یافتہ کتاب اسی کو قرار دیا ہے۔ اور مولف محترم کو نشان اعزاز سے بھی نوازا ہے۔

اب کی بار اس کتاب کو کریم پبلیکیشنز لاہور نے اپنی توجہ کا مرکز قرار دیتے ہوئے اسے انتہائی خوبصورت فور کلر ٹائٹل کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ کتاب کی جلد دیدہ زیب ہے۔ کتاب کے میٹر کو سبز رنگ کا حاشیہ لگا کر اور بھی جاذب نظر بنا دیا گیا ہے۔ اگرچہ کتاب میں بعض جگہ پروف ریڈنگ کی غلطی نظر سے ٹکراتی ہے لیکن بہرحال کتاب کا مجموعی حسن قائم رہتا ہے۔ اور قاری کتاب کے اہم موضوعات کے سبب اسے پڑھنا چاہتا ہے امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں ناشرین اس کا ازالہ ضرور کر دیں گے۔

ادارہ کریم پبلیکیشنز لاہور نے ایک اچھی کتاب انتہائی عمدہ گیٹ اپ کے ساتھ شائع کر کے مکتب تشیع کے استحکام و ترقی میں اپنی گہری دلچسپی کا عملی اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ طباعت کے میدان میں اپنی انفرادیت کو قائم رکھا ہے۔ یہ کتاب ہر مدرسہ، ہر لائبریری، ہر دینی ادارے کی ضرورت ہے اور اسے ہر گھر میں اس لیے ہونا چاہیے کہ یہ ہر باشعور شخص کے شعور و فکر میں پختگی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اسے دفاع مذہب کا سلیقہ بھی سکھاتی ہے۔

نوٹ: (محترم جناب آغا محمد رضا عابدی نے یہ تبصرہ ہفت روزہ ''رضا کار'' کی یکم اگست 2004ء کی اشاعت میں کیا تھا۔ الحمدللہ اب تک اس کتاب کے چودہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اغلاط کی اصلاح کر دی گئی ہے۔)

کریم پبلی کیشنز

30، اکتوبر 2010ء

☆☆☆☆

ایک افسوسناک روش

گزشتہ سال ۲۰۱۴ء میں محرم الحرام کے فوراً بعد عراق و ایران کے مقامات مقدسہ سے واپس آنے والے زائرین کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے کریم پبلی کیشنز اردو بازار لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ ادارہ کے بانی برادرِ بزرگ جناب حاجی سید عزادار حسین نقوی صاحب نے ازراہ محبت ایک کتاب بنام ''شیعہ سنی اختلافات اور دہشت گردی'' عنایت فرمائی جو کہ ان کے اپنے ادارہ کی شائع کردہ تھی۔ محترمہ عابدہ اشفاق صاحبہ اس کی مؤلفہ ہیں۔ کتاب کا نام انتہائی پرکشش سرورق دیدہ زیب میری اپنی کتاب ''امتِ مُسلمہ میں اختلاف کیوں؟'' چونکہ چھپائی کے آخری مراحل میں تھی میں نے جناب حاجی سید عزادار حسین نقوی صاحب سے عرض کیا کہ اگر کچھ عرصہ پہلے آپ مجھے یہ کتاب دیتے تو اس سے بھی استفادہ کر لیتا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ابھی چند روز پہلے چھپ کر آئی ہے کتاب گھر لایا حسبِ عادت رات کو اسے دیکھنا شروع کیا، کتاب کے شروع میں تو محترمہ نے تاریخ احمدی کے حوالے سے کافی باتیں لکھی ہیں جونہی کتاب کے آخری نصف حصہ تک پہنچا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ان محترمہ نے اپنی کتاب کا آخری نصف حصہ جو کہ تقریباً اسی صفحات بنتے ہیں میری کتاب ''شیعیت کا مقدمہ'' سے اٹھا کر بغیر ایک لفظ بھی تبدیل کیے اپنے نام سے اپنی اس کتاب میں ڈال لیا ہے جو کہ افسوسناک روش ہی نہیں علمی خیانت بھی ہے۔ اب اگر کوئی صاحب پہلے ان محترمہ کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں بعد میں میری کتاب پڑھتے ہیں تو ہم میں سے ایک کو خیانت کار سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے۔ کسی کی کتاب یا اس کے کسی حصے کو بغیر اجازت چھاپنا قانونی جرم ہے اور کسی کی شب و روز کی محنت و تحقیق کو اپنے نام سے شائع کروانا

اخلاقی جرم تو ہے ہی قانوناً بھی ایسا کرنے والوں کو عدالتوں کے چکر لگانا پڑتے ہیں۔ ہم جناب حاجی سید عزادار حسین نقوی صاحب کو ایک صاف گو اور دیانتدار تاجر کے طور پر تو جانتے تھے لیکن اب ان کی شخصیت کا ایک نیا پہلو یہ سامنے آیا ہے کہ کوئی شخص انہی کا سامان اٹھا کر انہی کے ہاتھوں فروخت بھی کر جائے تو جناب محترم اسے بھی اپنی طرح نیک نیت سمجھ کر خرید لیتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ ایسی شخصیات صرف پرانے دور میں ہی ہوتی تھیں لیکن اب معلوم ہوا کہ اس جدید دور میں بھی اللہ کے ایسے مخلص بندے موجود ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ ہر شخص ایک مرتبہ ضرور کریم پبلی کیشنز پر تشریف لائے، کتب خریدے، اور حاجی سید عزادار حسین نقوی صاحب کی زیارت بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کلمۂ حق کہنے، سننے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(حسین الامینی)

☆☆☆☆☆

سال 2014ء کی اول انعام یافتہ کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُہَا

آثار وافکار اکادمی (پاکستان)

نشانِ اعزاز

انعامی مقابلہ کتب برائے ۱۴۳۶ھ

اول انعام

کتاب: اُمت مُسلمہ میں
اختلاف کیوں؟

مؤلف
حسین الامینی

کریم پبلیکیشنز
سمیع سینٹر 38 اُردو بازار لاہور
فون 042-37122772
0300-4529232

دینی کتب کیلیے
آپ کا اپنا مرکز